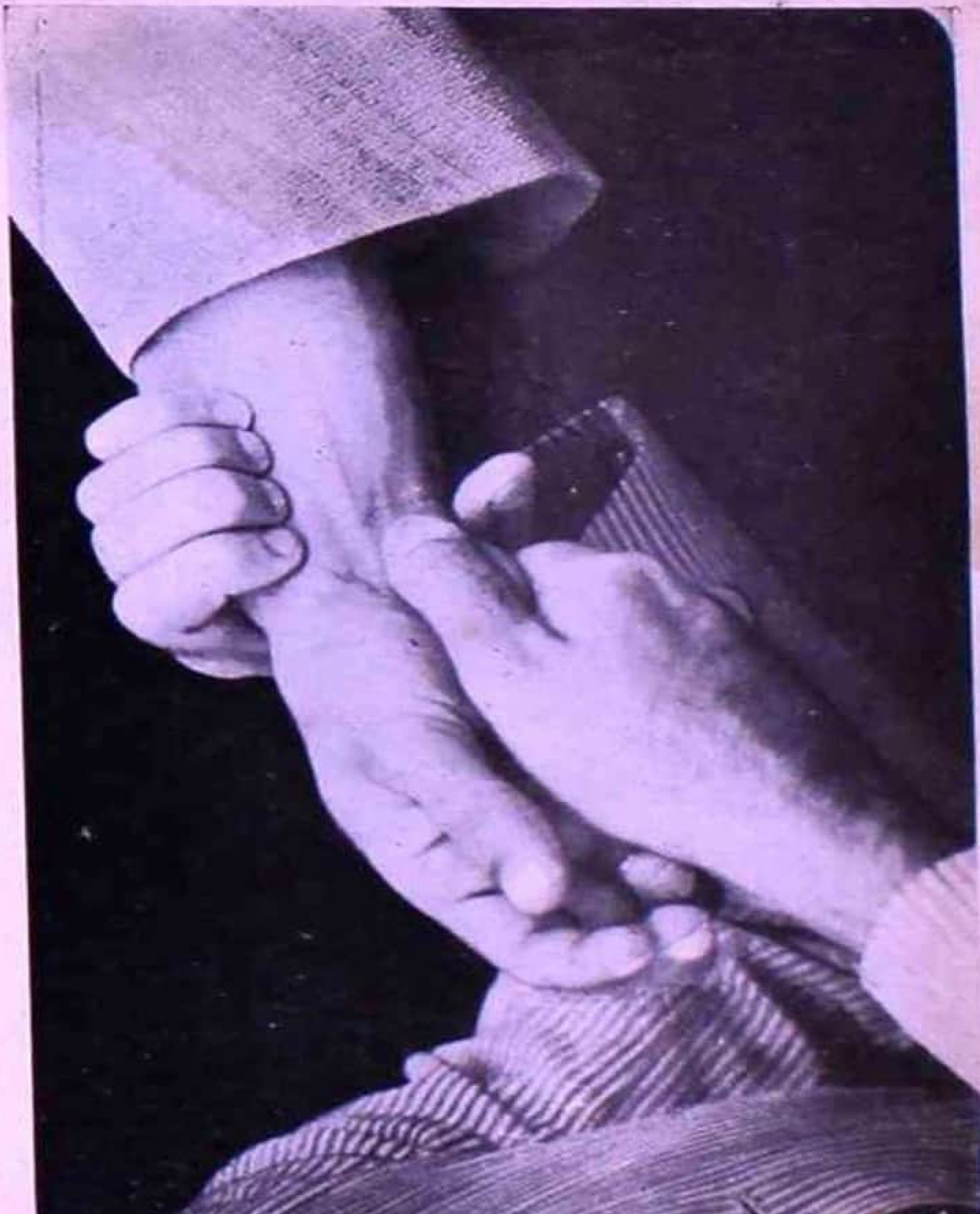
وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

نبض

از

حکیم عبداللطیف

طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ



ھُوالباقی

جوانمرگ حکیم عبدالرشید مرحوم

ڈی، آئی، ایم، ایس (علیگ)

کے نام

جن کو مجھ سے بڑی عقیدت تھی، جو شاگردی کے فرائض بڑی سعادت وقابلیت سے بجالاتے تھے اور جن کے شوق وذہانت نے دوران تصنیف میں میرے ولولہ کو بڑھایا اور عزم کو استوار رکھا لیکن افسوس کہ انکی حیات میں یہ کتاب شائع نہ ہوسکی - اب جبکہ وہ اس کی اشاعت کا شوق ناکام لئے ہوئے جوار رحمت میں پہونچ چکے ہیں، میں اپنے روحانی قلق کا درماں یہی سمجھتا ہوں

کہ مرحوم کے شوق اور اپنی محنت کا یہ ناچیز ہدیہ مرحوم ہی کی روحِ پاک کی خدمت میں گذاروں۔

عبداللطیف

مُقدمہ

کہا جاتا ہے کہ عرب کے بادیہ نشین اونٹ کا فضلہ سونگھ کر یہ بتا دیتے تھے کہ اس کا چارہ کس خطۂ ملک کی پیداوار ہے۔ دیگر ممالک کی تاریخ قدیم میں بھی احساس کی قوتوں کی ایسی روایات ملتی ہیں جو آج مافوق الفطرت معلوم ہوتی ہیں اسلئے کہ آج سائنس کے معملوں میں کیمیاوی تحلیل سے وہ باتیں نہیں معلوم ہوتیں جو کہا جاتا ہے کہ ہمارے اسلاف چھو کر، دیکھکر یا سونگھ کر معلوم کر لیتے تھے، قوت احساس کے اس انحطاط کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب سے آلات اور مشینوں کا استعمال بڑھا اور انسان نے ان مصنوعی چیزوں پر تکیہ کرنا سیکھا اس وقت سے اسکی وہ قوتیں رفتہ رفتہ سلب ہوتی گئیں جو قدرت نے اس کے احساسات ظاہری و باطنی میں ودیعت کر رکھی تھیں۔ چنانچہ جب سے حرکت، حرارت، بول و براز جانچنے کے آلات یا کیمیاوی طریقے رواج پا گئے ہیں اس وقت سے ہمارے حکماء میں نبّاضی کی استعداد بہت گھٹ گئی ہے لیکن صرف انگلیوں کے مس سے آن واحد میں مریض کی جو کیفیات طبیب پر منکشف

ہو جاتی تھیں وہ آج کیمیاوی امتحان کے طویل عمل میں منکشف نہیں ہو پاتیں امراض کی تشخیص و علاج میں نبض کو جو اہمیت و مقبولیت حاصل ہے وہ کسی دوسرے فن کی کسی دوسری اصطلاح کو حاصل نہیں ہے، ہر خاص و عام جاہل و عالم، مرد و عورت ایسا نہیں ہے جو نبض سے حسن عقیدت نہ رکھتا ہو مریض کو بغیر نبض دکھائے اطمینان نہیں ہوتا اور معالج بغیر نبض دیکھے نسخہ نہیں لکھتا، ایورویدک اور طب قدیم یا طب عربی میں تو ایک حد تک تشخیص مرض اور انکشاف حالات کا مدار ہی نبض پر ہے اور اس عنوان کے ماتحت کتب طب میں بہت کچھ کلیات و جزئیات منضبط کی گئی ہیں، یہاں تک کہ علاج کے وہ طریقے بھی جن میں نبض کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ اکثر سرے سے عنوان نبض ہی غائب ہے اُن طریقوں کے حاملین بھی معائنہ مریض کی ابتداء نبض ہی سے کرتے ہیں، اور ایسے انہماک کے ساتھ گویا نبض ہی سے تمام حالات کا انکشاف ہو رہا ہے!

نبض کی اہمیت و مقبولیت محض دُنیائے طب ہی تک محدُود نہیں ہے بلکہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بہت سے محاورات اور ضرب الامثال میں نبض کا ذکر آتا ہے اور ہمارے نظم و نثر لٹریچر میں اس کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے

چنانچہ "نبض شناسی"، "نباض حقیقت"، "نبض فطرت"، "نبض چھٹ جانا"، "نبض ہاتھ میں ہونا"، "نبض کی رفتار"، "نبض اچھلنا"، "نبض ساقط ہونا" جیسے محاورات اُردو میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں اور نبض کی قبولیت عام اور اہمیت پر دال ہیں، نظم میں بھی شعراء نبض کی مختلف کیفیات کا ذکر کرتے ہیں اور ان سے دلچسپ ادبی نکات و لطائف پیدا کرتے ہیں۔

لیکن جہاں نبض کی حیثیت فن طب میں اور زبان خلق میں اتنی اہم اور مقبول عام ہے وہاں بعض صحیح یا غلط قدیم روایات کی بناء پر بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں اور نبض سے وہ توقعات وابستہ کی جانے لگی ہیں جو عقلاً اور نقلاً دائرہ امکان و عمل سے باہر ہیں مریض کا حسن عقیدت نبض کے بارے میں اتنا مبالغہ آمیز ہوتا ہے کہ اسے یہ توقع ہوتی ہے کہ طبیب نبض پر ہاتھ رکھ کر نہ صرف اس کی بیماری کی نوعیت بتا دے بلکہ سارے واقعات زندگی منکشف کر دے اور پشتہا پشت کے پرانے واقعات طبیب پر روشن ہو جائیں، بعض قصص و حکایات پرانے اطباء کے بارے میں سینہ بسینہ چلے آتے ہیں اور افسانے، قصے کہانیوں کی یا تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں جو اس مبالغہ آمیز عقیدہ کو تقویت پہنچاتے ہیں، یہ واقعات

ہیں یا افسانے اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اس لئے گمان کی تصدیق یا انکار کے لئے ہمارے پاس کوئی موثق شہادت نہیں ہے۔ البتہ یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو علمی مواد اس وقت ہمارے پاس ہے اس کی بموجب اس قسم کے حالات محض نبض سے معلوم ہونا خلاف قیاس و خلاف عقل ہے۔ اگلے پچھلے حالات مریض کے دیگر ذرائع سے بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ فراست، قیافہ، نجوم، قرائن وغیرہ سے اس جانب رہبری ہو سکتی ہے یا اشراق نوری کے ذریعہ سے حالات کا انکشاف ہو سکتا ہے لیکن علم طب میں کوئی ایسا اصول نہیں ہے جو نبض کی ان مافوق الفطرت صلاحیتوں کی تائید میں پیش کیا جا سکے۔

ایک اور غلط فہمی یہ ہے کہ طبیب کی حذاقت کا معیار یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مریض سے حال نہ دریافت کرے بلکہ محض نبض دیکھ کر مرض سمجھ لے اور نسخہ لکھ دے۔ جو طبیب ایسا کر سکے وہ خواہ اصول و فروع فن سے نابلد اور اس کی کلیات و جزئیات سے نا آشنا ہی کیوں نہ ہو اس کے طبیب حاذق ہونے میں شبہ نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ محض نبض پر اعتماد کرنا اصول طب کے خلاف اور سخت خطرناک ہے، بقراط کا قول ہے کہ معائنہ مریض کے

وقت کسی چھوٹی سی چھوٹی علامت اور معمولی سی معمولی حالت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ مریض کے مخصوص حالات، خصوصی خلقت، معاشی ماحول اور طبیب کے مخصوص حالات نبض کی صحیح رہنمائی میں حائل ہوتے ہیں، ان تمام موانع کا قطعی انسداد اور تمام مناسب حالات اور شرائط کا موجود ہونا عملی دنیا میں خارج از امکان ہے، اس لئے نبض کی رہنمائی اپنے حدود کے اندر بھی کامل نہیں ہو سکتی اور دیگر علامات و حالات سے استمداد ضروری ہے علاوہ بریں جب تک مریض کی نبض بحالت صحت طبعی نہ دیکھی گئی ہو اس وقت تک اس کی اضافی کیفیت کا صحیح اور قطعی اندازہ دشوار ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ اگر علمی اور عملی حیثیت سے مسائل نبض پر کافی عبور اور انگلیوں کی قوت لامسہ ذکی الحس اور دماغ کی قوت ممیزہ قوی ہو تو نبض کے ذریعہ جسم انسانی کے بہت سے اسرار و حالات معلوم کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

"کتاب النبض" میں آپ کے مطالعہ سے متقدمین کے بعض ایسے اصول گذرینگے، جن کے ذریعہ نبض دیکھ کر صورت حال دریافت کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، یہ اصول بڑی کاوش اور انتہائی احتیاط سے جمع کئے گئے

ہیں، کیونکہ تمام کتب درسیہ موجز۔ نفیسی اقصرائی قانون شیخ۔ شروح قانون وغیرہ اس قسم کے مسائل سے خالی ہیں۔ بلکہ میری نظر سے اس وقت تک جتنی غیر درسی عربی کتابیں گذری ہیں ان میں بھی یہ مسائل نہیں ملے آخر میں " ارجوزۃ شیخ الرئیس " کے قلمی نسخہ کے سرورق پر حضرت جدامجد حاجی الحرمین مسیح الدولہ مولوی مولانا حکیم محمد یعقوب صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے قلم سے لکھے ہوئے چند اشارات ملے جو ہم لوگوں میں سینہ بسینہ بھی چلے آتے ہیں لیکن نہایت مجمل۔ مثلاً اگر جز ابہامی میں قرعہ محسوس ہو تو امراض راس کی دلیل ہے، اگر جز وسطی میں محسوس ہو تو امراض صدر اگر جز مرفقی میں محسوس ہو تو اسفل بدن کی بیماریوں کی دلیل ہے۔ اگر نبض عظیم منتفخ ہو تو ریح البواسیر کی علامت ہے۔ اسی قسم کے چند اشارات ملے جس سے تمام حالات کی جانب قطعی رہبری نہیں ہوتی۔

پھر ایورویدیک کی کتاب " ناری وگیان " میں اس کے متعلق کچھ اصول ملے جن کو اس کتاب میں بعینہٖ نقل کیا گیا ہے جس میں اکثر بیماریوں کو صرف نبض سے جتانے کے اصول بیان ہیں۔

اس باب میں سب سے زیادہ عظیم الشان چیز چینی اطبار کے اختراعات ہیں جس کو ڈاکٹر گرونر کے ترجمہ قانون سے بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اصول سب سے زیادہ قدیم ہیں، اور اسی پر دوسروں نے اپنے قوانین کی بنیاد رکھی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ اصول و قوانین کس حد تک صحیح اور کہاں تک قرین عقل و قیاس ہیں۔ جہاں تک خود میرے ذاتی تجربہ کا تعلق ہے میں نے ان میں سے بعض قوانین کو بالکل صحیح پایا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ اگر قوت لامسہ کی تمیز صحیح تربیت یافتہ ہو تو یہ اصول بہت کچھ معین ثابت ہوتے ہیں۔ قرین عقل و قیاس ہونے کے بارے میں یہ ہے کہ انسانی علوم میں اور خاص کر جسم انسانی کے متعلق بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کی علّت ابھی تک نہیں معلوم ہوئی لیکن کسی چیز کی علّت نہ معلوم ہونے کی بنا پر اصل حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور بعض حقائق اپنی علّت کی مجہولیت کے باوجود اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔ علّت کا نہ معلوم ہونا خود ہمارے علم و عقل کا قصور ہے نہ کہ اصل واقعہ کی مجہولیت کا۔ مثلاً ورم خصیۃ الرحم میں ایڑی میں درد ہونا اور ورم فوجشلا زمس) کا خصیتین کی جانب منتقل ہونا خصیۃ الرحم اور

ایڑی کے درمیان اور غدہ تحت الاذن اور خصیہ کے درمیان ایک خاص تعلق ثابت کرتے ہیں جسکی علت ابھی تک معلوم نہیں ہے اسیطرح نبض کے مخصوص لہر یلو کا خاص خاص اعضاء سے تعلق ہونا بھی ابھی تک پردہ خفا میں ہے تاہم اکثر علامات و حالات اس تعلق کو ظاہر کرتے ہیں ممکن ہے آئندہ تحقیق و تفتیش سے اس پر روشنی پڑے اسیطرح غشائی اور عصبی تعلقات ابھی تک پُراسرار معلوم ہوتے ہیں، اور ثدیین کا رحم سے تعلق بھی راز معلوم ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ آئندہ بھی تحقیق و تفتیش سے یہ راز نہ حل ہو سکیں۔ یہی حال تمام علوم کے بہت سی جزئیات کا ہے

اس کتاب میں جو مسائل درج کئے گئے ہیں ان کی تحقیق تفتیش و تجربہ میں میں نے اپنی بساط کے مطابق بہت کچھ محنت کی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے اس فن پر اتنی مفصل بحث نہ صرف اردو زبان میں بلکہ کسی اور زبان میں بھی موجود نہیں ہے مجھے امید ہے کہ مجھسے زیادہ قابلیت و تجربہ رکھنےوالے اصحاب ان مسائل پر آئندہ مزید روشنی ڈال سکیں گے۔ جن مسائل سے میں نے بحث کی ہے اُن میں حتی الامکان تفصیل و تشریح سے گریز نہیں کیا اور ہر بحث میں اس امر کو خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے کہ اہل فن اور عامی دونوں اس سے مستفید ہوں اُمید ہے کہ اطبا، ونیز عام لوگ اس سے مستفید ہوں گے۔

اس کتاب کی ترتیب اور تصنیف میں جن کتابوں سے مدد حاصل کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں

(۱) کلیات قانون۔
(۲) فردوس الحکمت۔
(۳) کامل الصناعہ۔
(۴) تذکرہ داؤد انطاکی۔
(۵) تذکرہ سویدی۔
(۶) شرح قانون علامہ آملی
(۷) شرح قانون فاضل گیلانی۔
(۸) شرح قانون علامہ قرشی۔
(۹) شرح ارجوزہ شیخ الرئیس۔
(۱۰) نفیسی
(۱۱) ترجمہ کلیات قانون ڈاکٹر گرونر۔
(۱۲) طبیعات الشفا
(۱۳) کلید حکمت۔
(۱۴) کتاب الشفار۔
(۱۵) ہدیہ سعیدیہ۔
(۱۶) نیاری وگیان

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبض

نبض۔ لغت میں رگ کے حرکت کرنے کو کہتے ہیں۔
متقدمین اطباء نے نبض کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ نبض ایک رسول (خدا کا بھیجا ہوا) ہے جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور ایک گونگا ڈھنڈھورا ہے جو پوشیدہ امور کی خبر رسانی اپنی مختلف قسم کی حرکتوں کے ذریعہ کیا کرتا ہے یہ تعریف اُس زمانہ کی ہے

جبکہ طب قدیم علوم عقلیہ کے اثرات سے متاثر نہیں ہوئی تھی اور کسی قدر عطائیانہ حیثیت رکھتی تھی لیکن جب یہ فن علوم عقلیہ سے آراستہ ہونے لگا اور اس کے تمام جزئیات حکمت و فلسفہ کے سانچوں میں ڈھلنا شروع ہو گئے تو اس وقت نبض کی تعریف بھی باقاعدہ الفاظ میں بیان کی گئی۔

متقدمین اطباء نے جن میں صاحب "کامل الصناعۃ" کا نام ایک نمایاں اور خصوصی حیثیت رکھتا ہے نبض کی تعریف ذیل کے الفاظ میں بیان کی ہے:۔

نبض شرائین کی حرکت اینی کا نام ہے اس موقع پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تعریف کی تحقیق سے پہلے چند ضروری مباحث سپرد قلم کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ استنباط نتائج میں آسانی ہو۔

پہلی بحث - ہر چیز میں جو صفات یا کمالات پائے جاتے ہیں ان کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) وہ صفات بالفعل موجود ہونگی (اسی وقت پائی جا رہی ہوں گی۔)

(ب) وہ صفات اس میں بالقوہ پائی جائینگی (یعنی وہ صفات اس وقت موجود نہیں لیکن اس میں استعداد ہے) جیسے ایک شخص

جو کتابت جانتا ہو اور اس وقت لکھ بھی رہا ہو تو اس کو محرر یا کاتب بالفعل کہا جائیگا اور جو شخص اس وقت نہ لکھ رہا ہو وہ بھی کاتب کی صفت سے متصف کیا جائیگا۔ لیکن اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ بالقوہ کاتب یا محرر ہے یعنی اُس میں کتابت کی استعداد ہے اگرچہ بالفعل کتابت نہیں کر رہا۔

جس وقت کوئی چیز اپنی کسی صفت بالقوہ سے صفت بالفعل کے حصول کی طرف متوجہ ہو اور یہ حصول دفعۃً نہ ہو بلکہ تدریجاً ہو تو اس حالت کو جو توجہ کے بعد سے حصول کے قبل تک رہتی ہے حرکت کہتے ہیں۔ اس حرکت کے واسطے چند چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) محرک (حرکت دینے والی چیز)

(۲) متحرک (حرکت کرنے والا جسم)

(۳) مسافت (جس مقولہ میں متحرک حرکت کرے)

(۴) مبدا (جہاں سے حرکت شروع ہو)

(۵) منتہی (جہاں پر حرکت ختم ہو)۔

(۶) غرض و غایت (جس غرض سے حرکت کرے)

مثال۔ جب ایک مریض اپنے گھر سے کسی طبیب کے مطب تک جاتا ہے تو اس میں یہ چھ چیزیں اس طرح پائی جاتی ہیں۔

(۱) محرک۔ اُس مریض کی قوت ارادی و قوت محرکہ (۲) متحرک۔ خود مریض (۳) مسافت۔ اس کے گھر سے مطب تک کا فاصلہ۔ (۴) مبدا۔ مریض کا گھر (۵) منتہی۔ طبیب کا مطب۔ (۶) غرض و غایت۔ علاج۔

اسی طرح نبض کے اندر یہ چیزیں متصوّر ہوتی ہیں۔

(۱) محرک۔ قوت حیوانی۔ (۲) متحرک شریان (۳) مسافت مذکورالذیل مبدأ و منتہی کا درمیانی فاصلہ (۴) مبدأ حرکت انبساطی میں جہت مرکز یا قرب مرکز یعنی وہ دایرۂ محیطہ جو روح و دم کو بحالت سکون داخلی احاطہ کرتا ہے۔ جس کو وعاء روح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حرکت انقباضی میں اطراف و محیط۔ (۵) منتہی حرکتِ انبساطی میں اطراف و محیط اور حرکت انقباضی میں وہی دایرۂ محیطہ بحالت سکون داخلی (۶) غرض و غایت۔ بالذات نسیم بارد کے ذریعہ روح کی تدبیر بالعرض دفع فضلات دخانی۔

دوسری بحث۔ منطق کا یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ معانی اور مفاہیم دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ یا وہ متعدد افراد کے لئے عام ہوتے ہیں۔ جیسے انسان، گھوڑا، جسم، پتھر ان کو "کلی" کہتے ہیں۔ یا کسی خاص فرد یا خاص چیز کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں ان کو "جزئی"

کہتے ہیں جیسے جالینوس وارسطو ۔ جو مفہوم عام اور کلی ہوتا ہے وہ
کبھی تو از قسم صفات یعنی ذات سے خارج ہوتا ہے ۔ جیسے گورا ہونا،
کالا ہونا، یا ہنسنا، رونا، رنج و خوشی ۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ ان
کے تغیرات اور تبدیلیوں سے حقیقت اور ذات میں کسی قسم کی تبدیلی
نہیں ہوتی ۔ اس قسم کے عام و کلی مفہوم کو "کلی عرضی" کہتے ہیں ۔ مگر
جب عام اور کلی مفہوم ذات سے خارج نہ ہو بلکہ جزء ذات یا عین ذات
ہو تو اس کو "کلی ذاتی" کہتے ہیں ۔ جیسے انسان کہ یہ حقیقت انسانی
کا عین یا ناطق کہ وہ ذات انسانی کا جزء ہے کیونکہ حقیقت انسانی
کے دو جزء قرار دئے گئے ہیں (۱) حیوان (۲) ناطق ۔

کلّی ذاتی کی قسمیں

(۱) "جنس" وہ کلّی ہے جو بہت سی مختلف حقیقتوں کا جزء واقع ہو جیسے
حیوان کہ یہ انسان گھوڑا، بیل، ہاتھی وغیرہ مختلف حقیقتوں کا جزء واقع ہے ۔
(۲) "فصل" وہ کلّی ہے جو جنس کے ساتھ مل کر کسی حقیقت کا جزء
بن جائے اور جنس کی عمومیت کو مٹا کر ایک خاص حقیقت کی خصوصیات
پیدا کر دے ۔ جیسے ناطق جب حیوان کے ساتھ مل جاتا ہے تو
صورت انسانی کی خصوصیات پیدا کر کے انسان کی مستقل ہستی کو
نمایاں کر دیتا ہے ۔

(۳) "نوع" - وہ کلی ہے جو متعدد ایسی چیزوں کی عین حقیقت ہو جو آپس میں حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے متحد ہوں۔ جیسے انسان کہ اپنے تمام افراد کے لئے عام ہے اور سب کی حقیقت ایک ہی ہے یعنی سب انسان ہیں۔

جنس کی قسمیں

(۱) جنس عالی - وہ جنس ہے جس کے اوپر کوئی دوسری جنس نہ ہو جیسے مقولات عشر۔ جنس عالی کو مقولہ بھی کہتے ہیں۔

(۲) جنس سافل - وہ جنس ہے جس کے نیچے کوئی دوسری جنس نہ ہو جیسے حیوان۔

(۳) جنس متوسط - وہ جنس ہے جس کے اوپر اور نیچے دوسری جنسیں موجود ہوں۔ جیسے جسم نامی کہ اس کے اوپر جسم مطلق اور اُس کے نیچے جسم حساس دو جنسیں موجود ہیں۔

جنس عالی - حکماء کے نزدیک صرف دس ہیں۔

(۱) مقولہ جوہر (۲) مقولہ کم (۳) مقولۂ کیف (۴) مقولہ وضع (۵) مقولۂ این (۶) مقولہ متی (۷) مقولۂ فعل (۸) مقولۂ انفعال (۹) مقولۂ ملک (۱۰) مقولۂ اضافت۔

۷

حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حرکت کا تعلق صرف چار مقولوں سے ہوتا ہے۔

(۱) مقولۂ کیف (۲) مقولۂ وضع (۳) مقولۂ کم (۴) مقولۂ این۔

لہٰذا اس اعتبار سے حرکت کی چار قسمیں ہوئیں۔

(۱) حرکت کیفی۔ کسی جسم کی کیفیات کا تدریجی تبدیل ہونا مثلاً پانی کا گرم یا سرد ہونا۔

(۲) حرکت کمی۔ کسی جسم کے حجم کا بغیر کسی اضافے اور نقصان کے بڑھ جانا یا گھٹ جانا۔ جیسے بوتل سے ہوا چوس کر اگر نکالی جائے تو بوتل کی اندرونی ہوا متخلخل ہو کر بڑھ جاتی ہے اور پھر جب خارجی ہوا داخل ہوتی ہے تو متخلخل ہوا کا حجم متکاثف ہونے کی وجہ سے گھٹ جاتا ہے۔

(۳) حرکت وضعی۔ کسی جسم کا مجموعی حیثیت سے اپنی جگہ پر قائم رہ کر اپنی وضع کو تبدیل کرنا۔ مثلاً چکی باوجود اپنی جگہ پر قائم رہنے کے جس وقت متحرک ہوتی ہے تو اپنی وضع کو برابر تبدیل کرتی رہتی ہے یعنی چکی کا جو جزء اس آن میں آپ کے مقابل ہے وہ دوسری آن میں کسی دوسری چیز کے مقابل ہوگا اور آپ کے مقابل چکی کا دوسرا جزء آ جائیگا۔

(۴) حرکت اینی۔ کسی جسم کے مکان کا تبدیل ہونا۔ مثلاً کوئی جسم

ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرے۔

نبض کے متعلق اطبار کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اسکی حرکت کیفی نہیں ہے کیونکہ حرکت کیفی کیفیات کی تبدیلی کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ کسی جسم کی ایسی حرکت جس کی وجہ سے کبھی وہ انگلیوں کے قریب آجائے اور کبھی اُس سے دور ہو جائے اُس کو تغیر یا تبدیلی کیفیت کے نام سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نبض میں بعینہ یہی صورت ہوتی ہے بقیہ تین مقولوں میں اطبار کا اختلاف ہے:۔

اکثر متقدمین اطبار (جن میں صاحب کامل الصناعۃ کا نام نامی قابل ذکر ہے) کی رائے ہے کہ نبض کی حرکت "حرکت اینی" ہے۔ کیونکہ شریان اپنے مرکزی مکان کو چھوڑ کر نبض دیکھنے والے کی انگلیوں کے قریب تک منتقل ہوتی ہے اور پھر یہاں سے اپنے مرکزی مکان کی جانب لوٹ جاتی ہے۔ اور ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ شریان میں جس وقت انبساط ہوتا ہے اس کا مکان تبدیل ہو جاتا ہے یعنی وہ سطح ظاہر سے قریب ہو جاتی ہے۔ اور جس وقت انقباض ہوتا ہے، وہ باطن کی طرف حرکت کرتی ہے۔

جمہور اطبا نے مذکورہ بالا دلیل کو بالکل باطل قرار دیا ہے۔

کیونکہ درحقیقت شریان کے مکان میں تبدیلی نہیں واقع ہوتی بلکہ وہ
اپنی جگہ پر قایم رہتے ہوئے کبھی چاروں طرف پھیل جاتی ہے اور
کبھی سکڑ جاتی ہے اور اس قسم کی حرکت اصطلاح حکمت میں "حرکت اینی"
نہیں کہی جاتی ورنہ وضعی و کمّی حرکات بھی "حرکت اینی" میں شمار کی جاتیں کیونکہ
کسی قدر تو مکان کی تبدیلی ان دونوں حرکتوں میں بھی واقع ہوتی ہے۔
"حرکت کمّی" میں مقدار کے ساتھ مکان کی کمی بیشی ضرور ہے اور "حرکت وضعی"
میں اس جسم متحرک کے تمام اجزار کے مکان اور الوان برابر تبدیل ہوتے
رہتے ہیں مگر با ایں ہمہ ان دونوں حرکتوں کو "حرکت اینی" کہنا حکمار کے
نزدیک قطعاً ناجایز ہے۔

علامہ "قرشی" کے نزدیک نبض کی حرکت "حرکت وضعی" ہے کیوں کہ
حرکت وضعی کا مفہوم یہ ہے کہ جسم متحرک مجموعی حیثیت سے اپنے مکان پر
قایم رہے اور اُس کے اجزار کے امکنہ اور دوسرے اجسام کے لحاظ
سے قرب و بعد کی نسبتیں بدلتی رہیں۔ شریان کی بالکل یہی حالت
ہے کہ وہ اپنی جگہ پر قایم رہتے ہوئے کبھی پھیلتی اور کبھی سکڑتی ہے
جس کی وجہ سے اس کے اجزار کی نسبتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں مگر
حقیقتاً شریان اپنے مکان ہی پر قایم رہتی ہے۔

لیکن انبساط و انقباض یا تخلخل و تکاثف کی صورت میں اجزار

کی جو نسبتیں بدلتی رہتی ہیں اگر "حرکت وضعی" میں داخل ہوں اور "حرکت وضعی" کا یہی مفہوم سمجھا جائے تو لازم آتا ہے کہ تخلخل و تکاثف حقیقی و نیز نمو و ذبول "حرکت وضعی" میں داخل ہو جائیں حالانکہ یہ امر مسلمات کے خلاف ہے کیونکہ "حرکت وضعی" انہی حالتوں کے ساتھ مخصوص ہے جن میں بغیر حرکت کمی کے اجزار کی نسبتوں میں تبدیلی واقع ہو۔

"نجم الدین بن مفتاح" کے نزدیک نبض کی حرکت "حرکت کمی" ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ انبساط کیوقت روح حیوانی کا حجم زیادہ اور انقباض کے وقت اس کے حجم میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور حجم کی زیادتی و کمی کی وجہ سے شریان بھی متخلخل و متکاثف ہوتی ہے اور تخلخل و تکاثف "حرکت کمی" کا مصداق ہے۔

میری رائے میں یہ مسئلہ بہت زیادہ تشریح طلب ہے اور ما اختلاف بیشتر غلط فہمیوں پر مبنی ہیں، حقیقت میں جس وقت شریان حرکت کرتی ہے تو چند صورتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) انبساط کے وقت اس کے مکان اور گھیرے کا بڑا ہو جانا اور انقباض کے وقت اس کے مکان اور گھیرے کا چھوٹا ہو جانا۔

(۲) اس کے اجزار کی نسبتوں کا تبدیل ہو جانا مثلاً انبساط کیوقت اس کے بعض اجزار کا انگلیوں سے قریب اور انقباض کے وقت

بعید ہو جانا۔

(۳) جرم شریان کے لچک دار ہونے کی وجہ سے اس کا ربڑ کی طرح پھیلنا اور سکڑنا۔

(۴) روح حیوانی جو شرائین کے اندر ہے اُس کے حجم کا بڑھنا اور گھٹنا۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ شریان میں کونسی صورت پہلے اور بالذات پائی جاتی ہے۔ اور کون سی بعد میں اور بالعرض۔ تا وقتیکہ اس بات کی طرف توجہ نہ کی جائے کوئی صحیح فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بسا اوقات حرکت کی ایک قسم دوسری قسم کے لئے لازم ہوا کرتی ہے اس وقت یہ اشتباہ واقع ہو سکتا ہے کہ انمیں سے حقیقی اور بالذات حرکت کونسی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو کسی جگہ بیٹھا ہوا تھا دوسری جگہ دوڑتا ہوا گیا تو دیکھیے یہاں پر حقیقتاً صرف ایک "حرکت اینی" تھی یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ تک اُس شخص کا جانا لیکن اُس کے ساتھ ساتھ دو حرکتیں اور موجود ہو گئیں۔ ایک "حرکت کیفی" یعنی دوڑنے کی وجہ سے اُس کے جسم کا گرم ہو جانا۔ دوسری "حرکت وضعی" یعنی دوڑتے وقت اُس کے اعضا (ہاتھ پیر وغیرہ) کی نسبتوں کا تبدل ہونا تو اب اُس شخص میں تین قسم کی حرکتیں پائی گئیں ایک "حرکت اینی" یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا دوسری "حرکت کیفی" اُس

کے ٹھنڈے جسم کا گرم ہو جانا۔ تیسری "حرکت وضعی" یعنی اُس کے ہاتھ پیر کے اوضاع کا برابر متبدل ہونا لیکن دراصل یہاں پر بالذات صرف "حرکت اینی" ہے اور باقی دو حرکتیں اُس کے تابع ہیں۔

بعینہ اسی طرح نبض کے اندر بھی مختلف حرکتوں کا شبہ ہو سکتا ہے اس لئے اصل اور فرع میں امتیاز نہایت ہی اہم اور ضروری چیز ہے حقیقت یہ ہے کہ قوت حیوانی جو روح حیوانی میں ودیعت کی گئی ہے وہ روح حیوانی کو کبھی پھیلا دیتی ہے اور کبھی سکیڑ دیتی ہے جس کے پھیلنے اور سکڑنے کا اثر شرائین کی لچکدار دیواروں پر پڑتا ہے اور اُن میں بھی یہی دونوں صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ و نیز شرائین کے لچکدار اور ان کے اندرونی جوف کے مدوّر ہونے کی وجہ سے اس انبساط و انقباض کا اثر ہر چہار طرف برابر ہوتا ہے لہٰذا شریان کا وہ حصہ جو انگلیوں کے نیچے ہے کبھی قریب اور کبھی بعید معلوم ہونے لگتا ہے بنا بریں جس حرکت کو ہم انگلیوں کے نیچے محسوس کرتے ہیں۔ وہ حقیقتاً اور بالذات روح حیوانی کی حرکت ہے اور اسی کی وجہ سے شریان میں تین قسم کے تغیرات نمایاں ہوتے ہیں۔

(۱) اس کا پھیلنا اور سکڑنا (۲) اُس کے مکان کا بڑا اور چھوٹا ہونا (۳) اُس کے اجزا کی نسبتوں کا تبدیل ہونا۔

پہلا تغیر سطحی نظر میں "حرکت کمی" کا مصداق بن سکتا ہے۔ لیکن حقیقت میں شریان کی دیواروں کا حجم نہیں بڑھتا بلکہ امتداد ہوتا ہے اور جب حالت امتداد میں شئی ایک جہت میں ممتد ہوتی ہے تو دوسرے جہات میں متقلص یا متشنج ہو جاتی ہے اور دوسرے جہت کے نقصان سے کسی جہت میں اضافہ "حرکت کمی" نہیں ہو سکتا ہے اور دوسرے تغیر پر "حرکت اینی" اور تیسرے پر "حرکت وضعی" کا شبہہ ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت میں نبض ان تینوں حرکتوں سے بالکل علیحدہ چیز ہے کیونکہ نبض سے مراد وہ حرکت ہے جو طبیب کی انگلیوں کے نیچے محسوس ہوتی ہے اور جس کے اقسام انواع پر تشخیص امراض کا دار مدار ہے۔ یہ حرکت محسوسہ دراصل اُن بعض اجزاء شریان کی "اینی حرکت" ہے جن کو طبیب کی انگلیاں محسوس کرتی ہیں اور جن کے متعلق مختلف اقسام کے احکامات وضع کئے جاتے ہیں اور یہ اجزاء شریان یقیناً ایک خط مستقیم پر داخل سے خارج اور خارج سے داخل کی جانب حرکت کیا کرتے ہیں۔ ان اجزاء کو انگلیوں سے کبھی نسبتِ مقاربت اور کبھی نسبتِ مباعدت حاصل ہوتی رہتی ہے۔ خط مستقیم پر داخل سے خارج اور خارج سے داخل کی جانب حرکت اور اسی طرح کسی جسم کا قریب و بعید ہونا یقیناً "حرکت اینی" ہے۔ نبض کے

اکثر احکامات اسی حرکت سے وابستہ ہیں۔ شریان کی حرکت مجموعی حیثیت سے جیسی بھی ہو مگر اجزاء محسوس کی "حرکت اینی" میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ بریں اگر شریان کی حرکت پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو بھی اُس کو "حرکت وضعی" سمجھنا سراسر مغالطہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ شریان کی حرکت بحیثیتِ مجموعی ایک مکان سے دوسرے مکان کی جانب ہوتی ہے مثلاً حالتِ انقباض میں تمام اجزاء شریان کو مرکز سے جو مقاربت حاصل ہوتی ہے وہ حالت انبساط میں باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح جرم شریان کو حالت انبساط میں جو محیط سے مقاربت حاصل ہے وہ حالت انقباض میں باقی نہیں رہتی۔ "حرکت وضعی" میں مجموعہ کی نسبت مقاربت یا مباعدت ہرگز تبدیل نہیں ہوتی اگرچہ اجزاء کی نسبتوں کا تغیر و تبدل جائز ہے لیکن مجموعہ اپنی جگہ پر بحالہ باقی رہتا ہے جیسا کہ چکی حالت حرکت میں جس جگہ پر قائم ہے باقی رہے گی گو کہ اس کے اجزاء کی نسبتیں تبدیل ہوتی رہیں گی لیکن یہاں شریان میں صرف اجزاء کی نسبتیں تبدیل نہیں ہوتیں بلکہ شریان کا جرم مجموعی حیثیت سے کبھی مرکز سے قریب اور کبھی بعید ہوتا رہتا ہے کبھی اس کا مکان چھوٹا مرکز کے قریب اور کبھی بڑا مرکز سے بعید ہو جاتا ہے اور امکنہ کی تبدیلی "حرکت اینی" کا بدیہی ثبوت ہے۔ اسی

وجہ سے "شیخ الرئیس" نے نبض کی تعریف بایں الفاظ کی ہے کہ نبض ایک حرکت کا نام ہے جس کی ابتدا، وعاء (ظرف) روح سے ہوتی ہے۔ اب اس کی تشریح یہ ہے کہ جرم شریان کی حرکت حقیقی مرکز سے نہیں ہوتی بلکہ اُس جگہ سے شروع ہوتی ہے جہاں پر شریاں کی دیواریں حرکت انقباض کے بعد سکون اختیار کرتی ہیں۔ یہی مقام حقیقت میں روح کا ظرف طبعی ہے کیونکہ روح سکون داخلی کی صورت میں طبعی حالت پر رہتی ہے۔ وعاء روح سے طرف خارج یا طرف خارج سے وعاء روح کی جانب حرکت بلاشبہ "حرکت آنی" ہے۔ لہٰذا میری رائے میں اس مسئلہ کے اندر مذہب حق یہی ہے جس کی طرف شیخ نے بھی اشارہ کیا ہے۔

محرک نبض میں حکماء کا اختلاف

پہلا مذہب۔ متقدمین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ قلب و شرائیں میں حرکت دینے والی کوئی قوت موجود نہیں ہے بلکہ حقیقت میں جس وقت روح اپنی غذا حاصل کرتی ہے تو اُس کا حجم بڑھنے کی وجہ سے قلب و شرائیں پھیل جاتے ہیں اور جب روح اپنے فضلات دفع کرتی ہے تو اس کا حجم کم ہونے کے باعث قلب و شرائین سکڑ

جاتے ہیں۔ اس گروہ نے یہ دلیل بیان کی ہے کہ روح غذا حاصل کرتی ہے اور ہر غذا حاصل کرنے والی چیز میں دو قوتوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) **قوت جاذبہ**۔ جس کے ذریعہ وہ غذا جذب کرے۔

(۲) **قوت دافعہ**۔ جس کی وجہ سے وہ فضلات کو دفع کرے

جس چیز سے روح غذا حاصل کرتی ہے وہ ہوا ہے جس وقت وہ ہوا کو اپنے اندر جذب کرتی ہے قلب و شرائین پھیل جاتے ہیں اور جس وقت وہ فضلات کو دفع کرتی ہے وہ سکڑ جاتے ہیں۔

دوسرا مذہب۔ یہ ہے کہ محرک وہ قوت حیوانی ہے جو قلب و شرائین کے اندر موجود ہے۔ ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ ہر عضو کسی نہ کسی قوت کے ذریعہ حرکت کرتا ہے۔ اور حرکات بدنی تین ہی قسموں میں منحصر ہیں (۱) ارادی (۲) طبعی (۳) حیوانی۔ قلب و شرائین کی حرکت ارادی نہیں ہو سکتی کیونکہ شریان کی حرکت بدستور باقی رہتی ہے اور ہم کو شعور و توجہ بھی نہیں ہوتی و نیز اس کو سریع ساکن یا بطی کرنا ہمارے ارادے اور اختیار سے باہر ہے۔ یہ حرکت طبعی بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ قوت طبعی حکماء کے نزدیک دو متضاد حرکتوں پر قادر نہیں ہوا کرتی اور ظاہر ہے کہ یہاں انقباض اور

انبساط دو متضاد حرکتیں ہیں لہذا ثابت ہوا کہ یہ حرکت حیوانی ہے۔

تیسرا مذہب۔ یہ ہے کہ شریان کی حرکت نہ ارادی ہے اور نہ حیوانی کیونکہ ارادی کے لئے شعور کی ضرورت ہے اور یہاں شعور مفقود ہے اور حیوانی کا حکما ر کے نزدیک وجود ہی نہیں ہے۔ اِسی طرح نہ قصری ہے نہ بالعرض پس لامحالہ طبعی ہو گی رہا یہ امر کہ طبیعت واحدہ سے دو متضاد حرکتیں کیسے سرزد ہونگی تو اُس کا حل بھی واضح ہے کیونکہ طبیعت واحدہ سے وقت واحد میں غرض واحد کے واسطے دو متضاد حرکتیں نہیں صادر ہوسکتیں اور اس جگہ اغراض و اوقات مختلف ہیں۔ حرکت انبساطی سے غرض ترویح روح اور حرکت انقباضی کا مقصد فضلات کا خارج کرنا ہے۔

چوتھا مذہب۔ یہ ہے کہ شریان میں کوئی قوت حرکت دینے والی نہیں ہے بلکہ اس کی حرکت قلب کی وجہ سے بالعرض ہے۔

پانچواں مذہب۔ یہ ہے کہ شرائین میں حرکت بر سبیل مدّوجزر کے تبعاً لاحق ہوتی ہے یعنی قلب کے انقباض کے وقت روح شرائین کی طرف مندفع ہو جاتی ہے جس کے باعث ان میں انبساط ہو جاتا ہے اور قلب کے انبساط کے وقت روح قلب کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اس لئے شرائین میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔

چھٹا مذہب۔ یہ ہے کہ شریان میں صرف ارتفاع اور انخفاض

ہوتا ہے جیسے کوئی چیز جب کھنچ جائے تو دب جاتی ہے اور جب ڈھیلی ہو تو کسی قدر ابھر آتی ہے۔

نبض کے محرک کے متعلق میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ قلب کے اندر جو خون و روح موجود ہے اُس میں ایک قوت پائی جاتی ہے جس کو حکماء "قوت حیوانی" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور وہی قلب کو حرکت دیتی ہے۔ اس نظریہ کی تائید اس جدید تحقیقات سے بھی ہوتی ہے کہ برقی شعاعین (کیتھوڈ ریز) قلبی خون کے ساتھ ممزوج رہتی ہیں جو قلب کی حرکت کا باعث ہوتی ہیں چنانچہ حال کے تجربہ سے اس کو یوں ثابت کیا گیا ہے کہ کسی حیوان کا دل نکال کر اُس کو تین مہینے تک مذکورہ بالا برقی شعاعوں کے نیچے رکھا گیا اور وہ برابر حرکت کرتا رہا مگر جب وہ برقی شعاعیں ہٹا دی گئیں تو قلب کی حرکت فوراً بند ہو گئی لہذا ثابت ہوا کہ "قوت حیوانی" ہی قلب کو حرکت دیتی ہے۔ اس قوت کا مرکز مخزن قلب ہے۔ جب یہ قوت قلب کو پھیلا دیتی ہے اس وقت شرائین انقباضی حالت میں ہوتی ہیں۔ پھر جب قلب، روح (آکسیجن) اور خون سے پر ہو جانے کے بعد منقبض ہوتا ہے اس وقت خون و روح شرائین کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور شرائین پھیل جاتی ہیں۔

"جالینوس" کا بھی یہی مسلک ہے کہ جس وقت قلب میں انقباض ہوتا ہے۔ تو شرائین میں انبساط پیدا ہو جاتا ہے اور جب شرائین میں انبساط ہوتا ہے تو قلب میں انقباض لاحق ہو جاتا ہے۔

حال کے اطباء کا یہ خیال ہے کہ قلب عصب راجع کی وجہ سے حرکت کرتا ہے۔ جب خون پھیپھڑے کے اندر آکسیجن جذب کرنے کے بعد قلب میں آتا ہے تو قلب پھیل جاتا ہے اور پُر ہونے کے بعد سکڑتا ہے اور اُس خون کو شرائین میں روانہ کر دیتا ہے۔ جب قلب خون و روح کو شرائین میں جھٹکے کے ساتھ روانہ کرتا ہے تو شرائین اپنی لچک کی وجہ سے متحرک معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اب آخری تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ قلب کی حرکت "عصب راجع" کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خون کے اندر ایک قسم کی برقی شعاعیں (کیتھوڈ ریز) ممزوج رہتی ہیں۔ وہی قلب کو حرکت دیتی رہتی ہیں چنانچہ یہ امر مشاہدہ مذکورہ سے تجربہ میں آچکا ہے۔ قلب اسی برقی قوت کے ذریعہ پھیل کر آکسیجن ملے ہوئے خون کو پھیپھڑے سے اپنے اندر جذب کرتا ہے اور اس وقت شرائین منقبض ہو جاتی ہیں پھر قلب پُر ہونے کے بعد خون و روح کو شرائین کی طرف زور سے پھینکتا ہے تو شرائین اپنی لچک کے باعث اس خون و روح کے دھکے سے پھیل جاتی ہیں اور پھر سکڑتی ہیں۔

جدید وقدیم تحقیقات میں تطبیق

قدیم

جالینوس کا مسلک ہے کہ روح ہوائے مستنشق سے پیدا ہوتی ہے اور شرائین میں خون کے ساتھ یہ روح موجود رہتی ہے۔

جالینوس ونیز دیگر اطباء کا یہ مسلک ہے کہ جب روح میں فضلات دخانیہ پیدا ہو جاتے ہیں تو طبیعت ان کو دفع کرتی ہے۔

جدید

آکسیجن جو ہوا کا خاص جزو ہے یا ایک قسم کی ہوا ہے پھیپھڑے میں خون کے ساتھ مخلوط ہو کر قلب کے ذریعہ شرائین میں جاتی ہے۔

جس وقت شرائین کے خون میں کاربن حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اور وہ میں اور وہ سے قلب میں اور قلب سے پھیپھڑے میں جاتا ہے اور وہاں کاربن کو خارج کر دیتا اور آکسیجن کو جذب کر لیتا ہے۔

بظاہر یہ فرق معلوم ہوا کہ یونانی اطباء کے نزدیک جب قلب میں حرکت انبساطی ہوتی ہے تو وہ ہوا کو اپنے اندر جذب کرتا ہے اور جب حرکت انقباضی ہوتی ہے تو اپنے فضلات کو دفع کرتا ہے اور جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قلب انبساط کے وقت خون اور

آکسیجن کو اپنے اندر جذب کرتا ہے رہا قلب کی حرکت انقباضی کے ذریعہ فضلات کا اندفاع بھی غور کر لینے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کیونکہ قلب میں جب انقباض ہوتا ہے اُسی وقت اور دہ سے کاربن (فضلات دخانی) ملا ہوا خون دائیں طرف گرتا ہے اور پھیپھڑے میں جاکر اس کو خارج کر دیتا ہے۔

"جالینوس" کا خیال ہے کہ قلب کی حرکت کا باعث کوئی عصب نہیں ہے اور اس کی حرکت دیگر اعضاء سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ قلب کو حرکت دینے والی چیز کو وہ "قوت حیوانی" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

جالینوس کا خیال ہے کہ جس وقت قلب سکڑتا ہے تو شرائین روح وخون سے پُر ہو کر پھیل جاتی ہیں اور جس وقت پھیلتا ہے تو شرائین اپنی اصلی حالت کی جانب

جدید تحقیقات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قلب کی حرکت کا باعث عصب نہیں بلکہ برقی شعاعیں ہیں جو خون کے ساتھ ممزوج ہیں اور جن کو "کیتھوڈریز" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

جدید خیال بھی یہی ہے

لوٹ جاتی ہیں۔

اطباء کا مشہور قول یہ ہے کہ شریان میں حرکت انبساطی جذب نسیم بارد اور حرکت انقباضی دفع فضلات کی غرض سے ہوتی ہے لیکن شیخ الرئیس نے حرکت انبساطی و انقباضی دونوں کی غرض جذب نسیم بارد قرار دیئے کیونکہ حرکت انقباضی حقیقت میں کوئی مستقل حرکت نہیں ہے بلکہ شریان طبعاً انبساط کے بعد اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹتی ہے۔

روح و خون کا دھکا جب شریانوں میں پہونچتا ہے تو وہ پھیل جاتی ہیں اس کے بعد سکڑ کر اپنی اصلی حالت پر آتی ہیں۔

اجزاء نبض

نبض میں چار اجزاء پائے جاتے ہیں۔

(۱) حرکت انبساطی (۲) سکون خارجی (۳) حرکت انقباضی (۴) سکون داخلی

شریانی روح و خون حرکت کی وجہ سے جب شریانوں پر دھکا لگتا

ہے تو وہ پھیل جاتی ہیں اور یہی "حرکت انبساطی" ہے پھر قدرے سکون کے بعد اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹتی ہیں اور اس کو "حرکت انقباضی" کہا جاتا ہے پھر ایک سکون داخلی ہوتا ہے لیکن یہ اُسی وقت ضروری ہے جبکہ ایک نبضہ کے بعد دوسرا نبضہ بھی ہو اور اگر یہ نبضہ آخری فرض کرلیا جائے تو پھر یہ چوتھا جز (یعنی سکون بعد الانقباض یا سکون داخلی نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبض حقیقت میں حرکت کا نام ہے جو انبساط و انقباض دو متضاد حرکات سے مرکب ہے اور طبعیات کا یہ مسلّہ مسئلہ ہے کہ حرکات متضادہ کے درمیان سکون لازم ہوتا ہے مثلاً ایک حرکت اوپر کی جانب اور پھر وہاں سے دوسری حرکت نیچے کی جانب یا اُس کے برعکس ہو تو ان دو حرکتوں کے درمیان سکون ضروری ہوگا ورنہ تتالی آنات کا استحالہ لازم آئیگا جو حکمت طبعی میں باطل قرار دیا گیا ہے لہٰذا اگر حرکت انقباضی کے بعد نبض کا خاتمہ فرض کرلیا جائے اور اُس کے بعد کوئی دوسرا نبضہ نہ فرض کیا جائے تو اُس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس حرکت انقباضی کے بعد کوئی دوسری حرکت انبساطی نہیں ہے کہ ان دونوں حرکتوں کے درمیان سکون کی ضرورت پڑے لہٰذا معلوم ہوا کہ نبضہ اخیرہ کے لئے سکون داخلی ضروری نہیں ہے۔

اطبار نے ان دونوں سکونوں کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ طبیعت

ہر حرکت انبساطی و انقباضی کے بعد تھک جاتی ہے لہذا وہ آرام کرنے کی غرض سے سکون حاصل کرتی ہے۔

حرکت انبساطی و انقباضی کی متعلق اختلافات

اس امر پر تمام اطبا، کا اتفاق ہے کہ "حرکت انبساطی" یقیناً محسوس ہوتی ہے نہ کوئی شخص اس کا مخالف ہے اور نہ ہو سکتا ہے اختلاف اگر ہے تو صرف اس امر میں کہ مرکز سے محیط تک پوری حرکت انبساطی محسوس ہوتی ہے یا نہیں؟ ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ حرکت انبساطی پوری محسوس ہوتی ہے لیکن محققین کے نزدیک صرف حرکت انبساطی کا آخری حصہ جو محیط سے قریب ہوتا ہے انگلیوں کے قریب ہونے کی وجہ کر محسوس ہوتا ہے اور وہ حصہ جو مرکز سے قریب ہوتا ہے انگلیوں سے بعید ہونے کے باعث محسوس نہیں ہوتا۔

حرکت انقباضی کے متعلق فاضل "آغانیوس" اور "متبعین ارطوطس" نیز "ایرقلس" اور اکثر اطبار کا یہ مسلک ہے کہ وہ بالکل محسوس نہیں ہوتی - ان کی دلیل یہ ہے کہ انگلیاں اسی چیز کو محسوس کر سکتی ہیں جو انگلیوں کے قریب اور اُن سے متصل ہو لیکن جو چیز انگلیوں سے بعید اور منفصل ہو اس کا احساس انگلیاں نہیں کر سکتیں۔

حرکت انقباضی میں شریان انگلیوں سے دور ہو کر مرکز کی طرف سکڑتی ہے اس وجہ سے اس کی حرکت کا محسوس ہونا تو درکنار اس اثنا میں شریان خود ہی محسوس نہیں ہوتی۔

اس مسئلہ میں محققین کا یہ مذہب ہے کہ حرکت انقباضی کا ابتدائی حصہ جو محیط کے قریب ہوتا ہے انگلیاں اُس کے احساس پر قادر ہو سکتی ہیں البتہ صرف اُس کا آخری حصہ ناقابل احساس ہے۔ اور اُنکی دلیل یہ ہے کہ جس وقت شریان اُبھرتی ہے انگلیوں پر ٹھوکر لگا کر اُس کی سطح کو دبا دیتی ہے اور انقباض کے وقت جب اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹتی ہے تو انگلیوں کی دبی ہوئی سطح بھی اپنی طبعی وضع کی جانب عود کرتی ہے۔ اس اثناء میں انگلیوں کی سطح تھوڑی دور تک شریان کے ساتھ متصل رہتی ہے اور اسی مدت تک حرکت انقباضی محسوس ہوتی ہے لیکن جب انگلیاں بالکل اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہیں تو اس کے بعد شریان سے ان کا اتصال باقی نہیں رہتا بلکہ انفصال ہو جاتا ہے اور حرکت انقباضی محسوس نہیں ہوتی لیکن ان کے نزدیک بھی حرکت انقباضی کا احساس صرف چار جنسوں میں محدود ہے۔ "نبض قوی" میں قوت کی وجہ سے "عظیم" میں ابھار کی وجہ سے "صلب" میں شدت مدافعت کی وجہ سے "بطی" میں

طول مدت کیوجہ سے۔

احساس سکون۔ اس پر تمام اطباء کا اتفاق ہے کہ "سکون خارجی" بتمامہ محسوس ہوتا ہے کیونکہ وہ محیط کے قریب ہوتا ہے اور پورا زمانہ سکون انگلیوں کے اتصال کی حالت میں گذرتا ہے ونیز یہ سکون آخر انبساط اور اول انقباض کے درمیان واقع ہوتا ہے اور یہ دونوں محسوس ہوتے ہیں لہذا اس سکون کا احساس بھی آسان ہے۔ رہا "سکون داخلی" وہ قریب المرکز واقع ہوتا ہے جہاں انگلیوں کی رسائی دشوار ہے پھر یہ آخر انقباض اور اول انبساط کے درمیان واقع ہے اور یہ دونوں غیر محسوس ہیں لہذا اس سکون کا احساس بھی دشوار بلکہ غیر ممکن ہے۔

زمانہ حرکت و سکون کے متعلق اختلاف

اکثر اطباء کی رائے ہے کہ دونوں حرکتوں کا زمانہ بہ نسبت زمانۂ سکون زیادہ طویل ہوتا ہے کیونکہ مقصود بالذات جذب نسیم اور دفع فضلات ہے اور یہ دونوں مقاصد دونوں حرکتوں ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور سکون بالعرض محض طبیعت کو آرام دینے کی غرض سے طبعاً واقع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز مقصود بالذات ہوتی ہے طبیعت اس میں وقت زیادہ صرف کرتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دونوں حرکتوں کا زمانہ زیادہ

طویل ہوگا۔

بعض اطبار کی رائے ہے کہ دونوں حرکتوں کا زمانہ دونوں سکونوں کے زمانہ کے مساوی ہے اور حرکت سے تعب پہونچتا ہے اور استراحت بہ تناسب تعب ہونی چاہیے لہذا ثابت ہوا کہ دونوں کا زمانہ برابر ہوگا۔

دونوں حرکتوں کے زمانہ کا اختلاف

اکثر اطبار کا یہ مذہب ہے کہ حرکت انبساطی زیادہ "سریع" ہوتی ہے کیونکہ اعتدال مزاج کے لئے ٹھنڈی ہوا کی ضرورت بہ نسبت دفع فضلات کے بہت شدید ہوتی ہے۔ لہذا حرکت انبساطی کا زمانہ سرعت کی وجہ سے کم اور حرکت انقباضی کا زمانہ بطوء کی وجہ سے زیادہ ہوگا۔

بعض کی یہ رائے ہے کہ دونوں کے زمانہ متساوی ہوں گے کیونکہ محرک اور دونوں کی مسافتیں برابر ہیں۔

"علامہ قرشی" کی یہ رائے ہے کہ حرکت انقباضی کا زمانہ سرعت کی وجہ سے کم ہوگا۔ وجہ غالباً یہ ہے کہ حرکت انقباضی ایک طبعی حرکت ہے یعنی شریان اس میں اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹتی ہے اسو جہ سے جلد از جلد اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ وہ اپنے مرکز تک پہنچ جائے۔

دونوں سکون کے زمانہ کا اختلاف

اس امر پر اطبا کا اتفاق ہے کہ سکون داخلی کی مدت بہ نسبت سکون خارجی زیادہ طویل ہوتی ہے۔ اس کے تین وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ سکون خارجی کے زمانہ میں حرارت عزیزی اور خون خارج کی طرف منتشر ہوتا ہے اور سکون داخلی کے وقت حرارت عزیزی اور خون اپنے اصلی مقام یعنی قلب میں جمع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شئی کا قیام اپنی اصلی جگہ پر بہ نسبت اجنبی مکان کے زیادہ مدت تک ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سکون خارجی ایک غیر طبعی سکون ہے جو متضاد حرکات کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور سکون داخلی ایک طبعی اور مرکزی سکون ہے جو شریانوں کا طبعی اقتضا ہے اور ظاہر ہے کہ طبعی سکون کا زمانہ بہ نسبت غیر طبعی سکون کے زیادہ طویل ہوگا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ سکون داخلی نبضہ کے پورے عمل یعنی پوری غرض حاصل ہو جانے کے بعد واقع ہوتا ہے اس وجہ سے یہ زمانۂ استراحت زیادہ طویل ہوگا تاکہ نبض دوسرے عمل کے واسطے ہمہ تن آمادہ ہو جائے۔ "ابو سہل مسیحی" کی یہ رائے ہے کہ دونوں سکون کا زمانہ متساوی ہوتا ہے کیونکہ دونوں حرکتیں مساوی ہیں اور دونوں کے زمانہ مخصوص ہیں۔ پس دونوں سکون اگر متساوی نہ ہوں گے تو

کسی ایک زمانۂ حرکت میں سکون لازم آئے گا جو خلاف مسلّمات ہے۔

حرکت انقباضی کی متعلق جالینوس کا خیال

فاضل "جالینوس" نے اپنی کتاب "نبض کبیر" میں یہ حکایت لکھی ہے کہ میں نے جب حرکت انقباضی کے ادراک کے متعلق متقدمین کے اقوال کی جستجو کی تو اُس کے قائلین اور منکرین دونوں کو تعداد اور اعتماد کے لحاظ سے ایک درجہ میں پایا لہذا میری اُمید مایوسی سے تبدیل ہو گئی اور میں نے اقرار کرلیا کہ "حرکت انقباضی" غیر محسوس ہے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میری قوت لامسہ نے کبھی اس کو محسوس نہیں کیا اور جب اپنے اساتذہ سے اس کے متعلق استعانت چاہی تو اُنھوں نے بھی یہی فرمایا کہ حرکت انقباضی نہیں محسوس ہوتی کیونکہ لامسہ اپنے سے مفارق اور جدا ہونے والی چیز کا احساس نہیں کرسکتی بلکہ اُس چیز کا احساس کرتی ہے جو اس کے قریب و متصل ہو اور ان کے اس قول سے میں اس وہم میں مبتلا ہو گیا کہ منکرین "حرکت انقباضی" کی رائے صحیح ہے۔ پس مدتوں میں "حرکت انقباضی" کی طرف سے غافل رہا۔ پھر ایک زمانہ کے بعد از خود میرے دل میں اس کی فکر پیدا ہوئی اور میری حرص میں ترقی ہوئی جیسے آگ میں اچکاک

کے وقت التہاب پیدا ہوتا ہے۔ پس دفعۃً میرے سامنے ایک
ایسا نور چمکا جس نے حق کی جانب میری واضح رہنمائی کی جس
کا خلاصہ یہ ہے کہ اجسام کے باہم ملاقی ہونے کی دو صورتیں ہوتی
ہیں۔ کبھی اتصال و ملامست محضہ ہوتی ہے اور کبھی مداخلت یعنی ایک
جسم دوسرے جسم سے متصل ہونے کے ساتھ ہی کسی قدر اندر بھی داخل
ہو جاتا ہے چنانچہ قوی و صلب جسم ضعیف و نرم جسم کو ملنے کے وقت
اندر کی جانب دبا دیتا ہے۔ جس کی مثال یہ ہے کہ ایک پانی سے
بھری ہوئی مشک سے جب کوئی سخت جسم آکر ملاقی ہوتا ہے تو وہ
مشک کو اندر کی جانب دبا کر کسی قدر گڑھا پیدا کر دیتا ہے پھر جب
دور ہوتا ہے تو نرم جسم کے دبے ہوئے اجزاء مثل سابق ابھر آتے
ہیں۔ کوئی شبہ نہیں کہ اگر یہ اجزاء کسی جسم حساس کے واقع ہوتے تو
ان کے ابھرنے کا احساس یقیناً ہوتا۔ اب ہم نرم جسم کی جگہ اپنی
انگلیوں اور سخت جسم کی جگہ شریان کو فرض کرتے ہیں چنانچہ جب شریان
حرکت انبساطی کے وقت انگلیوں کی سطح سے متصل اور ملاقی ہوتی ہے
تو اس کے تلاقی کی مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک
صورت ہوتی ہے یعنی کبھی ملامست صرفہ و لقائے محض ہوتی ہے جیسا
کہ نبض خامل (ضعیف) میں اور کبھی مداخلت کی صورت پائی جاتی

ہے جبکہ غمز قوی و دفع تام موجود ہو جیسا کہ نبض قوی، عظیم صلب میں اس لئے کہ ان صورتوں میں شریان انگلیوں کو قدرے دبا کر اندر داخل ہو جاتی ہے اور جب "حرکت انقباضی" کے وقت ان سے جدا ہوتی ہے تو انگلیوں کے دبے ہوئے اجزار بھی اپنی اصلی حالت پر لوٹتے ہیں اور تھوڑی مسافت تک شریان کے ساتھ ساتھ متصل رہتے ہیں۔ چونکہ انگلی کے اجزاء کا ابھرنا ممکن الاحساس ہے اس لئے "حرکت انقباضی" بھی کامل توجہ کے بعد یقیناً محسوس ہو سکتی ہے۔

"جالینوس" کا قول ہے کہ "حرکت انقباضی" کے احساس کے بعد نبض کے تمام دروازے مجھ پر کھل گئے اور یہ چیز میرے ہی واسطے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جو میری طرح غور و خوض کریگا اور اپنی توجہ کو قایم رکھے گا یقیناً اس کو بھی "حرکت انقباضی" کا احساس ہو جائے گا۔

"محمد بن ذکریا رازی" نے اس موقع پر اتنی تخصیص کردی ہے کہ "حرکت انقباضی" کا احساس انھی انگلیوں کو ہو سکتا ہے۔ جو ذکی الحس ہوں مثلاً وہ انگلیاں کسی حرفت میں زیادہ استعمال نہ کی جاتی ہوں نہ کثرت حرکات کی وجہ سے سخت ہو چکی ہوں اور

نہ پانی اور مٹی کے اثرات سے متاثر ہوئی ہوں۔ انگلیوں کے پوروں کا رنگ اگر سفید سُرخی مائل ہو تو وہ زیادہ ذکی الحس سمجھی جاتی ہیں۔

"شیخ الرئیس" نے فرمایا ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حرکت "انقباضی" محسوس ہوتی ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ان لوگوں کے نزدیک بھی اکثر حالات میں غیر محسوس ہے چنانچہ اس کا احساس صرف چار اجناس میں منحصر ہے۔

(۱) قوی (۲) صلب (۳) عظیم (۴) بطی۔

نبض کی فی منٹ تعداد۔ جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے اُس کی نبض ایک منٹ میں ۱۴۰ مرتبہ حرکت کرتی ہے اور اُس کی حرکت میں ایک خاص قسم کی لرزش پائی جاتی ہے یہ تعداد تقریباً تین ہفتے تک رہتی ہے اس مدت کے بعد ایک سال تک تعداد ۱۳۰ رہتی ہی اور لرزش میں بھی نمایاں کمی ہو جاتی ہے۔ دو سال تک ۱۱۰ خفیف ارتعاش کے ساتھ، تین سال سے پانچ سال تک ۱۰۰، سات سال سے آٹھ سال تک ۸۰۔۹۰، آٹھ سال سے تقریباً چودہ سال تک ۸۵ اور اس کے بعد تعداد بتدریج طبعی یعنی فی منٹ ۷۲ ہو جاتی ہے۔ نیند میں ۱۰ سے ۲۰ تک گھٹ جاتی ہے۔ تیس سال تک ۷۵، اور ساٹھ

سال تک ۶۰ مرتبہ حرکت کرتی ہے۔

کلائی کی نبض دیکھنے کی وجہ ترجیح

جسم کے جملہ شرائین میں سے نبض کیلئے کلائی کی شریان کو اختیار کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اس میں تین اُمور مجتمع ہیں جو کسی دوسری جگہ مجموعی حیثیت سے نہیں پائے جاتے۔

(۱) یہ شریان زیادہ ظاہر ہونے کی وجہ سے آسانی کے ساتھ اُنگلیوں سے محسوس ہوتی ہے۔

(۲) مریض کو اس کے کھولنے اور دکھانے میں کسی قسم کی دقت یا شرم وحیا دامنگیر نہیں ہوتی۔

(۳) یہ شریان، قلب کے مقابل اور اس سے قریب ہونے کے ساتھ ہی وضع کے لحاظ سے مستقیم واقع ہوتی ہے اور معدن کے قرب ومحاذات کی وجہ سے استدلال زیادہ صحیح اور قابل اعتبار ہوتا ہے۔

نبض دیکھنے کے شرائط

(۱) مریض کو چار زانو یا دو زانو بٹھا کر یا کھڑا کر کے نبض دیکھنی چاہیے تاکہ گردے پر دباؤ اور پیٹ کی رگوں میں انضغاط نہ پیدا ہو۔

(۲) صبح کا وقت ہو کیونکہ سہ پہر کو عکوسات شمسیہ کی وجہ سے تبخیر کا

امکان ہے۔

(۳) مریض کو نبض دکھانے سے تقریباً نصف گھنٹہ پہلے کسی قدر ناشتہ کرلینا چاہیے کیونکہ ایک گھنٹہ بعد عروق میں کیلوس جذب ہونے لگتا ہے جس کی وجہ سے نبض میں امتلائی انضغاط پیدا ہوجاتا ہے۔

(۴) مریض کا ہاتھ اپنی طبعی وضع پر ہونا چاہیے یعنی چھنگلیا نیچے انگوٹھا اوپر، ہتھیلی اندر کی جانب اور پشت باہر کی جانب ہو کیونکہ اس صورت میں شریان کے اقطار ثلثہ بھی طبعی حالت پر ہوتے ہیں لیکن ہاتھ اگر غیر طبعی وضع پر ہو تو شریان کی وضع میں بھی تغیر پیدا ہوجاتا ہے مثلاً ہاتھ کو اگر اوندھا کردیا جائے یعنی ہتھیلی نیچے پشت اوپر انگوٹھا اندر اور چھنگلیا باہر کی جانب ہو تو ایسی صورت میں شریان کا عرض اور بڑھ جاتا ہے اور طول میں کمی ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر ہاتھ کو چت کرلیا جائے یعنی ہتھیلی اوپر، پشت نیچے، انگوٹھا باہر، اور چھنگلیا اندر کی جانب ہو تو اس صورت میں شریان طول اور اشراف میں بڑھ جاتی ہے۔ اور عرض میں کم ہوجاتی ہے۔

(۵) مریض تمام انفعالات نفسانیہ مثلاً غم و فکر غصہ اور خوشی سے خالی ہو۔

(۶) نبض دیکھنے سے کچھ قبل ریاضت بھی نہ کی ہو۔

(۷) نہ پیٹ بھرا ہوا ہو اور نہ بھوک کی حالت ہو۔



ایک انگلی سے نبض دیکھنے کا طریقہ

(۸) نہ کسی قدیم عادت کو ترک کیا ہو اور نہ کسی جدید عادت کو اختیار کیا ہو کیونکہ مذکورہ بالا تمام صورتوں میں نبض کے اندر غیر طبعی تغیرات لاحق ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے نبض پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(۹) مریض کے ہاتھ پر نہ کوئی بوجھ پڑ رہا ہو اور نہ کسی جہت سے دبا ہوا ہو۔

نبض دیکھنے کا طریقہ۔ نبض دیکھنے کے مختلف طریقے ہیں اطباء کی ایک جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی کلمہ والی انگلی کو زند اعلیٰ کی شریان پر اس طرح رکھتے ہیں کہ تیسری پور کلائی کی جانب رہتی ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نبض کے مختلف اجزاء کا احساس ایک ہی انگلی سے زیادہ قابل اعتماد ہوگا کیونکہ تین یا چار انگلیوں کے محسوس کرنے والے آلات، قوت حس کے اعتبار سے مختلف ہو جاتے ہیں اور قوت حس کا یہ اختلاف احساس کے اختلاف کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے محسوسات کے متعلق کوئی یقینی اور صحیح فیصلہ کرنا مشکل ہوگا۔ ملاحظہ ہو تصویر نمبر ۱

دوسرا طریقہ جسکو صاحب کامل نے ذکر کیا ہے اور اکثر اطباء نے اس کی تقلید کی ہے وہ یہ ہے کہ مریض کی نبض چار انگلیوں سے دیکھی جائے۔ چار انگلیوں کی قید اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ

کہ اُن کے ممالک میں نبض کا طبعی طول تین ساڑھے تین انگل تک پایا جاتا ہے اسی وجہ سے غیر طبعی طول معلوم کرنے کی غرض سے چار انگلیوں کو کام میں لانا ضروری ہوا - ان انگلیوں کو اس ترتیب سے رکھنا چاہیے کہ کلمہ کی انگلی آخری جانب اور چھنگلیا کلائی کی طرف ہو کیونکہ چھنگلیا کی قوت حس بہ نسبت سبابہ کے کم ہے اور کلائی کی جانب شریان کی حرکت زیادہ ظاہر ہوتی ہے لہذا واضح حرکت کے محسوس کرنے کے واسطے ضعیف الحس انگلی بھی کافی ہے - نبض کے آخری حصّہ کی حرکت عضلات کے نیچے منضغط ہونے کی وجہ سے کسی قدر خفی ہوتی ہے اس لئے اس حرکت کے احساس کے واسطے اسی انگلی سے کام لینا چاہیئے جسکی قوت حس زیادہ قوی ہو اور وہ کلمہ کی انگلی ہے - اس ترتیب پر تمام شروط کے ساتھ عمل کرنے کی صورت یہ ہے کہ طبیب مریض کے دائیں ہاتھ کی نبض دائیں ہاتھ سے اور بائیں ہاتھ کی نبض بائیں ہاتھ سے دیکھے - ایسی صورت میں تمام اجزاء شریان کی حرکت کا احساس باعتبار کثرت و قلت ظہور اور بلحاظ ذکاوت و بلادت حس برابر ہو جائیگا - ملاحظہ ہو تصویر نمبر ۲

تیسرا طریقہ - جو ہندوستان کے اکثر اطبا میں رائج ہے وہ یہ ہے کہ نبض کو تین انگلیوں (کلمہ کی انگلی، درمیانی انگلی، چھنگلیا کے

پاس والی انگلی) سے دیکھا جائے۔ اس جماعت میں بیشتر افراد ایسے ہیں جو کلمہ کی انگلی کو کلائی کی جانب رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تصویر نمبر ۳ اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جو کلمہ کی انگلی کو آخر میں اور تیسری انگلی کو کلائی کی جانب رکھیں۔

ممکن ہے کہ ان لوگوں کا یہ طریقۂ عمل عدم التفات پر مبنی ہو اور بہت ممکن ہے کہ اول امر میں اس کی بنا کسی تشریحی سہولت پر رکھی گئی ہو کیونکہ تینوں انگلیوں کو برابر سے طبعی حالت پر جس وقت جھکایا جاتا ہے تو کلمہ کی انگلی کسی قدر بلند اور تیسری انگلی کسی قدر پست ہوتی ہے اور موضع شریان کی ساخت بھی اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ کلائی کے قریب کا حصّہ کسی قدر بلند اور آخری حصّہ کسی قدر پست واقع ہوا ہے۔ ایسی صورت میں سہولت کا طبعی اقتضا یہی ہے کہ کلمہ کی انگلی کلائی کی جانب اور تیسری انگلی آخری جانب رکھی جائے تاکہ قدرے طبعی جھکاؤ کے بعد شریان سے اتصال ہو جائے اور کسی قسم کے غیر طبعی دباؤ کی ضرورت نہ پڑے ورنہ بلند حصّہ یعنی کلمہ کی انگلی کو موضع شریان کے پست یعنی آخری حصّہ پر رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بغیر انضغاط غیر طبعی دونوں کا صحیح اتصال ممکن نہ ہو سکے گا۔ یہ وجہ تو تینوں انگلیوں کے ترتیب کی تھی۔ رہا یہ امر کہ چار انگلیوں میں سے ایک انگلی کم کیوں کر دی گئی، غالباً اس کا

سبب یہ ہے کہ ہندوستان میں نبض کا طبعی طول ۲½ انگل سے زیادہ نہیں پایا جاتا اسوجہ سے احساس اجناس کیواسطے تین انگلیاں کافی سمجھی گئیں۔

کس ہاتھ کی نبض پہلے دیکھنی چاہیئے

بہتر طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی نبض ایک ساتھ دیکھی جائے تاکہ دونوں نبضوں کا ایک ہی وقت میں بآسانی صحیح مقابلہ ہو سکے۔ لیکن اکثر متقدمین کے اصول کے مطابق مریض کے دائیں ہاتھ کی نبض پہلے دیکھنی چاہیے کیونکہ دائیں ہاتھ کی نبض دائیں ہاتھ سے دیکھی جاتی ہے جس کا احساس قوی اور قابل اعتماد ہوتا ہے اگرچہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ قرب قلب کی وجہ سے بائیں ہاتھ کی نبض پر زیادہ وثوق کیا جاتا لیکن چونکہ بائیں ہاتھ کی نبض بائیں ہاتھ سے دیکھی جاتی ہے جس میں حس کم ہے لہذا یہ وجہ ترجیح قابل اعتنا نہیں۔

یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اگرچہ دائیں ہاتھ کا احساس زیادہ ہے لیکن اسی کے ساتھ ہی مریض کا دایاں ہاتھ قلب سے بعید بھی واقع ہوا ہے لہذا دونوں صورتیں برابر ہوئیں اور کسی کو وجہ ترجیح حاصل نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ دائیں اور بائیں ہاتھ کے احساس میں جو تفاوت ہے وہ بہ نسبت اس تفاوت کے بہت زیادہ ہے جو دائیں اور بائیں شریان کو قرب قلب اور بُعد قلب کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ طبیب کو



تین انگلیوں سے نبض دیکھنے کا طریقہ

دونوں ہاتھوں کے احساسات میں جو کثیر تفاوت ہے اس کی تلافی مریض کے دونوں شریانوں کے قلیل تفاوت سے نہیں ہو سکتی۔

نباض کے لئے ہدایات۔ طبیب نبض دیکھنے کے وقت اپنا خالی ہاتھ مریض کے ہاتھ کے نیچے رکھ دے تاکہ مریض کے ہاتھ کو تعب (تکان) نہ لاحق ہو۔ نیز نبض دیکھتے وقت تمام افکار وحوادث سے خالی ہو۔ غصہ اور خوشی، غم اور خوف، بھوک وپیاس اور گرانی معدہ وغیرہ عوارض سے مبرا ہو۔ اپنی انگلیوں سے کوئی سخت کام نہ کرے جس سے انگلیاں سخت اور کھردری ہو جائیں کیونکہ انگلیوں کو نرم اور ذکی الحس ہونے کی ضرورت ہے نبض کے تمام اقسام ونیز اسنان، امزجہ، فصول اور بلدان وغیرہ کی وجہ سے نبض کے جملہ تغیرات ہر وقت نباض کے ذہن میں مستحضر رہیں۔ نبض قوی کو زور سے دبا کر، ضعیف کو آہستہ اور معتدل کو معتدل طریقہ سے دیکھے۔ مریض کے پاس پہونچتے ہی نبض نہ دیکھنی چاہیئے کیونکہ دفعۃً پہونچنے کی وجہ سے مریض کے حواس، اس کے حالات اور نبض میں کسی قدر تغیر ہو جاتا ہے لہذا مریض یا اس کے تیمارداروں سے کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد نبض دیکھنی چاہیے۔

نبض کتنی دیر تک دیکھنی چاہیئے۔ "ابو سہل مسیحی" نے لکھا ہے کہ تیس نبضہ تک دیکھی جائے۔ مگر اس کی کوئی دلیل نہیں بیان کی۔

"سامری" کی بھی رائے یہی ہے اور اس نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ چونکہ نبض کی دس جنسیں ہیں اور ہر جنس کی تین قسمیں ہیں اس لحاظ سے تیس نبضہ تک نبض کا دیکھنا ضروری ہے۔ "صاحب کناش اسکندری" نے یہ تحریر کیا ہے کہ جب تک مریض کے بارہ نبضہ نہ دیکھ لو نبض پر سے ہاتھ نہ اُٹھاؤ۔

اجناسِ نبض

نبض کی اجناس عشرہ جن کو اطبار نے معرفت احوال کے واسطے وضع کیا ہے وہ حسب ذیل دس اُمور سے ماخوذ ہیں:۔

(۱) مقدار انبساط (۲) کیفیت قرعۂ حرکت (۳) زمانۂ حرکت (۴) زمانۂ سکون (۵) قوام آلہ (۶) شریان کا خلا و امتلار (۷) شریان کی حرارت و برودت (۸) حرکات کا استوار و اختلاف (۹) اختلاف کے اندر نظام و عدم نظام (۱۰) وزن۔ اور انہی دس امور کی طرف اجناس نبض کو منسوب کیا ہے۔

"ابوسہل مسیحی" نے دس جنسوں میں حصر کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ قلب و شریان کے حالات پر استدلال تین امور میں منحصر ہے (۱) فاعل (قوت حیوانی) (۲) فعل (حرکت) (۳)۔ آلہ (شریان)

چنانچہ فاعل کے لحاظ سے نبض کی ایک جنس قوی و ضعیف۔ اور فعل یعنی حرکت جس کو سکون بھی لازم ہے اس سے پانچ جنسیں حاصل ہوتی ہیں۔ مسافت حرکت کے لحاظ سے عظیم و صغیر، زمانہ حرکت کے لحاظ سے سریع و بطی، تقابل حرکات کے لحاظ سے مستوی و مختلف جن کے اندر نظام ہوگا یا نہ ہوگا، زمانۂ سکون کے لحاظ سے متواتر و متفاوت، حرکتوں یا سکونوں کے باہمی تقابل کے لحاظ سے وزن ولاوزن کی جنس ہے۔

جرم شریان کے لحاظ سے نبض کی تین جنسیں حاصل ہوتی ہیں۔

باعتبار کیفیات ملموسہ حار و بارد، بلحاظ قوام جرم شریان صلب و لین، باعتبار خلاء و امتلاء شریان ممتلی و خالی۔ پس یہ نو جنسیں ہوئیں رہی دسویں جنس نظام و عدم نظام تو وہ غیر مستوی کے اندر داخل ہے۔

پہلی جنس مقدار نبض۔ مقدار نبض سے مراد نبض کی حرکتوں کی مسافت ہے۔ اگر دونوں حرکتوں کا احساس ہو تو دونوں کی مقدار کا لحاظ کیا جائیگا ورنہ صرف حرکت انبساطی کی مسافت کا اعتبار ہوگا۔

اس جنس میں نبض کے اقطار ثلثہ طول، عرض اور عمق سے حالات پر استدلال کیا جاتا ہے اس مقام پر اقطار ثلثہ حقیقت کے لحاظ سے نہیں بلکہ محسوس ہونے کی حیثیت سے معتبر ہیں۔ اس جنس کی بسیط قسمیں نو نکلتی ہیں۔

(۱) طویل (۲) قصیر (۳) معتدل (۴) عریض (۵) ضیق (۶) معتدل

(۷) مشرف (۸) منخفض (۹) معتدل۔

طویل۔ جو طول میں طبعی حالت سے زیادہ محسوس ہو۔
قصیر۔ جس کے اندر طول طبعی حالت سے کم محسوس ہو۔
معتدل۔ جس میں طبعی طول محسوس ہو۔

باقی اقسام کو بھی اسی اصول پر قیاس کرنا چاہیے۔ چونکہ طول وغیرہ امور اضافیہ سے ہیں جن کی معرفت کے لئے کسی طبعی معیار کی ضرورت ہے جس پر قیاس کرکے طول و عرض وغیرہ کے متعلق حکم لگایا جاسکے اس لئے اس کے متعلق فاضل "جالینوس" نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلے ایک شخص "معتدل حقیقی" فرض کیا جائے اور اُس کی ایک فرضی نبض کا اندازہ کرلیا جائے اور پھر اسی کسوٹی پر تمام نبضوں کو پرکھا جائے۔ یا معتدل نوعی، صنفی شخصی کی نبض کا اندازہ کیا جائے اور اس پر دوسری نبضوں کو قیاس کرکے حکم لگایا جائے۔ اس مسئلہ میں "شیخ" نے بھی "جالینوس" کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔

بعض متقدمین اطباء نے انگلیوں کی مقادیر کے لحاظ سے معیار متعین کیا ہے جس کو "صاحب کامل الصناعۃ" و "ابن ابی صادق" نے بھی اختیار کیا ہے اور اس کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ نبض کا طول اگر چار انگلیوں سے بہت آگے تک محسوس ہو تو نبض "طویل" اگر ان

سے کم محسوس ہو تو "قصیر" اور اگر انہی کے برابر محسوس ہو تو معتدل ہے۔

اسی طرح اگر شریان کا عرض انگلیوں کے عرض کے قریب ہو تو نبض "عریض" اور اگر اس کے تھوڑے عرض کے برابر ہو تو "دقیق" اور اگر مقدار اوسط کے برابر ہو تو "معتدل" ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر شریان اس قدر زیادہ مرتفع ہو کہ انگلیوں کے اندر نفوذ کر جائے تو اس کو "شاہق" اور اگر تھوڑا ارتفاع ہو تو "منخفض" اور اگر اوسط درجہ کا ارتفاع ہو تو "معتدل" کہیں گے۔

"امام رازی" نے اس طریقہ کو مذموم قرار دیا ہے اور وجہ یہ پیش کی ہے کہ چونکہ نبض دیکھنے والے کی انگلیاں حجم میں مختلف ہوتی ہیں، کسی کی چھوٹی کسی کی بڑی لہٰذا ایک ہی شخص کی نبض چند طبیبوں کی انگلیوں کے لحاظ سے مختلف محسوس ہوگی۔

علاوہ ازیں نبض کے دوسرے اقسام مثلاً قوت ضعف، صلابت ولینت وغیرہ میں سوائے نبض معتدل فرض کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔

"علامہ آملی" نے دونوں شبہات کو ضعیف قرار دیتے ہوئے پہلے شبہہ کا جواب یہ دیا ہے کہ انگلیاں اُس شخص کی فرض کی جائیں جو اپنی جسمانی حالت اور انگلیوں کی مقدار کے لحاظ سے معتدل ہو اور دوسرے شبہہ کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تمام اقسام میں مقابلہ کی ایک ہی صورت ہو۔

اس مسئلہ میں جمہور اطباء کی رائے یہ ہے کہ جس شخص کی نبض دیکھی جائے اُس کی حالت صحت کا اندازہ کرکے اسی پر قیاس کیا جائے۔

اقسام بسیطہ اور ان کے مرکبات۔ اس جنس کے کل اقسام ترسٹھ ۶۳ نکلتے ہیں۔ مرکبات ثنائی اور مرکبات ثلاثی دونوں کی ستائیس ستائیس قسمیں نکلتی ہیں جن کی مجموعی تعداد چوّن ۵۴ ہوتی ہے اور بسائط کی نو ۹۔ جن کو ملانے کے بعد اس جنس کے ترسٹھ اقسام حاصل ہوتے ہیں مرکبات میں سے مندرجہ ذیل چھ قسمیں ایسی ہیں جن کے لئے مستقل نام وضع کئے گئے ہیں۔

(۱) عظیم (۲) صغیر (۳) معتدل (۴) غلیظ (۵) دقیق (۶) معتدل

عظیم - جو نبض طویل، عریض، شاہق ہو۔

صغیر - جو نبض قصیر، ضیق، منخفض ہو۔

معتدل - جس نبض کا طول، عرض، عمق متوسط ہو۔

غلیظ - جو نبض صرف عریض و شاہق ہو۔

دقیق - جو ضیق و منخفض ہو۔

معتدل - جو عرض و شہوق میں متوسط ہو۔

دوسری جنس کیفیت قرعہ حرکت۔ یہ جنس انگلیوں میں شریان کی ٹھوکر لگنے کی کیفیت سے ماخوذ ہے اور اسکی تین قسمیں ہیں۔

قوی - وہ نبض ہے جو انبساط کے وقت قوت کے ساتھ انگلیوں کی مدافعت کرے۔

ضعیف - جو انگلیوں کو کمزوری کے ساتھ دفع کرے۔

معتدل - جو ان دونوں کے درمیان متوسط ہو۔

"علامہ قرشی" کے نزدیک اس جنس کی نو قسمیں ہیں۔ انھوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ شریان کی حرکت انبساطی کا باعث قوتِ شریان ہے اور حرکت انقباضی کا باعث ضرورت خلائی اور جذب روح وخون کی بناء پر قوت قلب ہے لہذا جبکہ حرکت انقباضی اور انبساطی کے اسباب مختلف ہوئے تو ممکن ہے کہ ان میں سے حرکت انبساطی قوی اور انقباضی ضعیف یا بالعکس ہو یا معتدل ہو الغرض حرکت انبساطی کی تین قسمیں قوی، ضعیف، معتدل کو حرکت انقباضی کی انہی تینوں اقسام کے ساتھ ضرب دیا جائے تو نو قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ "علامہ آملی" نے "قرشی" کے مذہب کو باطل قرار دیا ہے اس لئے ان اقسام کو بھی قابل اعتبار نہ پایا ہو

تیسری جنس زمانۂ حرکت - یہ جنس شریان کے زمانۂ حرکت سے ماخوذ ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

سریع - وہ نبض ہے جو تھوڑی مدت میں اپنی حرکت کو پورا کرے

بطی ۔ وہ نبض ہے جو زیادہ مدت میں اپنی حرکت کو پورا کرے ۔
معتدل ۔ وہ نبض ہے جو متوسط زمانہ میں اپنی حرکت کو پورا کرے ۔
"ابو سہل مسیحی" نے یہ بیان کیا ہے کہ اس جنس کی قسمیں تین سے زیادہ ہونی چاہئیں کیونکہ نبض میں دو حرکتیں (حرکت انبساطی و انقباضی) پائی جاتی ہیں اور ان میں سے کسی ایک حرکت کے سریع، بطی یا معتدل ہونے سے دوسری حرکت کا ویسا ہی ہونا لازم نہیں آتا پس جس طرح حرکت انبساطی کی تین قسمیں (۱) سریع (۲) بطی (۳) معتدل ہوئیں اسی طرح حرکت انقباضی کی بھی تین قسمیں ہونی چاہئیں لیکن صرف تین قسموں ہی پر اکتفا کرنا یا تو عادت اطبار کی پیروی پر مبنی ہے یا اس لئے کہ حرکت انقباضی کا احساس بہت مشکل ہے ۔ اگر غور کیا جائے تو "مسیحی" کا شبہہ صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ نبض کی حرکت کا خواہ مطلقاً لحاظ کیا جائے یا اس کو انبساط اور انقباض سے مقید کر دیا جائے بہرصورت تین سے زیادہ اقسام حاصل نہیں ہوتے البتہ اس صورت میں اقسام زاید نکلیں گے جبکہ انبساطی و انقباضی حرکات کے اندر باہمی مقابلہ کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ہماری بحث اس چیز سے متعلق نہیں ہے ۔
چوتھی جنس قوام آلہ ۔ یہ جنس جرم شریان کے قوام کے لحاظ

سے ماخوذ ہے اس کی تین قسمیں ہیں

لیّن - وہ نبض ہے جو دبانے سے آسانی کے ساتھ دب جائے

صلب - اس کی ضد ہے -

معتدل - جو ان دونوں کے درمیان متوسط ہو -

قوی اور صلب کے درمیان فرق - اکثر نبض قوی اور صلب میں اشتباہ واقع ہوتا ہے کیونکہ "نبض قوی" اپنی قوت کی وجہ سے اور صلب" اپنی صلابت کے باعث انگلیوں کے اندر نفوذ کرنے میں مشترک ہیں اس لئے ان دونوں میں فرق کرنے کا یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ نبض کو زور سے دبایا جاوے اگر شریان قوت کے ساتھ مدافعت کرے تو "قوی" ورنہ "صلب" ہے

پانچویں جنس امتلاء وخلاء - یہ جنس رطوبت پر شریان کے حاوی و مشتمل ہونے کے لحاظ سے ماخوذ ہے - اس جنس کی تین قسمیں ہیں -

ممتلی - وہ نبض ہے جس کے اندر یہ محسوس ہو کہ گویا اس کی تجویف معتد بہ رطوبات سے پُر ہے اور اس کے اندر فراغ صرف نہیں ہے -

خالی - اس کی ضد ہے یعنی اس میں خلاء محض یا فراغ صرف محسوس ہوتی ہے - فراغ صرف یا خلاء محض سے یہ مراد نہیں ہے کہ شریان

حقیقتاً روح وخون سے خالی ہے کیونکہ زندگی میں یہ امر محال ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ رطوبات اتنی کم ہوں کہ شریان ہم کو خالی محسوس ہو۔ اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان کی فضاء باوجود کثیر ہوا سے پر ہونے کے ہم کو خالی محسوس ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر قوت حاسہ کسی چیز کو خالی محسوس کرے تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حقیقتاً بھی خالی ہے۔

معتدل۔ وہ ہے جسکی تجویف میں رطوبت غیر معتدبہ یعنی بعض علاء یوں موجود ہو۔

چھٹی جنس ملمس نبض۔ یہ جنس ملمس کے لحاظ سے ماخوذ ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) حار (۲) بارد (۳) معتدل۔ اس موقع پر دو اُمور قابل غور ہیں۔

"اوّل" یہ کہ نبض کی قسمیں رطوبت یا یبوست کے لحاظ سے بھی کیوں نہیں اختیار کی گئیں۔

"دوسرے" یہ کہ شریان کی حرارت یا برودت کا پتہ کیسے چل سکتا ہے جبکہ وہ جلد ولحم کے نیچے پوشیدہ ہے۔

پہلے اعتراض کے دو جوابات دئے گئے ہیں۔ "ابوسہل مسیحی" کا جواب یہ ہے کہ رطوبت ویبوست کیفیات منفعلہ سے ہیں جن کا احساس زیادہ اہمیت نہیں رکھتا لیکن تحقیقی جواب یہ ہے کہ رطوبت

اگر جوف شریان میں ہو تو یہ قسم جنس خلاء و امتلاء میں داخل ہو جائیگی اور اگر "رطوبت و یبوست" جرم شریان میں ہو تو یہ دونوں قسمیں لین یا صلب ہو کر جنس قوام آلہ کے تحت میں داخل ہو جائینگی۔

رہا دوسرا امر تو اس کے متعلق یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلے انگلیوں کو شریان سے ذرا ہٹا کر رکھنا چاہیے اور وہاں کی معتدل کیفیت کا اندازہ لگانے کے بعد شریان کی جگہ پر انگلیاں رکھ کر یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ شریان کی حرارت اعتدال سے کتنی متجاوز ہے، البتہ شریان کا بارد محسوس ہونا بہت ہی نادر ہے اس لئے کہ شریان میں باقی اعضاء بدن کے لحاظ سے حرارت کی کمی فہم و ادراک سے بعید ہے کیونکہ قلب کے ساتھ شریان کا اتصال اور اس میں کثرت روح و دم یہ دونوں امور ایسے ہیں جو ہر وقت اس کو تمام جسم سے زیادہ گرم رکھتے ہیں۔ بہر حال اگر تمام جسم سوائے شریان کے کسی سبب خارجی کی وجہ سے زیادہ گرم ہو جائے تو اس شریان کا لمس دیگر اعضاء کی نسبت سے بارد کہا جائیگا۔

ساتویں جنس زمانہ سکون - یہ جنس زمانہ سکون کے اعتبار سے ماخوذ ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر (۲) متفاوت۔ (۳) معتدل۔

متواتر - وہ نبض ہے جس کے دونوں قرعات کے درمیان زمانہ

سکون کم محسوس ہو۔ اس قسم کو "متدارک و متکاثف" بھی کہتے ہیں کیونکہ زمانہ سکون کے کم ہونے کی وجہ سے دونوں حرکتیں گویا متلاحق ہو جاتی ہیں۔

متواتر و سریع میں فرق۔ یہ ہے کہ اول الذکر میں زمانہ سکون کی کمی ملحوظ ہے۔ زمانۂ حرکت سے مطلقاً بحث نہیں ہے اور ثانی الذکر میں زمانہ حرکت کی کمی معتبر ہے۔ زمانۂ سکون سے بحث نہیں۔

دوسرا فرق یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ سرعت و بطو کا ادراک ایک ہی حرکت سے ہو سکتا ہے بخلاف تواتر و تفاوت کے کہ ان کا ادراک بغیر دونوں حرکتوں کے غیر ممکن ہے۔ یعنی جب تک دوسری حرکت شروع نہ ہو جائے اس وقت تک اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ زمانۂ سکون کس قدر ہوگا۔ بخلاف سرعت کے کہ اس کا احساس صرف حرکت کی رفتار سے ہو جاتا ہے۔

متفاوت۔ وہ نبض ہے جس میں دونوں حرکتوں کے درمیان سکون کا زمانہ طویل ہو۔ اس نبض کو "متراخی و متخلخل" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ سکون کے طویل ہونے کی وجہ سے دونوں حرکتوں کے درمیان کافی تراخی اور تخلخل ہوتا ہے۔

معتدل۔ وہ نبض ہے جس میں زمانۂ سکون متوسط ہو۔ صرف تین قسمیں اُسی

وقت ثابت ہوتی ہیں جبکہ سکون حقیقی نہیں بلکہ سکون حسّی مراد ہو جو دونوں
انبساط کے درمیان میں واقع ہوتا ہے۔ ایسا اُسی وقت ہوگا جبکہ "حرکت
انقباضی" محسوس نہ ہو ورنہ ایک سکون خارجی حرکت انبساطی کے بعد اور
انقباضی سے قبل ہوگا اور دوسرا سکون داخلی حرکت انقباضی کے بعد اور انبساطی
سے قبل ہوگا لہٰذا ایسی صورت میں اس جنس کی نو قسمیں نکلیں گی۔ خلاصہ یہ
کہ ان اقسام کے حصول کا دار و مدار حرکت انقباضی کے احساس پر ہے۔ اگر
حرکت انقباضی محسوس نہ ہو تو سکون میں چار زمانے داخل ہوں گے۔

(۱) سکون خارجی (۲) حرکت انقباضی (۳) سکون داخلی (۴)
اول حرکت انبساطی۔

اور اگر حرکت انقباضی کا احساس فرض کر لیا جائے تو دو سکون نکلیں گے۔

سکون خارجی۔ جو حقیقی سکون ہوگا اور اس میں کسی دوسری چیز کا زمانہ
معتبر نہ ہوگا۔

سکون داخلی۔ اس سکون میں تین چیزیں داخل ہوں گی۔

(الف) حرکت انقباضی کا آخر حصّہ

(ب) سکون حقیقی داخلی۔

(ج) حرکت انبساطی کا اوّل حصّہ۔ کیونکہ یہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ حرکت
انبساطی کا اوّل حصّہ اور حرکت انقباضی کا آخر حصہ بالاتفاق غیر محسوس ہے۔

آٹھویں جنس استوار اور اختلاف - یہ جنس نبض کے استوار اور اختلاف سے ماخوذ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مستوی اور (۲) مختلف - ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری قسم معتدل نہیں نکلتی کیونکہ مختلف سے مراد غیر مستوی ہے اور ظاہر ہے غیر مستوی کے درمیان کوئی ایسا واسطہ نہیں ہو سکتا جس کو معتدل کہا جا سکے۔

نبض کے استوار اور اختلاف کی صورتیں

پہلی صورت - یہ ہے کہ متعدد نبضات کا مقابلہ کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ سب آپس میں یکساں ہیں یا مختلف۔

دوسری صورت - یہ ہے کہ ایک ہی نبضہ کے اجزاء اربعہ کا جو چار انگلیوں کے نیچے واقع ہوئے ہیں آپس میں مقابلہ کیا جائے اور یہ غور کیا جائے کہ وہ یکساں ہیں یا مختلف۔

تیسری صورت - یہ ہے کہ ایک نبضہ کا صرف ایک جز، جو ایک انگلی کے نیچے واقع ہوا ہے اس پر غور کیا جائے کہ اس کی پوری حرکت انبساطی مرکز سے محیط یعنی مبدا سے منتہی تک یکساں ہے یا اول انبساط اور آخر انبساط میں کچھ اختلاف اور فرق ہے۔

پانچ جنسوں میں استواء اور اختلاف کا حصر

اطباء نے استواء اور اختلاف کے محسوس ہونے کو پانچ جنسوں کے ساتھ اس لئے مختص کیا ہے کہ دیگر اجناس میں استواء اور اختلاف کا وقوع بعید از امکان ہے یا اُس کا احساس تقریباً غیر ممکن ہے وہ پانچ اجناس جن میں استواء اور اختلاف نمایاں ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) عظم و صغر (۲) قوت و ضعف (۳) سرعت و بطوء (۴) تواتر و تفاوت (۵) صلابت و لینت۔

اگرچہ بقیہ اور اجناس مثلاً جنس امتلاء و خلاء، جنس حرارت و برودت جنس وزن میں بھی استواء و اختلاف کا اعتبار جائز ہے لیکن اس کا وقوع بعید اور احساس قریب قریب غیر ممکن ہے کیونکہ نبضہ یا جزر نبضہ یا اس جزء کے اول انبساط کا ممتلی یا حار یا جید الوزن ہونا اور پھر فوراً ہی دوسرے نبضہ یا دوسرے جزء نبضہ یا آخر انبساط کا خالی، بارد مغایر الوزن یا مباین الوزن ہونا اگرچہ محال نہیں لیکن بعید الوقوع یقیناً ہے علاوہ بریں اس کا احساس صرف دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

استواء اور اختلاف کے اقسام

مذکورہ جنسوں کے لحاظ سے استوار اور اختلاف کے اقسام چار سو چونتیس نکلتے ہیں، جن کا اصول یہ ہے کہ جن اُمور کے اندر استوار اور اختلاف ہوتا ہے وہ تین ہیں۔

(۱) نبضات کثیرہ (۲) اجزاء نبضہ (۳) جزءِ نبضہ

جن اُمور کے ساتھ استوار اختلاف ہوتا ہے وہ پانچ اجناس ہیں۔

(۱) عظم وصغر (۲) قوت وضعف (۳) سرعت وبطوء (۴) تواتر و تفاوت (۵) صلابت ولینت۔ ان تین اُمور کی بساطت وترکیب کے لحاظ سے جن میں استوار و اختلاف واقع ہوتا ہے۔ حسب ذیل سات اقسام ہیں۔

بسائط کی تین قسمیں ہیں (۱) مختلف نبضات کثیرہ میں (۲) مختلف اجزاء نبضہ میں (۳) مختلف جزء واحد میں۔

مرکب ثنائی کی تین قسمیں ہیں (۱) مختلف نبضات و اجزاء نبضہ میں (۲) مختلف نبضات اور جزء واحد میں (۳) مختلف اجزاء نبضہ اور جزء واحد میں۔

ثلاثی کی ایک قسم ہے، کل سات قسمیں ہیں۔

جن چیزوں کے ساتھ اختلاف ہوتا ہے، ان کی بساطت وترکیب کے لحاظ سے اکتیس قسمیں ہیں۔

بسائط کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) مختلف عظم وصغر میں۔ (۲) مختلف قوت وضعف میں (۳) مختلف سرعت وبطوء میں (۴) مختلف تواتر وتفاوت میں (۵) مختلف صلابت ولینت میں۔

مرکب ثنائی کی دس قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کو چاروں قسموں کے ساتھ جمع کرنے سے چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں۔ دوسری قسموں کو بقیہ تین قسموں میں ملانے سے تین قسمیں، تیسری کو دو کے ساتھ ملانے سے دو قسمیں اور چوتھی کو پانچویں کے ساتھ ملانے سے ایک قسم لہٰذا کل دس قسمیں ہوئیں۔

مرکب ثلاثی کی دس قسمیں ہیں۔ اس واسطے کہ ہر ایک قسم کو تین تین کے ساتھ ملانے سے نو ۹ قسمیں حاصل ہوتی ہیں اور ایک قسم بقیہ تین قسموں کا مجموعہ۔

(۱) مختلف عظم وصغر۔ قوت وضعف ۔ سرعت وبطوء۔

(۲) " عظم وصغر۔ سرعت وبطوء۔ تواتر وتفاوت

(۳) " عظم وصغر۔ قوت وضعف۔ تواتر وتفاوت

(۴) " عظم وصغر۔ سرعت وبطوء۔ صلابت ولینت

(۵) مختلف عظم وصغر - تواتر و تفاوت - صلابت و لنیت
(۶) " قوت وضعف - سرعت وبطو - تواتر و تفا و ت
(۷) " قوت وضعف - سرعت وبطو - صلابت ولنیت
(۸) " قوت وضعف - تواتر و تفاوت - صلابت ولنیت
(۹) " سرعت وبطو - تواتر و تفاوت - صلابت ولنیت
(۱۰) " تواتر و تفاوت - عظم وصغر - قوت وضعف

مرکب رباعی کی اقسام

(۱) عظم وصغر - ضعف وقوت - سرعت وبطو - تواتر و تفا وت
(۲) " - قوت وضعف - سرعت وبطو - صلابت ولنیت
(۳) " - قوت وضعف - تواتر و تفاوت - صلابت ولینت
(۴) " - سرعت وبطو - تواتر و تفاوت - صلابت ولینت
(۵) قوت وضعف - سرعت وبطو - تواتر و تفا وت - صلابت ولینت

خماسی، کی ایک قسم مختلف عظم وصغر - قوت وضعف سرعت وبطو تواتر و تفاوت، صلابت ولینت ہے۔

اب پہلی سات قسموں کو جس وقت دوسری اکتیس (۳۱) قسموں میں ضرب دیا جائے تو دو سو سترہ (۲۱۷) قسمیں نکلتی ہیں یہ قسمیں مختلف کی ہیں

اور انہی اصول پر مستوی کے اقسام کو بھی قیاس کیجئے لہٰذا دونوں کی اقسام مل کر چار سو چونتیس ۴۳۴ قسمیں ہو جائیں گی۔

مستوی اور مختلف کی قسمیں

(۱) مستوی و مختلف علی الاطلاق۔ وہ نبض ہے جو ان پانچوں جنسوں میں مستوی یا مختلف ہو۔

(۲) مستوی و مختلف لاعلی الاطلاق۔ اُس نبض کو کہتے ہیں جو کسی جنس میں مستوی اور کسی میں مختلف ہو۔

"جالینوس" نے نبض کبیر میں مستوی و مختلف علی الاطلاق اور لاعلی الاطلاق دونوں قسموں کو مستوی و مختلف عام اور مستوی و مختلف خاص کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

نویں جنس نظام و عدم نظام۔ اختلاف کے نظم و عدم نظم سے ماخوذ ہے۔

مختلف منتظم۔ وہ نبض ہے جس کے اختلاف کے واسطے کوئی مخصوص نظام ہو اور اسی پر یہ اختلاف جاری رہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) منتظم علی الاطلاق (۲) منتظم دائر۔

منتظم علی الاطلاق۔ وہ نبض ہے جس میں ایک ہی قسم کا اختلاف

مکرر ہو مثلاً بعد کے ہر نبضہ میں پہلے نبضہ کے اعتبار سے سرعت ایک مثل اور ایک ثلث ہو جائے اور اسی پر مستمر رہے۔

منتظم دایر۔ جس میں اختلاف کے دورے دو یا اس سے زاید ہوں مثلاً ایک دور تو یہ ہو کہ بعد والے نبضے ایک مثل اور ثلث اپنے ماقبل سے سرعت میں بڑھ جائیں اور چار یا پانچ نبضہ تک یہی حالت رہے پھر اس کے بعد والے نبضوں کی سرعت ماقبل کے لحاظ سے مثل و نصف بڑھ جائے۔ یہ دوسرا دور اختلاف ہوا اور اس کے بعد دور اوّل کی طرف رجوع ہو جائے اس نبض میں اگرچہ اختلاف کے دورے دو یا اس سے زاید ہوتے ہیں مگر اختلاف مقرر اور محدود ہوتا ہے۔

مختلف غیر منتظم۔ وہ نبض ہے جس میں اختلاف کا کوئی نظام مقرر نہ ہو۔

چونکہ نبض منتظم مطلق میں ہر نبضہ کا اختلاف اپنے مابعد کے ساتھ ویسے ہی ہوتا ہے جیسے ماقبل کے ساتھ اور یہ اختلاف اسی قسم کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے اس لئے اختلاف کے اندر مماثلت کی دو صورتیں ہونگی یا تو نبضات مقدار نقصان میں مماثل ہوں گے مثلاً پہلے نبضہ میں ۶ درجہ کی سرعت اور دوسرے میں ۴ درجہ کی اور تیسرے میں دو درجہ کی اس میں

مقدار نقصان دونوں نبضوں میں مماثل ہے کیونکہ دوسرے اور تیسرے دونوں نبضوں میں دو دو کی کمی ہوئی یا نسبت تناقص میں مماثلت پائی جائیگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ پہلے نبضہ میں ۶ درجہ کی سرعت دوسرے میں ۴ درجہ کی اور تیسرے میں ۲ درجہ اور ایک درجہ کے دو ثلث کی۔ اس مثال میں قدر نقصان برابر نہیں ہے کیونکہ دوسرے نبضہ میں دو کی اور تیسرے میں ۱⅓ کی کمی ہوئی لیکن نسبت تناقص برابر ہے۔ اس لئے کہ دوسرے نبضہ میں دو کی کمی ہوئی جو ایک ثلث ہے ۶ کا۔ اسی طرح تیسرے میں ایک اور ثلث کی کمی ہوئی جو ثلث ہے چار کا۔

خلاصہ یہ کہ "منتظم مطلق" وہ مختلف نبضات ہیں جن میں اختلاف واحد ہو اور نسبت تناقص یا تزاید یا نقصان یکساں رہے اور "نبض منتظم دائر" وہ نبض ہے جس میں نسبت اور مقدار دونوں محفوظ رہیں لیکن دور ثانی کی زیادتی اور نقصان کی مقدار یا نسبتیں دور اول کی مقدار یا نسبتوں سے مماثل ہوں مثلاً چھ نبضات کے دو دور اس طرح فرض کئے جائیں کہ دور اول کے اندر پہلے نبضہ میں سرعت ۴ درجہ کی دوسرے میں ۳ درجہ کی، تیسرے میں ۱ درجہ کی اور دور ثانی کے اندر پہلے میں ۸ درجہ کی، دوسرے میں ۶ درجہ کی اور تیسرے میں ۲ درجہ کی ہو۔

دور اوّل کے نبضات میں نہ تو نسبت تناقص برابر ہے اور نہ مقدار نقصان لیکن اس کے ساتھ ہی دور اول کے اندر جو نسبتیں ہیں وہی بعینہ دور ثانی میں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً دور اول اور دور ثانی کے دوسرے نبضہ میں ایک ربع کی اور تیسرے میں دو ثلث کی کمی ہے۔ اسی طرح اگر دوسرا دور یوں فرض کیا جائے کہ اس کے پہلے نبضہ میں ۸، دوسرے میں ۷، اور تیسرے میں ۵ درجہ کی کمی ہو اس صورت میں نبضات کے درمیان وہی مقدار تناقص ہو جاتی ہے جو دور اول میں ہے مثلاً دور اول اور دور ثانی دونوں کے نبضہ ثانیہ بقدر ایک درجہ اور نبضہ ثالثہ بقدر دو درجہ کم ہیں۔

اگر نبض مختلف میں نبضہ ثالثہ کی مخالفت نبضہ ثانیہ سے اسی مقدار یا اسی نسبت پر ہو جس نسبت یا مقدار پر نبضہ ثانیہ کی نبضہ اولیٰ سے ہے اور آئندہ نبضات میں بھی یہی مقدار مخالفت یا نسبت مخالفت اسی طرح جاری رہے تو یہ نبض "منتظم مطلق" ہے لیکن اگر مقدار مخالفت یا نسبت مخالفت آئندہ نبضات میں محفوظ نہ رہے۔ یا ابتداءً مقدار مخالفت یا نسبت مخالفت میں موافقت نہ ہو اور آنے والے نبضات اپنے سابق اختلاف میں متوافق ہوں اور نسبت و مقدار یا دونوں میں تخالف ہوں تو وہ "منتظم دائر" ہے۔ اور اگر اختلاف ہی ہیں کسی قسم کا توافق مقرر نہ ہو

تو وہ نبض غیر منتظم قرار پائے گی۔

شیخ نے اس موقع پر یعنی جنس نظام اور غیر نظام بیان کرنے کے بعد اور جنس وزن شروع کرنے سے قبل نبض اور موسیقی کی مشابہت کے متعلق ایک تنبیہہ فرمائی ہے اور غالباً اس نے اس تنبیہہ میں بغیر تحقیق و تنقید اسلاف کی تقلید محض کی ہے۔ اس تنبیہہ کا پیرایہ بیان مضطربانہ انداز پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے یہ مقام ارباب حل و عقد کے واسطے ایک لاینحل معمہ بن کر رہ گیا ہے۔

اگر اس مسئلہ کی تحقیق میں زیادہ شغف اور انہماک سے کام لیا جائے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ "شیخ" نے جن متقدمین سے اس مسئلہ کو اخذ کیا ہے انھوں نے بھی اس کی کما حقہ چھان بین نہیں کی بلکہ اپنے اسلاف یا غیر ممالک کے معاصرین کی کتابوں سے اس امید پر نقل کر دیا ہے کہ شاید ان کے اخلاف حل کر سکیں اور آیندہ یہ مسئلہ بھی بے نقاب مسائل کی فہرست میں شامل ہو جائے غالباً یہ مسئلہ چینی حکماء کی کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ ابھی تک یہ امر بھی معرض شک میں ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق جنس سابق یعنی نظام اور عدم نظام سے ہے یا جنس لاحق یعنی جنس وزن سے۔

اس مسئلہ کی آخری عبارت میں الفاظ "وھذا خارج

عن اعتبار النظم" اور الفاظ "مناسبات وزن" نے شراح کی توجہ اس جانب منعطف کر دی ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق جنس وزن ہی سے ہے ورنہ حقیقت حال اب تک قابل تردد ہے۔

اب ہم سب سے پہلے "شیخ" کی اس عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں اور اُس کے بعد شارحین کی مبہم اور غیر تشفی بخش شرح بعدازاں اس شرح کو جس کا القا حکیم علی الاطلاق نے اس سراپا عجز و تقصیر پر کیا ہے بیان کریں گے۔

"شیخ" کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

"یہ امر جان لینا چاہیئے کہ نبض میں "طبیعت موسیقاریہ" موجود ہے جس طرح نغمات کی تالیف سے جس میں حدت و ثقل ایک خاص نسبت سے موجود ہو اور نقرات کے درمیانی زمانوں کے ادوار ایقاع سے صناعۃ موسیقی تمام ہوتی ہے اسی طرح بعینہ نبض کی حالت ہے۔ سرعت و تواتر کے لحاظ سے ازمنۂ نبض کی نسبتیں ایقاعیہ اور احوال نبض کی نسبتیں قوت ضعف اور مقدار کے لحاظ سے تالیفیہ ہیں اور جس طرح ایقاع اور مقادیر نغم کے ازمنہ کبھی متفق ہوتے ہیں اور کبھی غیر متفق اسی طرح نبض کے اختلاف کبھی منتظم ہوتے ہیں اور کبھی غیر منتظم اور اسی طریقہ سے نبض کی حالتیں قوت و ضعف اور

مقدار کے لحاظ سے بھی کبھی متفق اور کبھی غیر متفق ابلکہ مختلف ہوتی ہیں،
اور یہ یعنی آخر الذکر تشبیہ جنس نظام کے اعتبار سے خارج ہے۔

"جالینوس" کی رائے ہے کہ وزن کی نسبتوں میں سے جو محسوس
ہوتی ہیں وہ مذکورہ ذیل موسیقاری نسبتوں میں سے کسی ایک کے
مطابق ہوتی ہیں۔

(۱) نسبت کل وخمسہ - وہ تین گنی نسبت ہے جو مرکب ہے نسبت
کل اور خمسہ سے مثلاً (۲-۶) ۲ - اور ۴ میں نسبت کل ہے - پھر چار
کا نصف یعنی ۲ بڑھانا نسبت خمسہ ہے - لہذا ۶ کو ۲ کے ساتھ نسبت
کل وخمسہ حاصل ہے

(۲) نسبت کل - نسبت ضعفیہ ہے (مثلاً ۲ - ۴)

(۳) نسبت خمسہ - مثل ونصف کی نسبت ہے مثلاً (۲ - ۳)

(۴) نسبت اربعہ - مثل وثلث کی نسبت ہے مثلاً (۳ - ۴)

(۵) نسبت زائد ربعاً - یعنی مثل وربع کی نسبت ہے مثلاً (۴-۵)
ان نسبتوں کے بعد پھر احساس نہیں ہوتا۔

شیخ
میں (شیخ) ان نسبتوں کا انضباط (انگلیوں سے ٹٹول کر)
بہت بڑی چیز سمجھتا ہوں البتہ ان لوگوں کے واسطے آسان سمجھتا
ہوں جو لوگ ایقاع کے درجات اور نغمات کے تناسب سے

بذریعہ صناعت موسیقی عادی ہو چکے ہیں۔ پھر اس بات پر قدرت بھی
رکھتے ہیں کہ وہ موسیقی (نغمات موسیقی) کو شناخت کر سکیں اور مسموع
(جن سُروں کو کانوں سے سُنا گیا ہو) کو معلوم (صناعت موسیقی
سے جو نسبتیں اور درجات معلوم ہوئے ہیں) پر قیاس کر سکیں۔ ایسا
شخص جس وقت نبض کی جانب اپنی توجہ مبذول کرے تو ممکن ہے
کہ ان نسبتوں کو لمس کے ذریعہ معلوم کر سکے"۔

شارحین قانون نے اس عبارت کے متعلق جو شرح لکھی
ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنس نظام ختم کرنے کے بعد شیخ الرئیس
جنس وزن کو اس تمہید کے ساتھ شروع کرتا ہے تاکہ وزن میں جو
مقایسہ کیا جاتا ہے اُس کی نسبتوں کا انکشاف ہو جائے۔

اس تمہید میں چند اصطلاحات موسیقی کا ذکر ہے جن کو شارحین
نے سب سے پہلے چند مزید اصطلاحات کے ساتھ بیان کیا ہے
تاکہ نفس مسئلہ سمجھنے میں وقت واقع نہ ہو وہ اصطلاحات حسب ذیل
ہیں۔

موسیقی۔ وہ صنعت ہے جس میں نغمات کے احوال ان
کی تالیف، اُن کے توافق و تنافر اور اُن کے ازمنہ سے بحث
کی جاتی ہے۔

علم التالیف - فن موسیقی کا وہ شعبہ ہے جس میں نغمات کی کیفیت تالیف، توافق و تنافر سے بحث کی جاتی ہے۔

علم الایقاع - فن موسیقی کا وہ شعبہ ہے جس میں اُن زمانوں سے بحث کی جاتی ہے جن میں نغمات واقع ہوتے ہیں۔

نغمہ - ایک مدت تک قایم رہنے والی ایسی آواز ہے جو حدت وثقل کی کسی مخصوص حد پر ہو۔

نقرہ - وہ کھٹکا ہے جس سے نغمہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

توافق نغم - نغموں کا اس طرح مجتمع ہونا کہ اس سے سامع کو لذّت حاصل ہو۔

تنافر نغم - توافق کی ضد ہے۔

ایقاع - مجموعہ نقرات جس کے درمیان محدود زمانہ پایا جائے

ادوار ایقاع - چند ایقاعات کا مجموعہ۔

بعد - دو نغموں کا مجموعہ جو حدت وثقل میں مختلف ہوں۔

جمع - دو سے زاید نغموں کا مجموعہ جو حدّت وثقل میں مختلف ہوں۔

لحن - دو سے زاید مختلف نغموں کا مجموعہ جن میں مخصوص ترتیب کا لحاظ کیا گیا ہو۔

ان مصطلحات کی مزید تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ ایک نغمہ جب دوسرے نغمہ کے ساتھ مرکب ہوتا ہے تو جب تک ان دونوں میں حدت و ثقل کا اختلاف نہ پایا جائے اُس وقت تک سامع کو کسی قسم کی لذت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ محض ایک تکرار ہے جو قوت سامعہ کو گراں گذرتی ہے۔ اسی وجہ سے ایسے دو سروں کے مرکب کو جس میں یہ اختلاف نہ پایا جائے لفظ بعد سے تعبیر نہیں کرتے لفظ بعد کے اطلاق کا دار مدار اسی اختلاف پر ہے اگر ایک بعد کو دوسرے بعد کے ساتھ مرکب کیا جائے تو ان دونوں بعدوں میں بھی یہ اختلاف ضروری ہے۔ ان دونوں بعدوں کے درمیاں جو اختلاف کی نسبت پائی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) مقدار تفاوت دونوں جانبوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مساوی نہ ہو سکے نہ بالفعل نہ بالقوہ (یعنی تکرر کرنے کے بعد بھی مساوی نہ ہو سکے) مثلاً ۹ - ۵ - ان دونوں کے درمیان قدر تفاوت ۴ ہے۔ ۴ - نہ تو ۵ کے برابر ہے اور نہ ۹ کے ۴ کو مکرر کرنے کے بعد ۸ حاصل ہوتے ہیں اور یہ ۸ بھی نہ تو ۹ کے مساوی ہیں اور نہ ۵ کے۔ جن ابعاد میں اس قسم کی نسبت پائی جاتی ہے اُس کو غیر متفق۔ غیر ملائم اور ابعاد متنافرہ کہتے ہیں۔

(٢) اگر ابعاد میں ایسی نسبت پائی جائے کہ مقدار تفاوت جانبین میں سے کسی ایک کے ساتھ مساوی ہو سکے خواہ بالفعل یا بالقوہ (بعد تکرار کے) تو اس کو ابعاد متفقہ یا ابعاد ملائمہ کہتے ہیں۔ یہی ابعاد موسیقی میں اعتبار کئے جاتے ہیں اور ان ہی سے لحن یعنی (راگ) مرکب ہوتا ہے۔

ابعاد متفقہ کی قسمیں

(١) مقدار تفاوت جانبین میں سے کسی ایک کے ساتھ بالفعل مساوی ہو جیسے ٢-٤ ان دونوں کے درمیان مقدار تفاوت ٢ ہے اور ٢ احد الجانبین یعنی ٢ کے مساوی ہے۔

(٢) مقدار تفاوت جانبین میں سے کسی ایک کے ساتھ بالقوہ (یعنی بعد تکرار) مساوی ہو مثلاً ٢-٣ ان دونوں کے درمیان مقدار تفاوت ایک ہے۔ ایک کا عدد بالفعل نہ ٢ کے برابر ہے اور نہ ٣ کے لیکن تکرار کے بعد ایک کا عدد ٢ بن جاتا ہے جو احد الجانبین یعنی ٢ کے مساوی ہے۔

(٣) احد الجانبین تکرار کے بعد قدر تفاوت ٤ ہے۔ احد الجانبین یعنی ٢ تکرار کے بعد ٤ کے مساوی ہو جاتا ہے۔

ابعاد کے ملائم و منافر ہونے کا راز یہ ہے کہ قدرت نے ہر

ایک قوت کے واسطے ایک مخصوص کمال مقرر کیا ہے جس وقت اس قوت کو اپنا خصوصی کمال حاصل ہوتا ہے تو نفس کے واسطے یہ کمال خاص لذت کا باعث بنتا ہے کیونکہ قوتوں کے کمالات بھی حقیقت میں نفس ہی کے کمالات ہیں۔ اور جب یہ کمال کسی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا تو یہ عدم حصول باعثِ رنج و الم ہوتا ہے۔ اگر کسی وقت اس کمال کے حاصل ہونے میں تاخیر ہوتی ہے تو زمانہ تاخیر تک الم نفسانی کی وجہ سے نفس کو حیرت فکر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ امر بھی واضح ہے کہ قوت ممیّزہ کا کمال یہی ہے کہ وہ اپنے محسوسات کو کما حقہ تمیز کر سکے۔ اگر محسوسات از قسم مقادیر و اعداد ہوں تو اس کی قوت کا کمال یہ ہے کہ درمیانی نسبتوں کو بھی کما حقہ محسوس کرلے۔

ان نسبتوں میں سے جن کو آسانی کے ساتھ ادراک کیا جا سکتا ہے وہ نسبتیں ملائم و موافق ہونگی مثلاً نسبت نصفیت کہ اس کا آسانی سے ادراک ہو جاتا ہے اور کسی قسم کی حیرت فکر یہ نہیں پیدا ہوتی لیکن اگر ان نسبتوں کا ادراک آسانی سے نہ ہو تو یہ نسبتیں منافر ہوں گی مثلاً ضعفیت اور پانچ سدس کی نسبت یعنی اگر کسی عدد کو یہ کہا جائے کہ یہ دوسرے کا دوگنا ہے تو نسبت کا آسانی سے ادراک ہو جاتا ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ یہ عدد دوسرے عدد کا دوگنا اور پانچ سدس ہے تو اس کے

ادراک میں حیرت فکریہ پیدا ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نسبت ضعفیت سب سے زیادہ اشرف ہے اور یہ وہی نسبت ہے جس میں مقدار تفاوت بالفعل احدالجانبین کے مساوی ہوتی ہے مثلاً ۲-۴ اور اس نسبت کو نسبت بالکل یا نسبت ذی الکل بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ نسبت دو ایسے بعدون کے درمیان پائی جاتی ہے جو تمام نغمات موسیقی کے واسطے محیط ہیں گویا کہ وہ دونوں کل نغم کو احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد جو نسبت زیادہ آسانی سے محسوس ہوتی ہے وہ نسبت خمسہ ہے اور یہ وہ نسبت ہے جس میں قدر تفاوت تکرار کے بعد احدالجانبین کے برابر ہوتا ہے جیسے ۳-۲، اس نسبت کو خمسہ کے نام سے اس وجہ سے موسوم کرتے ہیں کہ اس سے چار ایسے راگ پیدا ہوتے ہیں جن میں صرف پانچ نغمے لگتے ہیں اور جن کو ہندی موسیقی میں اوڈو راگ یعنی پانچ سروں والا راگ کہتے ہیں۔

"امام رازی" نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ یہ نسبت چھوٹے سے چھوٹے جن عددوں میں پائی جا سکتی ہے وہ ۳ اور ۲ ہیں اور ۳ و ۲ کا مجموعہ (۳+۲=۵) ۵ ہے لہٰذا اس کا یہ نام رکھا گیا ہے لیکن "علامہ آملی" اس وجہ تسمیہ سے راضی نہیں ہیں کیوں کہ ان کا خیال ہے کہ اگر یہ وجہ تسمیہ صحیح مان لی جائے تو نسبت اربعہ جو ابھی بیان

کی جائیگی۔ اس کو نسبت سبعہ کہنا چاہیے کیونکہ اس نسبت کو اربعہ کے نام سے اس وجہ سے موسوم کیا جاتا ہے کہ اس سے تین ایسے ابعاد لحینہ پیدا ہوتے ہیں جن میں چار نغمے پائے جاتے ہیں

"ابوسہل مسیحی" نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ اس نسبت کے ایک جانب چار واقع ہوا ہے اس وجہ سے اسی کے نام پر موسوم کیا گیا لیکن "علامہ آملی" نے اس کو بھی اس طرح رد کر دیا ہے کہ ایسی صورت میں نسبت خمسہ کو نسبت ثلثہ کہنا چاہیے کیوں کہ اس کا طرف اعظم ۳ واقع ہوا ہے۔

اس نسبت کے بعد ربع کی نسبت ہے مثلاً ۲-۴ یہ بھی وہی نسبت ہے جس میں قدر تفاوت تین تکراروں کے بعد احدالجانبین کے برابر ہوتا ہے یعنی قدر تفاوت ایک ہے اس کو تین مرتبہ مکرر کرنے سے ۳ حاصل ہوتا ہے جو احدالجانبین ہے۔

اس کے بعد نسبت کل وخمسہ ہے یہ وہ نسبت ہے جس میں احدالجانبین تکرار کے بعد قدر تفاوت کے برابر ہو جاتے ہیں مثلاً ۲-۶، اس میں قدر تفاوت ۴ ہے اور احدالجانبین یعنی ۲ تکرار کے بعد قدر تفاوت یعنی ۴ کے مساوی ہو جاتا ہے اس کو نسبت اضعاف بھی کہتے ہیں کیونکہ اعظم کا اصغر پر تفاوت بمقدار ضعف اصغر

ہوتا ہے۔ اس نسبت کو کل وخمسہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کل اور خمسہ کی نسبت سے مرکب ہے۔

علاوہ اس کے اور بھی نسبتیں ایسی پائی جاتی ہیں جس میں ایک عدد دوسرے عدد کا مثل وخمس ہو جیسے ۵-۶ یا مثل وسدس ہو جیسے ۶-۷ یا مثل وسبع ہو جیسے ۷-۸ یا مثل وثمن جیسے ۸-۹

اس کے بعد اس سے زیادہ نسبتوں کا موسیقی میں ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ مثل وثمن کی نسبت بھی بہت ہی مشکل سے محسوس کی جا سکتی ہے اور اسی وجہ سے اس کو نسبت ظنیہ کہتے ہیں۔ لیکن ان میں سے نبض میں جن نسبتوں کا احساس ممکن ہے اور جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ پانچ ہیں کیونکہ وہ نسبت جو مثل وربع سے زاید ہو مثلاً خمس وغیرہ ان کے احساس سے قوت لامسہ قاصر رہتی ہے۔ و نیز تین امثال سے زیادہ تضاعف یعنی کل وخمسہ سے زیادہ نسبت کا بھی نبض میں پایا جانا بعید ہے۔

ان مصطلحات کے بعد اصل مسئلہ کی تشرح اس طرح کی گئی ہے کہ موسیقی اور نبض میں بہت زیادہ مشابہت ہے جس طرح موسیقی میں ابعاد متفقہ وابعاد متنافرہ پائی جاتے ہیں اسی طرح نبض بھی کبھی منتظم اور کبھی غیر منتظم ہوتی ہے اور جس طرح موسیقی میں ازمنہ نغمات

پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نبض میں بھی سکونات پائے جاتے ہیں۔ موسیقی میں ازمنہ نغم کی نسبتیں نسبت القاعیہ ہیں اور خود نغم کی نسبتیں تالیفیہ ہیں اور اسی طرح نبض میں قوت وضعف اور مقدار یعنی طول وقصر کے لحاظ سے نسبتِ تالیفیہ ہے اور سرعت وبطور تواتر وتفاوت کے لحاظ سے نسبت القاعیہ ہے اور جس طرح سے موسیقی میں تفاوت نغمات اور تفاوت ازمنہ نغمات مخصوص نسبتوں پر ہوتا ہے اسی طرح سے نبض میں بھی ان مخصوص نسبتوں میں سے پانچ نسبتیں "جالینوس" کے نزدیک جنس وزن میں (جس کا ذکر آگے آتا ہے) متحقق ومحسوس ہوتی ہیں۔

اس کے بعد ہم اپنی تحقیق سے پہلے جنس وزن کو بیان کریں گے تاکہ ہماری تحقیق وتنقید سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

دسویں جنس وزن۔ جو وزن سے ماخوذ ہے وزن کے معنی ہیں دو چیزوں کا آپس میں اس غرض سے مقابلہ کرنا کہ ان کی درمیانی نسبت یعنی نسبت تفاوت معلوم ہو جائے نبض میں یہ مقابلہ دونوں حرکتوں اور سکونوں کے ازمنہ کے درمیان کیا جاتا ہے اگر حرکت انقباضی محسوس نہ ہو تو پھر یہ مقابلہ زمانہ انبساط اور اس زمانہ کے درمیان ہوتا ہے جو دونوں انبساطوں کے درمیان بصورت

سکون محسوس ہوتا ہے رہا یہ امر کہ یہ مقابلہ زمانہ انبساط اور انقباض کی کے درمیان اور زمانہ سکون داخلی اور زمانہ سکون خارجی کے درمیان بھی ہوتا ہے یا نہیں اس میں اطباء کا اختلاف ہے۔

"شیخ" کے نزدیک جنس وزن میں جو مقائسہ قابل اعتبار ہے وہ زمانہ حرکت اور زمانۂ سکون کا مقائسہ و مقابلہ ہے۔ زمانۂ سکون کا مقایسہ زمانہ سکون کے ساتھ یا زمانۂ حرکت کا زمانہ حرکت کے ساتھ جنس وزن میں قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ مقایسہ جنس استوار و اختلاف میں داخل ہے۔

"شیخ" حرکات کے باہمی مقایسہ یا سکونوں کے باہمی مقابلہ کو ناجایز قرار نہیں دیتا بلکہ اس کو اپنی جگہ پر جایز خیال کرتا ہے لیکن جنس وزن کی حقیقت سے خارج تصور کرتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حرکات کی باہمی نسبت تفاوت اور اسی طرح سکنات کی باہمی نسبت تخالف صرف ان نبضوں میں پائی جا سکتی ہے جو غیر معتدل اور مختلف ہوں اور وزن صحیح اور معتدل نبضوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اطراف نسبت جن کی نسبتوں کا دارمدار مرضی اور غیر معتدل حالتوں پر ہے اُن کا اعتبار جنس وزن میں نہیں ہوگا۔ دونوں حرکتیں ایسی ہی ہیں جنکے

درمیان نسبت اختلاف صرف حالت مرض اور عدم اعتدال میں پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی حالت دونوں سکونوں کی ہے لیکن حرکت و سکون کے درمیان نسبت اختلاف کا پایا جانا حالتِ صحت واعتدال میں بھی ممکن ہے۔

علامہ قرشی نے اس موقع پر یہ بیان کیا ہے کہ مقابلہ کے جو احتمالات نکل سکتے ہیں وہ دس ہیں۔

(۱) زمانہ انبساط کا مقابلہ زمانہ انبساط کے ساتھ
(۲) زمانہ انبساط کا مقابلہ زمانہ انقباض کے ساتھ
(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 سکون خارجی 〃
(۴) 〃 〃 〃 〃 〃 سکون داخلی 〃
(۵) 〃 انقباض 〃 〃 〃 زمانہ انقباض 〃
(۶) 〃 〃 〃 〃 〃 سکون خارجی 〃
(۷) 〃 〃 〃 〃 〃 سکون داخلی 〃
(۸) سکون خارجی 〃 〃 〃 سکون خارجی 〃
(۹) 〃 〃 〃 〃 سکون داخلی
(۱۰) 〃 داخلی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

لیکن حرکت انقباضی محسوس نہ ہونے کی صورت میں علامہ

قرشی" نے مقابلہ کی تین صورتیں بیان کی ہیں

(۱) زمانۂ حرکت انبساطی کا مقابلہ زمانہ حرکت انبساطی کے ساتھ۔

(۲) زمانۂ انبساط کا مقابلہ سکون حسّی کے ساتھ (یعنی اس زمانہ کے ساتھ جو دونوں انبساطوں کے درمیان ہے یہ زمانہ اگرچہ حس ظاہر میں زمانہ سکون ہے لیکن حقیقتاً حرکت انقباضی کے زمانہ پر بھی مشتمل ہے۔

(۳) زمانہ سکون حسّی کا مقابلہ زمانہ سکون حسّی کے ساتھ۔

ان صورتوں کو بیان کرنے کے بعد اس مسئلہ میں اس نے شیخ کی مخالفت کی ہے اور شیخ کے مندرجہ ذیل قول "ازمنۂ حرکات کا باہمی مقابلہ یا ازمنۂ سکون کا باہمی مقایسہ جنس استواء واختلاف میں داخل ہے" کی تردید کی ہے اور جنس استواء و اختلاف سے اس مقابلہ کو علیحدہ قرار دیا ہے نیز فرق اس طرح سے ثابت کیا ہے کہ جنس استواء و اختلاف میں مطمح نظر صرف وہ نسبت تخالف ہے جو مخصوص جنسوں کے اختلاف سے پیدا ہوتی ہے مثلاً قوت وضعف سرعت وبطوء صلابت ولینت، عظم وصغر، تواتر وتفاوت لیکن جنس وزن میں مطمح نظر صرف ازمنۂ حرکات کی نسبتیں ہوتی ہیں علامہ آملی نے شیخ کی جانب سے قرشی کو اس طرح جواب

دیا ہے کہ حالت صحت و اعتدال میں ازمنۂ حرکاتِ باہمی باہم نسبت مساواۃ رکھتے ہیں اسی طرح سے ازمنۂ سکنات میں بھی نسبت مساواۃ رہتی ہے قرشی کے قول کے مطابق حالت صحت میں وزن کا تحقق غیر ممکن ہوگا حالانکہ تمام اطباء (کا ذہن میں علامہ قرشی بھی شامل ہیں) اس پر اتفاق ہے کہ حالت صحت میں بھی نبض میں وزن پایا جاتا ہے اور نسبت موسیقاریہ میں سے کوئی نہ کوئی نسبت ضرور پائی جاتی ہے

امام رازی نے بھی شیخ کے اس مقالئہ کو مشکوک نظروں سے دیکھا ہے۔ امام کے واسطے باعث تردد صرف یہ امر ہے کہ موسیقاری نسبتیں ہمیشہ یا دو حرکتوں کے درمیان پائی جاتی ہیں یا دو سکونوں کے درمیان لیکن اس موقعہ پر شیخ نے نسبت موسیقاریہ کو زمانۂ حرکت اور زمانہ سکون کے درمیان مقید کیا ہے اور وزن کی صورت یہ قرار دی ہے کہ زمانۂ حرکت زمانۂ سکون کا تین مثل یا ضعف یا مثل و نصف یا مثل و ثلث یا ثلث و ربع ہوتا ہے لیکن اگر انہی نسبتوں کو دونوں حرکتوں یا دونو سکونوں کے درمیان فرض کیا جائے تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔

"

فاضل خونجی بھی شیخ کی اس تفسیر کو مناسب نہیں خیال کرتے، ان کے نزدیک بھی ان نسبتوں کی مناسبت دونوں حرکتوں کے مقابلہ کے ساتھ زیادہ ہے کیونکہ موسیقی میں بھی حرکات کے مابین یہ نسبتیں محسوس کی جاتی ہیں۔ فاضل خونجی کے نزدیک وزن میں جو مقائسہ معتبر ہے وہ زمانۂ انبساط اور زمانۂ انقباض کا مقایسہ ہے یعنی ایک ہی نبضہ کی حرکت انبساطی و انقباضی کے زمانوں کا مقابلہ اور یہ مقابلہ فن طب میں کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے مثلاً طب کی کتابوں میں اکثر بیان کیا جاتا ہے کہ حرکت انبساطی کا زمانہ حرکت انقباضی کے زمانہ سے زیادہ ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ترویح و تلطیفہ کی حاجت زیادہ اور تنقیہ کی کم ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسی نبض اُن لوگوں میں ہوتی ہے جن میں حرارت سا ذجہ زیادہ بڑھ جائے اور مادی امتلاء نہ ہو اور اگر حرکت انقباضی کا زمانہ حرکت انبساطی کے زمانہ سے زائد ہو تو یہ اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ حرارت کم اور امتلاء بہت زیادہ ہے۔

فاضل خونجی کی اس تفسیر پر علامہ آملی کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اس تفسیر کے مطابق وزن حالت صحت میں نہیں پایا جائیگا کیونکہ حالت صحت میں حرکت انقباضی و انبساطی کا اختلاف ممکن ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے نبض مستوی ہونے سے خارج نہیں ہوتی اور نہ یہ

اختلاف جنس استوار و اختلاف میں داخل ہوتا ہے کیونکہ جمہور اطبار (جن میں سے علامہ آملی بھی ہیں) اس امر پر متفق ہیں کہ حرکت انقباضی اور حرکت انبساطی دونوں کا زمانہ مساوی نہیں ہے بلکہ دونوں میں نسبت تفاوت و تخالف ہے جمہور اطبار کی رائے ہے کہ حرکت انبساطی کا زمانہ قصیر اور حرکت انقباضی کا طویل ہے اور علامہ قرشی کا یہ مسلک ہے کہ حرکت انبساطی کا زمانہ طویل اور حرکت انقباضی کا زمانہ قصیر ہے۔

وزن کے اعتبار سے نبض کی دو قسمیں ہیں جید الوزن اور ردی الوزن

جید الوزن۔ وہ نبض ہے جس میں دونوں زمانوں کی نسبت نبض معتدل جیسی ہوتی ہے۔

ردی الوزن وہ نبض ہے جس کے زمانوں میں ایسی نسبت نہ پائی جائے۔

ردی الوزن کی قسمیں

(۱) متغیر الوزن یا مجاوز الوزن۔ وہ نبض ہے جس کی نسبت اُس کے قریبی "متصل" سن والی نبض کی نسبت کے برابر ہو جائے مثلاً بچوں کی نبض میں وہ نسبت پائی جائے جو جوانوں کی نبض میں پائی جاتی ہے۔

(۲) مباین الوزن۔ وہ نبض ہے جس میں ایسی نسبت پائی جائے جو اُس کے بعیدی "غیر متصل" سن میں پائی جاتی ہے مثلاً بچوں کی نبض میں ایسی نسبت پیدا ہو جائے جو بوڑھوں کی نبض میں پائی جاتی ہے۔

(۳) خارج الوزن۔ وہ نبض ہے جس میں ایسی نسبت پائی جائے جو کسی سن کی نبض کے ساتھ مشابہت نہ رکھے یہ قسم جس درجہ مشابہت سے بعید ہوتی جائیگی اتنی ہی خطرناک ہو گی۔

جنس وزن بیان کرنے کے بعد اب ہم اس وعدہ کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو نسبت موسیقاریہ کی بحث میں کیا گیا تھا۔

میری رائے میں شیخ کی اس عبارت کا تعلق جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے جنس استواء و اختلاف اور اس کی دونوں قسمیں یعنی جنس نظام و عدم نظام سے ہے حقیقت میں شیخ یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ نبض کی اختلافی نسبتوں کے اوزان کی تعداد بہت کثیر ہے اور قدر تخالف ایک حد کے بعد اتنی قلیل ہو جاتی ہے جس کے ادراک سے قوت لامسہ عاجز رہتی ہے لیکن اس کی حد کے تعین میں جالینوس کا کلام پیش کیا ہے جس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ نغمات موسیقی کی طرح تخالف کی نسبتیں یہاں بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں مگر جس طرح

موسیقی میں قوت سامعہ ایک حد تک ان نسبتوں کا ادراک کر سکتی ہے اور اس کے بعد پھر وہ نسبتیں اس کے احاطۂ سماعت سے باہر ہو جاتی ہیں اسی طرح نبض میں موسیقی کی صرف وہ پانچ نسبتیں قوت لامسہ سے محسوس ہو سکتی ہیں جن کا ذکر جالینوس نے کیا ہے۔ ان جالینوسی نسبتوں کو جنس وزن کے ساتھ کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وزن ہر دو چیزوں کے مخصوص تناسب کا نام ہے لیکن جنس وزن میں لفظ وزن ایک خاص معنی کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے جالینوس کی عبارت میں وزن سے مراد جنس وزن نہیں ہے بلکہ اس کے عمومی معنی مراد ہیں جو جنس وزن و نیز جنس استوار و اختلاف نظام و عدم نظام ہر ایک میں پائے جا سکتے ہیں۔

شیخ نے اپنی عبارت میں ایک موقع پر ان الفاظ میں تشبیہ بیان کی ہے "مقادیر نغم کی طرح احوال نبض کبھی متفق ہوتے ہیں اور کبھی غیر متفق یعنی مختلف" اسی تشبیہ کے بعد فوراً ہی یہ الفاظ تحریر کئے ہیں کہ "یہ تشبیہ جنس نظام کے اعتبار سے خارج ہے"

ان الفاظ کے حل میں شراح بہت مضطرب نظر آتے ہیں۔ لیکن مسئلہ کے بے نقاب ہو جانے کے بعد ان الفاظ کی کچھ زیادہ اہمیت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ احوال نغم کی دونوں قسموں یعنی

متفق و غیر متفق کا مقسم نفس نغمات نہیں بلکہ اختلاف نغمات ہے۔ اگر یہ اختلاف ایک مخصوص نسبت کے ساتھ ہو تو اُسے متفق اور اگر اس خصوصی نسبت کے ساتھ نہ ہو تو اُسے غیر متفق کہتے ہیں۔

اس کی حقیقی اور معنوی تشبیہہ حقیقت میں منتظم اور غیر منتظم کے ساتھ ہے کیوں کہ ان دونوں کا مقسم بھی اختلاف نغم ہے اسی وجہ سے شیخ نے پہلے اسی کے ساتھ تشبیہہ دی ہے۔ لیکن اس میں لفظی تشبیہہ چونکہ مکمل نہیں ہوتی تھی اسی وجہ سے دوسری لفظی تشبیہہ مستوی و مختلف کے ساتھ بیان کی اور پھر اس امر کی جانب توجہ بھی دلائی کہ یہ آخر الذکر تشبیہہ جنس نظام کے اعتبار سے خارج ہے یعنی آخر الذکر کا مقسم مختلف نہیں ہے بلکہ صرف لفظی تشبیہہ ہے۔

شیخ کی عبارت کی تفسیر کے بعد اب ہم نسبتوں کے متعلق ہندی موسیقی سے تطبیق دیتے ہوئے اپنے فکری نتائج کو سپرد قلم کرتے ہیں۔

نسبت۔ جب دو مقداروں کا آپس میں مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہر ایک میں ایک دوسرے کے لحاظ سے ایک ہیئت حاصل ہوتی ہے جس کو نسبت سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً ۲ و ۳ کے مقابلہ میں ان دونوں کے واسطے ایک خاص ہیئت حاصل ہوتی ہے جس کو ہم ۲ کے اعتبار

ہے نسبت تنصیف اور ہم کے لحاظ سے نسبت تضعیف کہتے ہیں۔

نسبت کی قسمیں

(۱) "نسبت ہندسہ" جس کو نسبت بالکیفیت بھی کہتے ہیں۔
(۲) "نسبت عددیہ" جس کا دوسرا نام نسبت بالکیہ بھی ہے
(۳) "نسبت تالیفیہ" جس کو نسبت موسیقیہ کہا جاتا ہے۔

نسبت ہندسیہ۔ وہ نسبت ہے جو پے در پے پائی جائے خواہ بلافصل ہو یا بالفصل مثلاً ۱-۲-۴-۸-۱۶ ان میں سے ہر ایک کا پہلا عدد دوسرے کا نصف ہے اور اس کے اندر فصل نہیں ہے اور مثلاً ۱-۲-۳-۶ کہ اس میں فصل واقع ہے کیونکہ پہلا عدد دوسرے کا نصف ہے لیکن دوسرے اور تیسرے کے درمیان فصل ہے پھر تیسرا چوتھے کا نصف ہے۔

نسبت ہندسیہ کی قسمیں

متصلہ۔ وہ نسبت ہے جو اول سے آخر تک پے در پے پائی جائے اور کسی جگہ فصل نہ ہو مثلاً ۱-۲-۴-۸-۱۶ کہ اس میں اول سے آخر تک ہر پہلے عدد کو دوسرے کے ساتھ نسبت تنصیف اور ہر دوسرے کو پہلے

کے ساتھ نسبت ضعفیت حاصل ہے

منفصلہ ۔ وہ نسبت ہے جو اول سے آخر تک پے در پے لیکن فصل کے ساتھ پائی جائے مثلاً ۱-۲، ۳-۶، ۷-۱۴ ان میں ہر پہلے عدد کو دوسرے کے ساتھ نسبت نصفیت اور دوسرے کو پہلے کے ساتھ نسبت ضعفیت حاصل ہے لیکن ہر دو عدد کے بعد درمیان میں فصل واقع ہو جاتا ہے اور اس جگہ یہ نسبت مفقود ہو جاتی ہے۔

نسبت منفصلہ کی قسمیں

(۱) "طرد" عدد مقدم کی نسبت عدد تالی کی جانب مثلاً اعداد مفروضہ (۲-۳، ۴-۶) میں عدم مقدم یعنی ۲ کی نسبت عدد تالی کی جانب اسی طرح ۴ کی نسبت ۶ کی جانب۔

(۲) "عکس" عدد تالی کی نسبت عدد مقدم کی جانب مثلاً اعداد مفروضہ میں ۶ کی نسبت ۴ کی جانب اور ۳ کی نسبت ۲ کی جانب۔

(۳) "تبدیل" عدد مقدم کی نسبت عدد مقدم کی جانب اور عدد تالی کی نسبت عدد تالی کی طرف مثلاً اعداد مفروضہ میں ۲ کی نسبت جو عدد مقدم ہے ۴ کی طرف اور ۳ کی نسبت جو عدد تالی ہے ۶ کی طرف

(۴) "ترکیب" مقدم اور تالی کے مجموعہ کی نسبت صرف مقدم یا صرف

تالی کی جانب مثلاً اعداد مفروضہ میں ۲ اور ۳ کے مجموعہ (۲+۳=۵) یعنی ۵ نسبت صرف ۲ یا صرف ۳ کی جانب۔

(۵) "تفصیل"، مقدم اور تالی کے فضل کی نسبت ان دونو میں سے کسی ایک کی جانب مثلاً اعداد مفروضہ میں مقدم او تالی یعنی ۲ اور ۳ کا قدر تفاضل ایک ہے اس ایک کی نسبت صرف ۲ یا صرف ۳ کی جانب یا مثلاً ۴ اور ۶ کا قدر تفاضل ۲ ہے اس کی نسبت ۴ یا ۶ کی جانب۔

(۶) "قلب" مقدم اور تالی کے مجموعہ کی نسبت مقدم اور تالی کے فضل کی جانب مثلاً اعداد مفروضہ میں ۲-۳ کے مجموعہ یعنی ۵ (۲+۳=۵) کی نسبت اسی ۲ اور ۳ کے قدر تفاضل یعنی ایک کی جانب یا ۴ اور ۶ کے مجموعہ یعنی ۱۰ (۴+۶=۱۰) کی نسبت اسی ۴ اور ۶ کے قدر تفاضل یعنی ۲ کی جانب۔

نسبت عددیہ۔ وہ نسبت ہے جس میں قدر تفاضل اول سے آخر تک یکساں رہے مثلاً ۱-۲-۳-۴ اس میں سے ہر ایک عدد اپنے سابق عدد سے بقدر ایک زاید ہے یا مثلاً ۱-۳-۵-۷ انمیں سے ہر ایک عدد اپنے سابق عدد سے بقدر ۲ زائد ہے یا مثلاً ۸-۱۰-۱۲ اس میں سے ہر ایک عدد اپنے سابق عدد سے بقدر ۲ زائد ہے۔

نسبت عددیہ کی قسمیں

طبعی وہ نسبت ہے جس میں اعداد شماری ایک سے شروع کی جائے اور اس کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) نظام عددی کے مطابق ایک سے مسلسل شمار کیا جائے مثلاً ۱-۲-۳-۴-۵-۶-

(ب) ایک سے شمار کیا جائے مگر آحاد اور افراد کا مثلاً ۱-۳-۵-۷-۹-۱۱-

(ج) شمار ایک ہی سے کیا جائے لیکن صرف ازواج شمار کئے جائیں مثلاً ۲-۴-۶-۸-۱۰-۱۲-

غیر طبعی وہ نسبت ہے جس میں اعداد شماری ایک سے شروع نہیں ہوتی مثلاً ۷-۱۰-۱۳-۱۶-

نوٹ ۔نسبت عددیہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ عدد اوسط ہمیشہ طرفین کے مجموعہ کا نصف ہوتا ہے مثلاً ۱-۲-۳ میں عدد اوسط ۲ ہے جو طرفین یعنی ۱-۳ کے مجموعہ ۴ (۱+۳=۴) کا نصف ہے علیٰ ہذا القیاس۔

نسبت تالیفیہ ۔یہ نسبت حقیقت میں نسبت ہندسیہ اور نسبت عددیہ سے مرکب ہوتی ہے جس طرح سے نسبت ہندسیہ میں

صرف اعداد کی نسبتوں کا لحاظ کیا جاتا ہے اسی طرح اس میں بھی اعلد کی نسبتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جس طرح نسبت عددیہ میں مطمح نظر قدر تفاضل رہتا ہے اسی طرح یہاں بھی وہ نظر انداز نہیں کیا جاتا اس نسبت میں تین حدیں اور دو تفاضل ہوتے ہیں مثلاً اعداد مفروضہ (۶+۳+۲) میں ۶ حد اکبر ۳ حد اوسط اور ۲ حد اصغر ہے۔ حد اکبر کا حد اوسط سے قدر تفاضل ۳ اور حد اوسط کا حد اصغر سے ایک ہے۔ احد الطرفین یعنی ۶ کی نسبت دوسرے طرف یعنی ۲ کی جانب ویسی ہی ہے جیسے احد الفصلیں یعنی ۳ کی طرف ایک کی۔

"نوٹ" موسیقی میں چونکہ اس نسبت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اس وجہ سے اس کو نسبت موسیقیہ" کہتے ہیں۔

بعض حکماء کا یہ بھی خیال ہے کہ ارکان وعناصر کی نسبت حرکات فلکیہ اور حرکات کواکب کی جانب "نسبت موسیقیہ" ہے اور ان حرکات سے نغمات لذیذہ بھی پیدا ہوتے ہیں۔

ان نسبتوں میں سے جو نسبتیں نبض میں محسوس ہوتی ہیں ان کو جالینوس نے پانچ نسبتوں میں منحصر کیا ہے۔ یہ ایسی نسبتیں ہیں جو ایک طرف موسیقی میں مسموع ہوتی ہیں تو دوسری طرف نبض میں محسوس ہوتی ہیں کیوں کہ ان میں مقدار تفاوت اس قدر نمایاں ہے

جس کے ادراک پر قوت لامسہ قادر ہو سکتی ہے۔ موسیقی میں سات سُر فرض کیے گئے ہیں جن سے تمام راگ و راگنیوں کی ترکیب ہوتی ہے۔ کھرج رکھب۔ گندھار۔ مدھم۔ پنچم۔ دھیوت۔ نکھاد۔

ان سُروں کی تحدید آواز کی تیزی اور بھاری پن سے کی گئی ہے باجہ میں ان سُروں کے پیدا کرنیوالے پردوں کے مجموعہ کو "سپتک" کہتے ہیں۔ یہ سپتکیں تین ہوتی ہیں۔ (۱) "مندر سپتک" (۲) "مدھ سپتک" (۳) "دون کی سپتک" ہر سپتک میں یہ سات سُر ہوتے ہیں۔ اگر تاروں کا کوئی باجہ فرض کیا جائے مثلاً ستار وغیرہ تو جس تار سے کھرج کا سُر پیدا ہوتا ہے اُسکا طول اگر ۳۶ انچ فرض کیا جائے تو دون کی کھرج کا طول ۱۸ انچ ہوگا اور بقیہ چھ سُر ان دونوں کی نسبت سے مختلف قسم کے درمیانی طول رکھیں گے۔

نقشہ تناسب نغمات

سُر	سُروں کا طول	تموج بحساب فی سکنڈ
کھرج	۳۶ انچ	۲۴۰
رکھب	۳۲ انچ	۲۷۰
گندھار	مروج ۲۸ ۴/۵ — اصلی ۲۸ ۴/۹ انچ	مروج ۳۰۰ — اصلی ۳۰۳ ۳/۴
مدھم	۲۷ انچ	۳۲۰
پنچم	۲۴ انچ	۳۶۰
دھیوت	۲۱ ۱/۳ انچ	۴۰۵
نکھاد	مروج ۱۹ ۱/۵ — اصلی ۱۸ ۲۶/۲۷	مروج ۴۵۰ — اصلی ۴۵۵ ۵/۸
دون کی کھرج	۱۸ انچ	۴۸۰

۱ ۲ ۳

ایک انچ = ۰۹ انچ پیمانہ

جس طرح ان کے طول متعین ہیں اسی طرح ان سروں کے باجوں میں ان کے تموجات بھی ہیں اور ان کے تموجات میں بھی ایک خاص تناسب پایا جاتا ہے "کھرج" کا تموج ۲۴۰ اور ۴۸۰ کے درمیان ہی نکلتے ہیں کیوں کہ "رکھب" کا تموج ۲۷۰ "گندھار" کا تموج ۳۰۰ "مدھم" کا تموج ۳۲۰ "پنچم کا" ۳۶۰ "دھیوت" کا تموج ۴۰۵ "نکھاد" کا تموج ۴۵۰ یہ سب ۲۴۰ اور ۴۸۰ کے درمیان ہیں۔

"کھرج" کی اگر پنچم سے نسبت دیکھی جائے تو نسبت خمسہ پائی جاتی ہے کیونکہ کھرج کا تموج ۲۴۰ اور پنچم کا ۳۶۰ ہے اور ان دونوں میں وہی نسبت ہے جو ۲-۳ یعنی $\frac{۲}{۳}$ کی ($\frac{۲۴۰}{۳۶۰} = \frac{۲}{۳}$)

کھرج اور مدھم میں نسبت اربعہ ہے جو ۳-۴ میں پائی جاتی ہے کیوں کہ کھرج کا تموج ۲۴۰ اور مدھم کا ۳۲۰ ہے اور ۲۴۰ اور ۳۲۰ میں نسبت اربعہ ہے ($\frac{۲۴۰}{۳۲۰} = \frac{۳}{۴}$)

کھرج اور گندھار میں نسبت ربع ہے جو عدد ۴-۵ میں پائی جاتی ہے کیونکہ کھرج کا تموج ۲۴۰ اور گندھار کا ۳۰۰ ہے اور ۲۴۰ اور ۳۰۰ میں وہی نسبت ہے جو ۴-۵ میں ($\frac{۲۴۰}{۳۰۰} = \frac{۴}{۵}$).

کھرج اور دون کی پنچم میں نسبت کل وخمسہ ہے کیوں کہ کھرج کا تموج ۲۴۰ اور دون کی پنچم کا تموج ۷۲۰ ہے اور ۷۲۰ اور ۲۴۰ میں وہی نسبت ہے جو ۲ اور ۶ میں پائی جاتی ہے ($\frac{۲۴۰}{۷۲۰} = \frac{۱}{۳}$)

اس نسبت کو کل وخمسہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کھرج کو دون کی کھرج کے ساتھ نسبت کل حاصل ہے اور کھرج اور پنچم کے درمیان نسبتہ خمسہ ہوتی ہے لہذا کھرج اور دون کے پنچم میں نسبت کل وخمسہ ہوگی۔

موسیقی میں جس طرح سروں کی درمیانی نسبت کا تفاوت ملحوظ ہوتا ہے اسی طرح ان زمانوں کی نسبت تفاوت بھی نظر انداز نہیں کی جاتی جن میں یہ سر واقع ہوتے ہیں اور اسی کا نام "لَے" ہے اور اگر کسی راگ کے سُر صحیح لگائے جائیں لیکن اگر زمانہ کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وہ راگ "لَے" میں نہیں رہتا بلکہ بے "لے" ہو جاتا ہے۔ "لَے" کو درست رکھنے ہی کی غرض سے مختلف قسم کے "تال" اور "باجے" مثلاً "طبلہ" ڈھولک پکھاوج وغیرہ ایجاد کئے گئے تاکہ گانا "لَے" میں قائم رہے۔

اسی طرح نبض میں حرکتوں کی قوت وضعف کے تناسب کے ساتھ ساتھ ازمنہ حرکات کا تناسب بھی ضروری ہے تاکہ نبض کی "لَے" دریافت ہو سکے۔

نبض مختلف کے اقسام

اختلاف نبض کی صورتیں

(۱) ایک ہی شخص کی چند نبضات کا آپس میں مختلف ہونا۔
(۲) ایک ہی نبضہ کے اجزاء کا باہم مختلف ہونا۔
(۳) نبضہ کے جزء واحد کا ابتداء و انتہا کے لحاظ سے مختلف ہونا۔

پہلی قسم کی صورتیں

(۱) اختلاف کا تدریجی اور مستوی ہونا۔
(۲) اختلاف کا تدریجی نہ ہونا۔
(۳) اختلاف کا تدریجی ہونا لیکن مستوی نہ ہونا۔

اطباء نے آخر الذکر دونوں صورتوں کو ان کے اقسام کے منضبط نہ ہونے کی وجہ سے قابل اعتناء نہیں سمجھا اور صرف پہلی قسم (یعنی اختلاف کا تدریجی اور مستوی ہونا) کو مطمح نظر قرار دیا ہے۔

نبض جاری متدرج علی الاستواء۔ نبض مختلف کی یہ قسم صغیر

یا عظیم نبضہ سے شروع ہو کر تدریجاً زیادتی یا نقصان کی جانب منتقل ہوتی
جاتی ہے مثلاً پہلے نبضہ میں دس درجے کا عظم پایا جاتا ہے تو دوسرے
نبضہ میں گیارہ تیسرے میں بارہ اور چوتھے میں تیرہ درجے کا وعلی ہذالقیاس
یہ مثال تدریجی زیادتی کی ہو گی اسی طرح نقصان کی صورت فرض کر لیجئے
مثلاً پہلے نبضہ میں دس درجے کا عظم پایا جائے تو دوسرے نبضہ میں
نو درجے کا تیسرے میں آٹھ درجے اور چوتھے میں سات درجہ کا
پایا جائے - اور اس طرح نبض بتدریج صغیر ہوتی چلی جائے - یہ
سلسلہ بڑھنے اور گھٹنے کا یکساں تدریج کے ساتھ برابر جاری رہے
یہاں تک کہ آخری نبضہ انتہائی نقصان "صغر" اور انتہائی زیادتی
"عظم" پر پہونچ جائے - اس انتہا پر پہونچنے کے بعد پھر نبضات کی
ترقی یا تنزل ایک دم منقطع ہو جاتی ہے - اس انقطاع کی صورت
یہ ہوتی ہے کہ اس کے بعد والا نبضہ ایک دم بغیر کسی تدریج کے عظم
اوّل یا صغر اوّل کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے - یا پھر اسی تدریج کے
ساتھ عظم اوّل اور صغر اوّل کو حاصل کر لیتا ہے تدریجی رفتار میں یہ امر
تو ضروری ہے کہ یہ نبض عظم اوّل یا صغر اوّل کے درجہ کا قصد کرے
لیکن درمیانی اختلاف کا مثل سابق ہونا ضروری نہیں - بلکہ جزئی اختلاف
بھی ہو سکتا ہے اس قسم میں ایک جانب نقصان و تنزل اور دوسری

جانب زیادتی و ترقی ہونا نہایت ضروری ہے اس قسم کو "ذنب الفار" کے نام سے معنون کیا جاتا ہے

"ذنب الفار" کے معنی چوہے کی دم۔ جس طرح سے چوہے کی دم ایک جانب سے موٹی اور دوسری جانب پتلی ہوتی ہے اسی طرح اس نبض میں بھی ایک جانب کمی اور دوسری جانب زیادتی ہوتی ہے۔

نوٹ۔ "ذنب الفار" میں صرف یہ حقیقت معتبر ہے کہ نبضات کی رفتار کسی حد نقصان سے حد زیادتی کی جانب یا زیادتی سے نقصان کی جانب تدریجاً پہونچ جائے۔ اس حقیقت کے بعد اس رفتار کا منقطع ہونا اور منقطع ہونے کے بعد مبدأ اوّل کی جانب تدریجاً یا دفعۃً لوٹنا حقیقت "ذنب الفار" سے ایک خارج چیز ہے۔ محض اظہار واقعہ کے واسطے اس کا ذکر کر دیا جاتا ہے تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ نبض "ذنب الفار" کے تحقق کے بعد ترقی و تنزل کے اختتام کی کیا صورت ہوتی ہے۔ لیکن اس امر خارجی کے لحاظ سے بھی ذنب الفار کو تین قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔

(۱) ثابت (۲) عائد (۳) منقضی۔

نبض ثابت، عائد، منقضی۔ "اگر ذنب الفار" زیادتی یا نقصان کی حد پر پہونچنے کے بعد پھر مبدأ اوّل کو حاصل کرے تو وہ

نبض عائد و راجع ہے اگر درمیان میں رُک جائے تو ثابت ہے۔
اگر مبدا ، اوّل سے بھی زیادہ تجاوز کر جائے تو منقضی ہے۔
"نبض ذنب الفار" کا انقطاع جس نبضہ پر ہوتا ہے اس میں کبھی
ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ زمانہ حرکت کے درمیان ایک غیر معمولی سکون
واقع ہو جاتا ہے اور کبھی زمانۂ سکون میں غیر طبعی حرکت محسوس ہو جاتی ہے۔

علامہ گیلانی کے نزدیک ذنب الفار کی قسمیں

علامہ گیلانی نے نبض "ذنب الفار" کو ایک ہزار تیئس قسموں پر منقسم
کیا ہے۔ اس تقسیم کی صورت یہ ہے کہ "ذنب الفار" پانچ قسموں میں واضح
طریقہ پر محسوس ہوتی ہے۔

(۱) عظم و صغر (۲) قوت و ضعف (۳) صلابت و لینت (۴) سرعت
وبطوء (۵) تواتر و تفاوت،

اور ہر ایک جنس میں ثابت، عائد، منقضی کی تین صورتیں نکل
سکتی ہیں لہٰذا ایک جنس کے لحاظ سے پندرہ قسمیں اور اگر دو قسموں کو
جمع کیا جائے تو نوّے اور تین جنسوں کے اجتماع سے دو سو ستر
اور چار کے اجتماع سے چار سو پانچ اور پانچ جنسوں کے اجتماع
سے دو سو تینتالیس ہوتی ہیں جن کا مجموعہ ایک ہزار تیئس ہوا۔

علّامہ آملی کے نزدیک اقسام

لیکن اگر ان قسموں میں صورت انقطاع یعنی واقع فی الوسط اور ذوالفترہ اور صورت عکس یعنی صغر سے عظم کا بھی لحاظ کیا جائے تو علامہ آملی کی رائے میں اس کے اقسام بارہ ہزار آٹھ سو بیاسی ۱۲۸۸۲ تک پہونچتی ہیں۔

ذوالفترۃ وہ نبض ہے جس کے زمانہ حرکت میں غیر معمولی سکون محسوس ہو۔ یہ سکون سکون مرکزی اور محیطی کے علاوہ وسط مسافت میں واقع ہوتا ہے۔ جس کا سبب کوئی ایسا امر ہوتا ہے جو طبیعت کو زمانۂ حرکت میں راحت اور سکون پر مجبور کرتا ہے۔

ایک نبض کے اجزاءِ کثیرہ کا اختلاف

اجزاءِ کثیرہ کے اختلاف کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اجزاء کی وضع میں اختلاف۔

(۲) اجزاء کی حرکت میں اختلاف۔

(۳) حرکت اور وضع دونوں میں اختلاف

وضع اجزاء کے اختلاف کے یہ معنی ہیں کہ شریان کے اجزاء اپنی وضع میں یکساں نہ ہوں بلکہ کوئی جزء بلند (مرتفع) اور کوئی جزء پست (منخفض)، کوئی جزء جانب یمین میں مائل اور کوئی یسار

کی جانب مائل ہو۔
جہات کی تعداد چونکہ چھ ہے اس وجہ سے یہ اختلاف بھی چھ قسموں پر منقسم ہوگا۔
ہر جسم کے واسطے تین قطر ہوتے ہیں۔ طول، عرض اور عمق اور ہر قطر کے واسطے دو طرف ہوتے ہیں یہی اطراف جہات کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔
وضع اجزاء کا اختلاف انہی جہات میں ہوتا ہے۔

اختلاف حرکت اجزاء۔ کے معنی یہ ہیں کہ بعض اجزاء کی حرکت مختلف ہے لیکن وضع اجزاء اپنی طبعی حالت سے متجاوز نہ ہو یہ اختلاف چار جنسوں میں نمایاں ہوتا ہے۔
(۱) سرعت و بطوء (۲) تقدم و تاخر (۳) قوت و ضعف (۴) عظم و صغر

نوٹ۔ یہ اختلاف اگرچہ جنس تواتر و تفاوت میں بھی پوشیدہ نہیں رہتا لیکن جنس تواتر و تفاوت تقدم و تاخر میں داخل ہے۔
کیونکہ بعض اجزاء کی حرکت کا تقدم ہونا اس امر کے مترادف ہے کہ اس کی حرکت متواتر اور زمانۂ سکون قصیر ہے اور جزء موخر کا زمانۂ سکون کثیر اور حرکت متفاوت ہے۔ صلابت و لینت میں بھی اختلاف ممکن ہے لیکن نادر الوقوع ہے اور قابل ذکر نہیں۔

اجزاء کا یہ اختلاف کبھی تو ترتیب مستوی کے ساتھ ہوتا ہے یعنی ہر ایک جزء دوسرے جزء کے ساتھ یکساں نسبت اختلافی رکھتا ہے مثلاً ہر ایک جزء باعتبار دوسرے جزء کے بقدر ایک ربع زاید یا کم ہو اور کبھی یہ اختلاف غیر مستوی ہوتا ہے مثلاً ایک جزء دوسرے جزء سے بقدر ربع اور تیسرا جزء بہ نسبت دوسرے جزء کے بقدر نصف زاید یا کم ہو یہ اختلاف کبھی دو جزءوں میں اور کبھی چاروں میں پایا جاتا ہے۔

علامہ آملی کے نزدیک اختلاف اجزاء کی قسمیں

علامہ آملی نے اختلاف اجزاء کی پانچ لاکھ چوراسی ہزار تین سو چالیس قسمیں بتائی ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت اجزاء آپس میں مختلف ہوں گے تو یہ چاروں جنسوں میں اختلاف ہوگا۔ یہ ایک قسم ہوئی یا تین میں ہوگا اس کی چار قسمیں ہوئیں۔ یا دو میں ہوگا اس کی چھ قسمیں ہیں، یا ایک میں ہوگا اس کی چار قسمیں ہوں گی۔ ان سب کا مجموعہ پندرہ قسمیں ہوئیں اور ان میں سے ہر ایک صورت میں یا ایک میں زیادتی دوسرے میں کمی یا پہلے میں کمی دوسرے میں زیادتی ہوگی اس لحاظ سے تیس قسمیں صرف دو جزوں کے اختلاف سے پیدا ہوئیں کل اجزاء چار ہیں اور ان چار اجزاء میں سے اگر دو دو جزوں کا

اختلاف فرض کیا جائے تو چھ صورتیں ہوتی ہیں لہذا تیس کو اگر چھ میں ضرب دیا جائے تو ایک سو اسّی قسمیں (۳۰×۶=۱۸۰) حاصل ہونگی لیکن اگر تین اجزار کا اختلاف فرض کیا جائے تو اس کی قسمیں پانچ لاکھ چوراسی ہزار ایک سو ساٹھ نکلتی ہیں اب اگر اس کے ساتھ ثنائی کی قسموں کو بھی جمع کیا جائے تو مجموعہ پانچ لاکھ چوراسی ہزار تین سو چالیس ہوتا ہے یہ آخرالذکر تعداد صرف دو انگلیوں اور تین انگلیوں کے اختلاف سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اختلاف بھی صرف حرکت کا اختلاف ہے۔ اگر اس کے ساتھ چار انگلیوں کا اختلاف حرکت و نیز دو انگلیوں سے چار انگلیوں تک کا اختلاف وضع بھی فرض کیا جائے تو اقسام کے کثرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔

نبض کے ایک جز کا اختلاف

اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) منقطع (۲) عائد (۳) متصل۔

(۱) منقطع وہ نبض ہے جس کے ایک جزء کی مدّت حرکت میں سکون واقع ہو جائے اور اس جزء کے دونوں طرف حرکت سرعت و بطور اور تشابہ میں مختلف ہو۔

اس اختلاف کی تفسیر میں علامہ آملی و گیلانی دونوں کسی

قدر مختلف نظر آتے ہیں۔

علامہ آملی کی تفسیر یہ ہے کہ دونوں طرف کبھی متساوی اور کبھی سرعت وبطوء میں مختلف ہوتی ہیں۔

علامہ گیلانی کی تشریح یہ ہے کہ اس جزء واحد کے واسطے تین حصص ہیں۔ دو طرف اور ایک وسط لہٰذا اختلاف کی صورت یہ ہوگی کہ دونوں سرعت وبطوء میں مختلف ہوں یا دونوں طرف تشابہ اور متساوی ہوں لیکن وسط سریع یا بطی ہو۔

میری رائے میں یہ دونوں بزرگ حقیقت مسئلہ سے دور ہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ غیر طبعی سکون کی وجہ سے جزء واحد کی حرکت دو حصّوں پر منقسم ہوجاتی ہے۔ (۱) حرکت قبل سکون (۲) حرکت بعد سکون۔ یہ دونوں حرکتیں تین چیزوں میں مختلف ہوسکتی ہیں۔

(۱) سرعت وبطوء (۲) سرعت وتشابہ (۳) بطوء وتشابہ

تشابہ سے مراد اعتدال حرکت یا ایسی حرکت جو باقی اجزاء کے ساتھ درجہ سرعت وبطوء میں مماثل ہو۔

(۲) عائد۔ نبض کے ایک جزء کا باقی اجزاء سے متضاد ہونا اور اس نبضہ کے ختم ہونے سے پہلے باقی اجزاء کے ساتھ یکدم مماثل ہوجانا۔ مثلاً ایک نبض عظیم چل رہی ہے اس کا صرف ایک

جزءِ صغیر ہو جائے اور صغیر ہو جانے کے بعد پھر ایک دم عظم کی جانب لوٹ آئے۔

اس نبض کی بھی تفسیر شرّاح نے اس قدر مغلق اور پیچیدہ کردی ہے کہ اس سے کسی سلجھے ہوئے مفہوم کا حاصل ہونا قریب قریب محال ہے۔ علاوہ بریں شرّاح کا بیان کردہ مفہوم شیخ کی عبارت سے مترشح نہیں ہوتا۔

(۳) متصل وہ نبض ہے جس کا ایک جزء اپنے مجاور جزء کے ساتھ ایسا تدریجی اختلاف رکھتا ہو کہ ان دونوں کے درمیان اختلافی انفصال محسوس نہ ہو۔

نبض متصل زیادہ نمایاں اور قابل اعتبار صرف دو جنسوں یعنی سرعت و بطوء اور عظم و صغر میں سمجھی جاتی ہے اس کی اختلاف کی یہ صورت ہے کہ یہ جزء سرعت سے بطوء کی جانب یا بطوء سے سرعت کی جانب۔ سرعت سے اعتدال کی جانب۔ اعتدال سے سرعت کی جانب۔ بطوء سے اعتدال کی جانب۔ اعتدال سے بطوء کی جانب۔ عظم سے صغر کی جانب۔ صغر سے عظم کی جانب عظم سے اعتدال کی جانب۔ اعتدال سے عظم کی جانب۔ صغر سے اعتدال کی جانب۔ اعتدال سے صغر کی جانب منتقل ہو۔

نبض متصل میں باوجود اس کے کہ جزء واحد میں تدریجی اختلاف ہوتا ہے لیکن پھر بھی جزء واحد کے بعض حصص میں شدید اختلاف کا ہونا ممکن ہے۔ مثلاً سرعت سے بطور کی جانب تدریجاً مختلف ہو تو اس جزء کے اول حصہ میں اور آخر حصہ میں شدید اختلاف نمایاں ہوگا۔

نبض متداخل۔ وہ نبض ہے جس میں ایک نبض مثل دو نبضوں کے محسوس ہوتی ہے یعنی نبض کا جزء واحد باقی اجزاء کی حرکت کے بعد حرکت کرتا ہے جس کی وجہ سے دو قرعے محسوس ہوتے ہیں اور ان دو قرعوں کی وجہ سے دو نبضوں کا مغالطہ ہو جاتا ہے

بعض اطباء کا یہ خیال ہے کہ نبض متداخل دو ایسی نبضیں ہیں جو تداخل کی وجہ سے ایک محسوس ہوتی ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض اجزاء نبضہ اولیٰ میں اپنی حرکت کو پورا کر لیتے ہیں اور بعض اجزاء کی حرکت نبض اولیٰ میں منقطع ہو جاتی ہے پھر نبضہ ثانیہ میں یہ بعض اجزاء اپنی بقیہ حرکت کو مکمل کرتے ہیں جس سے یہ مغالطہ ہو جاتا ہے کہ یہ ایک ہی نبضہ ہے جس میں دو قرعہ محسوس ہوتے ہیں حالانکہ یہ دو نبضات ہیں۔

نبض مرکب کے مخصوص اقسام

۱۔ غزالی درحقیقت نبض منقطع کی ایک قسم ہے جس کا اطلاق صرف

اُس نبض منقطع پر ہوتا ہے جس کی ایک طرف بطی اور دوسری سریع ہو بعض اطباء نے غزالی کو عائد کی ایک قسم قرار دیا ہے لیکن متقدمین اطباء کے الفاظ سے اس کا ترشح نہیں ہوتا۔

۲۔ موجی اُس نبض کو کہتے ہیں جس کے اجزاء عظم و صغر، تقدم و تاخر شہوق و انخفاض، سرعت و بطوء میں مختلف ہوں اور قوام میں تمام اجزاء لین ہوں

وجہ تسمیہ۔ اس نبض کو موجی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی حرکت میں دریا کے موجوں کی طرح دوائر پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے دریا میں کسی ڈھیلے وغیرہ کے ڈالنے سے مستدیر امواج پائی جاتی ہیں۔

نبض دودی۔ یہ نبض چھوٹے کیڑے سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے اس کو دودی کہا جاتا ہے کیونکہ دود کے معنی کیڑے کے ہیں یہ نبض موجی سے مشابہ ہے۔ صرف دو چیزوں میں نبض موجی سے مختلف ہوتی ہے۔

پہلا امر یہ ہے کہ دودی میں انتہائی درجہ کا صغر ہوتا ہے اور موجی میں صغر نہیں پایا جاتا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ دودی میں تواتر بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور موجی میں سرعت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ ضعف قوت ہے کیونکہ نبض دودی کی حالت میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ نبض سریع ہو سکے۔ لہذا شدت حاجت کی وجہ سے تواتر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے اکثر سرعت کا شبہ ہونے

لگتا ہے۔

نبض نملی۔ یہ نبض بھی دودی و موجی سے مشابہ ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں صغر و تواتر شدت ضعف کی وجہ سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

دودی و نملی میں شہوق اور تقدم و تاخر کا اختلاف بہ نسبت اختلاف عرض کے زیادہ واضح ہوتا ہے بلکہ اختلاف عرض کا احساس بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔

وجہ تسمیہ۔ نمل کے معنی چیونٹی کے ہیں اور چونکہ اس نبض میں حرکت چیونٹی کی رفتار کی طرح ہوتی ہے اس وجہ سے اس کو نملی کہتے ہیں۔

نبض منشاری۔ وہ نبض ہے جس کے اجزا ر شہوق و انخفاض طول و عرض اور تقدم و تاخر میں مختلف ہوں اس کے علاوہ تمام اجزا ر صلب ہونے کے باوجود صلابت میں بھی مختلف ہوں نبض منشاری سریع متواتر اور صلب ہوتی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ منشار کے معنی آرہ کے ہیں چونکہ اس نبض میں بھی آرہ کے دندانوں کی طرح ارتفاع و انخفاض ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو منشاری کہتے ہیں۔

ذنب الفارہ۔ وہ نبض ہے جو قوت و ضعف، عظم و صغر، سرعت

ولبلور میں اس طرح مختلف ہو کہ نقصان سے زیادتی کی جانب یا زیادتی سے نقصان کی جانب تدریجاً منتقل ہو۔

نبض ذنب الفار جس طرح سے نبضات کثیرہ میں وقوع پذیر ہے اسی طرح سے نبضۂ واحدہ کے اجزاء کثیرہ یا جزء واحد کے اندر بھی پائی جا سکتی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ ذنب الفار کے معنی چوہے کی دُم کے ہیں چونکہ اس میں بھی حرکت زیادتی سے نقصان یا نقصان سے زیادتی کی طرف تدریجاً چوہے کی دم کے مانند ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کو ذنب الفار کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مسلّی۔ وہ نبض ہے جو نقصان سے زیادتی کی جانب اور پھر زیادتی سے نقصان کی طرف تدریجاً رجوع کرے۔ گویا کہ دو ذنب الفار نبضیں اس طرح سے جوڑ دی گئی ہوں کہ ان دونوں کے موٹے حصہ پر جوڑ واقع ہو اور پتلے حصّے اطراف میں رہیں۔ مثلاً پہلی انگلی کے نیچے نبض صغیر دوسری کے نیچے نبض عظیم۔ تیسری کے نیچے پھر عظیم اور چوتھی کے نیچے نبض صغیر محسوس ہو۔

وجہ تسمیہ۔ مسلّی کے معنی تکلے کے ہیں اور چونکہ یہ تکلے سے مشابہ ہوتی ہے اس وجہ سے مسلّی کہلاتی ہے۔

نبض متصل میں باوجود اس کے کہ جزء واحد میں تدریجی اختلاف ہوتا ہے لیکن پھر بھی جزء واحد کے بعض حصص میں شدید اختلاف کا ہونا ممکن ہے۔ مثلاً اگر سرعت سے بطور کی جانب تدریجاً مختلف ہو تو اس جزء کے اول حصہ میں اور آخر حصہ میں شدید اختلاف نمایاں ہوگا۔

نبض متداخل۔ وہ نبض ہے جس میں ایک نبض مثل دو نبضوں کے محسوس ہوتی ہے یعنی نبض کا جزء واحد باقی اجزاء کی حرکت کے بعد حرکت کرتا ہے جس کی وجہ سے دو قرعے محسوس ہوتے ہیں اور ان دو قرعوں کی وجہ سے دو نبضوں کا مغالطہ ہو جاتا ہے

بعض اطباء کا یہ خیال ہے کہ نبض متداخل دو ایسی نبضیں ہیں جو تداخل کی وجہ سے ایک محسوس ہوتی ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض اجزاء نبضہ اولیٰ میں اپنی حرکت کو پورا کر لیتے ہیں اور بعض اجزاء کی حرکت نبض اولیٰ میں منقطع ہو جاتی ہے پھر نبضہ ثانیہ میں یہ بعض اجزاء اپنی بقیہ حرکت کو مکمل کرتے ہیں جس سے یہ مغالطہ ہو جاتا ہے کہ یہ ایک ہی نبضہ ہے جس میں دو قرعہ محسوس ہوتے ہیں حالانکہ یہ دو نبضات ہیں۔

نبض مرکب کے مخصوص اقسام

۱۔ غزالی درحقیقت نبض منقطع کی ایک قسم ہے جس کا اطلاق صرف

اُس نبض منقطع پر ہوتا ہے جس کی ایک طرف بطی اور دوسری سریع ہو
بعض اطباء نے غزالی کو عائد کی ایک قسم قرار دیا ہے لیکن متقدمین اطباء کے الفاظ سے اس کا ترشح نہیں ہوتا۔

۲- موجی اُس نبض کو کہتے ہیں جس کے اجزاء عظم وصغر، تقدم وتاخر شہوق وانخفاض، سرعت وبطوء میں مختلف ہوں اور قوام میں تمام اجزاء لین ہوں
وجہ تسمیہ۔ اس نبض کو موجی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی حرکت میں دریا کے موجوں کی طرح دوائر پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے دریا میں کسی ڈھیلے وغیرہ کے ڈالنے سے مستدیر امواج پائی جاتی ہیں۔

نبض دودی۔ یہ نبض چھوٹے کیڑے سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے اس کو دودی کہا جاتا ہے کیونکہ دود کے معنی کیڑے کے ہیں یہ نبض موجی سے مشابہ ہے۔ صرف دو چیزوں میں نبض موجی سے مختلف ہوتی ہے۔
پہلا امر یہ ہے کہ دودی میں انتہائی درجہ کا صغر ہوتا ہے اور موجی میں صغر نہیں پایا جاتا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ دودی میں تواتر بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور موجی میں سرعت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ ضعف قوت ہے کیونکہ نبض دودی کی حالت میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ نبض سریع ہو سکے۔ لہذا شدت حاجت کی وجہ سے تواتر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے اکثر سرعت کا شبہ ہونے

نبض متصل میں باوجود اس کے کہ جزو واحد میں تدریجی اختلاف ہوتا ہے لیکن پھر بھی جزو واحد کے بعض حصص میں شدید اختلاف کا ہونا ممکن ہے۔ مثلاً سرعت سے بطوء کی جانب تدریجاً مختلف ہو تو اس جزو کے اول حصہ میں اور آخر حصہ میں شدید اختلاف نمایاں ہوگا۔

نبض متداخل۔ وہ نبض ہے جس میں ایک نبض مثل دو نبضوں کے محسوس ہوتی ہے یعنی نبض کا جزو واحد باقی اجزاء کی حرکت کے بعد حرکت کرتا ہے جس کی وجہ سے دو قرعے محسوس ہوتے ہیں اور ان دو قرعوں کی وجہ سے دو نبضوں کا مغالطہ ہو جاتا ہے

بعض اطباء کا یہ خیال ہے کہ نبض متداخل دو ایسی نبضیں ہیں جو تداخل کی وجہ سے ایک محسوس ہوتی ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض اجزا نبضہ اولیٰ میں اپنی حرکت کو پورا کر لیتے ہیں اور بعض اجزاء کی حرکت نبض اولیٰ میں منقطع ہو جاتی ہے پھر نبضہ ثانیہ میں یہ بعض اجزاء اپنی بقیہ حرکت کو مکمل کرتے ہیں جس سے یہ مغالطہ ہو جاتا ہے کہ یہ ایک ہی نبضہ ہے جس میں دو قرعے محسوس ہوتے ہیں حالانکہ یہ دو نبضات ہیں۔

نبض مرکب کے مخصوص اقسام

۱۔ غزالی درحقیقت نبض منقطع کی ایک قسم ہے جس کا اطلاق صرف

اُس نبض منقطع پر ہوتا ہے جس کی ایک طرف بطی اور دوسری سریع ہو
بعض اطباء نے غزالی کو عائد کی ایک قسم قرار دیا ہے لیکن متقدمین اطباء کے الفاظ سے اس کا ترشّح نہیں ہوتا۔

۲- موجی اُس نبض کو کہتے ہیں جس کے اجزاء عظم و صغر، تقدم و تاخر، شہوق وانخفاض، سرعت و بطوء میں مختلف ہوں اور قوام میں تمام اجزاء لین ہوں

وجہ تسمیہ۔ اس نبض کو موجی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی حرکت میں دریا کے موجوں کی طرح دوائر پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے دریا میں کسی ڈھیلے وغیرہ کے ڈالنے سے مستدیر امواج پائی جاتی ہیں۔

نبض دودی۔ یہ نبض چھوٹے کیڑے سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے اس کو دودی کہا جاتا ہے کیونکہ دود کے معنی کیڑے کے ہیں یہ نبض موجی سے مشابہ ہے۔ صرف دو چیزوں میں نبض موجی سے مختلف ہوتی ہے۔
پہلا امر یہ ہے کہ دودی میں انتہائی درجہ کا صغر ہوتا ہے اور موجی میں صغر نہیں پایا جاتا۔

دوسرا امر یہ ہے کہ دودی میں تواتر بہت زیادہ پایا جاتا ہے اور موجی میں سرعت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ ضعف قوت ہے کیونکہ نبض دودی کی حالت میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ نبض سریع ہو سکے۔ لہٰذا شدت حاجت کی وجہ سے تواتر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے اکثر سرعت کا شبہ ہونے

لگتا ہے۔

نبض نملی۔ یہ نبض بھی دودی و موجی سے مشابہ ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں صغر و تواتر شدت ضعف کی وجہ سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

دودی و نملی میں شہوق اور تقدم و تاخر کا اختلاف بہ نسبت اختلاف عرض کے زیادہ واضح ہوتا ہے بلکہ اختلاف عرض کا احساس بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔

وجہ تسمیہ۔ نمل کے معنی چیونٹی کے ہیں اور چونکہ اس نبض میں حرکت چیونٹی کی رفتار کی طرح ہوتی ہے اس وجہ سے اس کو نملی کہتے ہیں۔

نبض منشاری۔ وہ نبض ہے جس کے اجزا ر شہوق وانخفاض طول و عرض اور تقدم و تاخر میں مختلف ہوں اس کے علاوہ تمام اجزا ر صلب ہونے کے باوجود صلابت میں بھی مختلف ہوں نبض منشاری سریع متواتر اور صلب ہوتی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ منشار کے معنی آرہ کے ہیں چونکہ اس نبض میں بھی آرہ کے دندانوں کی طرح ارتفاع وانخفاض ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو منشاری کہتے ہیں۔

ذنب الفارہ۔ وہ نبض ہے جو قوت وضعف، عظم وصغر، سرعت

وبلبوں میں اس طرح مختلف ہو کہ نقصان سے زیادتی کی جانب یا زیادتی سے نقصان کی جانب تدریجاً منتقل ہو۔

نبض ذنب الفار جس طرح سے نبضات کثیرہ میں وقوع پذیر ہے اسی طرح سے نبضۂ واحدہ کے اجزاء کثیرہ یا جزء واحد کے اندر بھی پائی جا سکتی ہے۔

وجہ تسمیہ۔ ذنب الفار کے معنی چوہے کی دم کے ہیں چونکہ اس میں بھی حرکت زیادتی سے نقصان یا نقصان سے زیادتی کی طرف تدریجاً چوہے کی دم کے مانند ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کو ذنب الفار کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

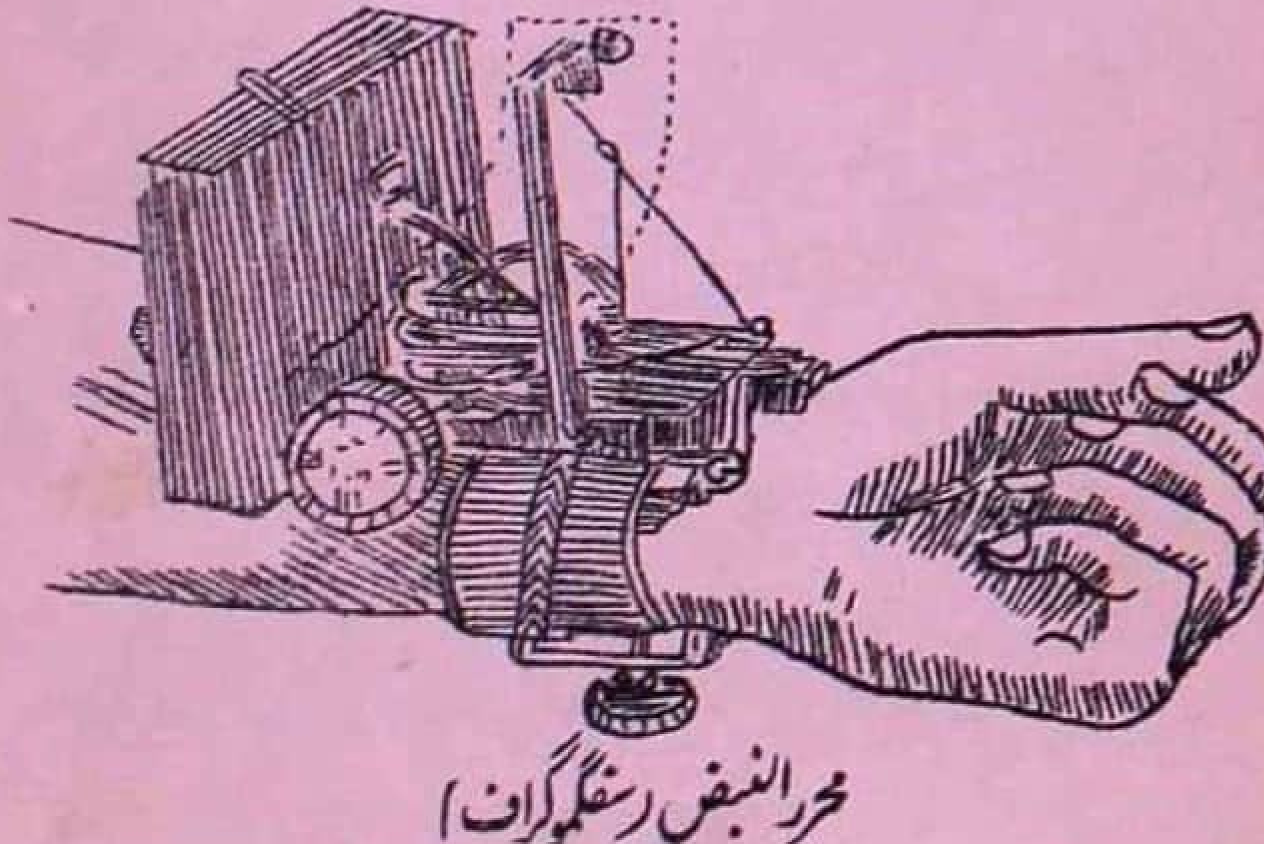
مسلّی۔ وہ نبض ہے جو نقصان سے زیادتی کی جانب اور پھر زیادتی سے نقصان کی طرف تدریجاً رجوع کرے۔ گویا کہ دو ذنب الفار نبضیں اس طرح سے جوڑ دی گئی ہوں کہ ان دونوں کے موٹے حصے پر جوڑ واقع ہو اور پتلے حصے اطراف میں رہیں۔ مثلاً پہلی انگلی کے نیچے نبض صغیر دوسری کے نیچے نبض عظیم۔ تیسری کے نیچے پھر عظیم اور چوتھی کے نیچے نبض صغیر محسوس ہو۔

وجہ تسمیہ۔ مسلّی کے معنی تکلے کے ہیں اور چونکہ یہ تکلہ سے مشابہ ہوتی ہے اس وجہ سے مسلّی کہلاتی ہے۔

ذوالقرعتین یا متداخل۔ اس نبض میں اطبار کا اختلاف ہے بعض اطبار اس نبض کو واحد خیال کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اس میں صرف حرکت اجزار کے تقدم و تاخر کی وجہ سے دو نبضوں کا مغالطہ ہوتا ہے اور بعضوں نے اس کو دو نبض قرار دیا ہے۔

شیخ الرئیس کا فیصلہ یہ ہے کہ حقیقتاً یہ ایک نبض ہے کیونکہ قرع اول کا اتنا زمانہ نہیں ہے جس میں انقباض و انبساط اور دونوں سکون کی گنجایش ہو البتہ اس نبض میں دو قرعے ضرور محسوس ہوتے ہیں مگر قرعوں کا محسوس ہونا دو نبضوں کی دلیل نہیں ورنہ نبض منقطع کو بھی دو نبضوں میں شمار کرنا چاہیے کیونکہ اس میں بھی دو نبضات محسوس ہوتے ہیں بلکہ دو نبضوں کے واسطے اس امر کی ضرورت ہے کہ چار حرکتیں اور چار سکون مکمل موجود ہوں۔

جالینوس نے نبض کبیر میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ حرکت انقباضی کے محسوس نہ ہونے کی صورت میں اس نبض کو دو نبض کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس وقت نبض کا دار و مدار صرف ایک قرعہ اور ایک وقوف پر ہوگا۔ لیکن اگر حرکت انقباضی کا بھی اعتبار کیا جائے تو اس کے نبض واحد ہونے میں کوئی بھی شبہہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اس میں دو قرعہ کا اقتباس ویسے ہی ہے جیسا کہ ہتوڑے کی ایک ضرب کے بعد دوسری



محرر النبض (سفگموگراف)



نبض موجی



نبض ذو الفترہ



صحت کی نبض



نبض منشاری



نبض مطرقی



نبض واقع فی الوسط

ضرب بغیر قصد کے خود سے لوٹ جاتی ہے۔

ذوالفترہ۔ وہ نبض مختلف ہے جس کے زمانہ حرکت میں سکون محسوس ہو۔

واقع فی الوسط۔ وہ نبض مختلف ہے جس کے زمانۂ سکون میں حرکت محسوس ہو۔

متشنّج۔ وہ نبض ہے جس کی حرکت حرکت تشنّجی کے ساتھ مشابہ ہو۔

مرتعش۔ وہ نبض ہے جس میں ارتعاشی حرکت پائی جائے۔

ملتوی۔ وہ نبض ہے جو ایک بٹے ہوئے تاگے کے مشابہ ہو۔

متوتّر۔ یہ نبض مرتعش کے ساتھ مشابہ ہے جس میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا کسی جانب کھینچا جا رہا ہے متوتّر میں بہ نسبت ملتوی کے انبساط زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ نبض مرکب کے اور بھی اقسام ہیں جن کے واسطے کوئی نام نہیں اور نہ عملی صورت میں ان سے کوئی کام پڑتا ہے۔

نبض طبعی

نبض کی تمام جنسیں جن میں زیادتی، نقصان اور اعتدال کی تینوں

صورتیں پائی جاتی ہیں - ان میں سے معتدل "نبض طبعی" ہے جنس قوی اور ضعیف میں بھی اگرچہ تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں لیکن اس جنس کے لحاظ سے نبض طبعی قوی کو قرار دیا جاتا ہے -

قوت سے مراد یہ نہیں ہے کہ کسی خاص ضرورت سے قوت کسی فعل کے مبالغے اور شدت پر برانگیختہ ہو جائے جیسے غصہ اور درد کی حالت میں قوت سے غیر معمولی شدید افعال سرزد ہوتے ہیں بلکہ قوت سے مراد فاعل کا افعال پر کمال اقتدار ہے جو بہترین صحت اور مکمل اعتدال سے حاصل ہوتا ہے - جالینوس نے اس جنس قوی اور ضعیف میں بھی متوسط ہی کو طبعی قرار دیا ہے - صرف اتنا فرق کیا ہے کہ اور اجناس میں توسط حقیقی نبض طبعی کا مصداق بنتا ہے اور اس جنس میں نبض طبعی کا محمول وہ توسط ہوتا ہے جو شدت اور قوت کی جانب مائل ہوتا ہے اسی وجہ سے جس وقت غصہ یا درد قوت کو مقاومت اور مدافعت کی جانب برانگیختہ کرتا ہے اس حالت کی نبض کو "اعظم اور اقوی" کہا جاتا ہے حالانکہ یہ قوت طبعی کہلانے کی مستحق نہیں ہے اور شیخ نے اس حالت کی نبض کو الفاظ "اعظم اور اسرع" سے تعبیر کیا ہے -

بہرحال نبض میں کسی عارض کی وجہ سے غیر معمولی قوت کا اظہار مفہوم طبعی سے خارج ہے - وہ اجناس جو صرف دو ہی صورتوں میں

منحصر ہیں مثلاً مستوی اور مختلف۔ منتظم اور غیر منتظم، جیّد الوزن اور ردی الوزن۔ ان میں "طبعی نبض" مستوی، منتظم، جیّد الوزن ہو گی منتظم اگرچہ طبعی نہیں ہے کیونکہ یہ مختلف کی ایک قسم ہے جو غیر طبعی نبض ہے لیکن قلت اختلاف کی وجہ سے نبض طبعی کے ساتھ اس کو قرب حاصل ہے اس لئے اس کا شمار نبض طبعی میں کیا گیا۔

اسباب نبض

نبض کے اسباب تین قسموں پر منقسم ہیں۔ (۱) اسباب ماسکہ (۲) اسباب لازمہ مغیرہ (۳) اسباب مغیرہ علی الاطلاق۔

(۱) **اسباب ماسکہ** ۔ وہ اسباب ہیں جن کے بغیر نبض کا وجود غیر ممکن اور اس کا تحقق محال ہے۔ یہ اسباب تمام نبضوں کے واسطے عام ہیں بلکہ نبض کا وجود انہی اسباب پر منحصر ہے اسباب ماسکہ تین ہیں۔

(۱) "قوت حیوانی" دراصل وعار روح یعنی قلب کو حرکت دیتی ہے اور نبض کا سبب فاعلی ہے۔

(۲) "آلہ یعنی جرم شریان" یہ نبض کے واسطے سبب قابل ہے۔

(۳) "حاجت تطفیہ" یہ سبب غائی ہے۔

بدنی حرارت کی وجہ سے اس امر کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

کہ حرارت کو بجھانے اور حد اعتدال پر قایم رکھنے کیواسطے نسیم بارد (آکسیجن) کے ذریعہ اس غرض کو پورا کیا جائے لہذا یہ غرض وغایت قوت حیوانی کو اس امر پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ قلب میں اولاً اور شرائین میں ثانیاً حرکت انبساطی پیدا کرے۔ چنانچہ قوت حیوانی جب اپنا فعل کرتی ہے تو قلب اور شرائین اپنی قوت کی وجہ سے اس حرکت کو قبول کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے نبض کا وجود ہوتا ہے۔

مقدار حرارت کے لحاظ سے حاجت مختلف ہوتی ہے اگر حاجت شدید ہو تو زیادہ مقدار میں نسیم کی ضرورت ہوتی ہے اگر کم ہو تو اس کی تھوڑی مقدار کافی ہوتی ہے۔

اسباب لازمہ مغیرہ - وہ اُمور ہیں جن سے کسی انسان کو مفر نہیں۔ یہ اُمور انسان کے ساتھ بایں معنی لازم ہوتے ہیں کہ اُمور غریبہ میں سے نہیں ہیں مثلاً اسباب ستہ ضروریہ اسنان یا بلدان وغیرہ ان کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کا نفس وجود نبض میں تغیر کا باعث نہیں ہوتا بلکہ ان کا تغیر نبض میں تغیر پیدا کرتا ہے۔

اسباب مغیرہ علی الاطلاق - وہ اسباب ہیں جن کا نفس وجود نبض میں تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً ریاضت، غضب اور مختلف بیماریاں وغیرہ۔

میری رائے میں اسباب مغیرّہ لازمہ کا بھی نفس وجودنبض میں تغیر پیدا کر دیتا ہے مثلاً سونا، جاگنا، کھانا، پینا لیکن صرف اتنا فرق ہے کہ تغیر علی حالہ اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ دوسرا سبب لاحق نہ ہو۔ اور مغیرّہ علی الاطلاق میں بغیر کوئی دوسرا سبب ظاہر ہوئے تغیّر ہوتا رہتا ہے۔

اسباب ماسکہ کے افعال کا تغیر اسباب لازمہ مغیرّہ علی الاطلاق کے لحاظ سے ہوتا رہتا ہے۔

اسباب ماسکہ کے افعال و اثرات

نبض عظیم کا سبب۔ اسباب ماسکہ میں سے جس وقت قوت قوی ہوتی ہے حاجت شدید اور آلہ میں مطاوعت پائی جاتی ہو تو ایسی صورت میں نبض "عظیم" ہو جاتی ہے۔ عظم نبض سے مراد وہ عظم ہے جو اعتدال سے متجاوز ہو۔ عظم نبض میں چونکہ شریان مقدار ثلثہ میں کمال انبساط کی جانب حرکت کرتی ہے اور کمال انبساط انھیں تین اسباب شدت قوت، شدّت حاجت، مطاوعت آلہ سے ہو سکتا ہے۔

"جالینوس" نے عظم نبض کا ایک اور چوتھا سبب بھی بیان

کیا ہے یعنی جسم میں روح کی کمی چونکہ "جالینوس" اس امر کا قائل
ہے کہ روح کی تولید ہوائے مستنشق سے ہوتی ہے اس وجہ سے
جب روح میں غیر معمولی کمی واقع ہوتی ہے تو نبض تولید روح کی
غرض سے زیادہ عظیم ہو جاتی ہے۔ بعض اطباء نے چوتھے سبب کو بھی
شدّت حاجت میں داخل کر دیا ہے اور شدّت حاجت کے معنی
میں وسعت بھی ہے یعنی خواہ شدت حرارت ہو یا تقلیل روح، نبض
کو عظیم بنانے والے اسباب میں سے زیادہ اہمیت حاجت کو حاصل
ہے کیونکہ یہ علّت غائی ہے اور علّت فاعلی کا فعل بھی اسی پر
منحصر ہے۔

نبض صغیر کا سبب - ان اسباب میں سے ایک یا تمام
اگر مفقود ہو جائیں تو نبض عظیم نہیں ہو سکتی مثلاً اگر قوت ضعیف
ہو جائے تو نبض صغیر ہو جاتی ہے اسی طرح اگر آلہ میں صلابت
پیدا ہو جائے اور حاجت میں بھی کمی واقع ہو جائے تو نبض بہت
زیادہ صغیر ہو جاتی ہے آلہ میں اگر صرف صلابت پیدا ہو جائے
تو ایسی صورت میں بھی نبض صغیر ہو جاتی ہے جو نبض ضعف قوت
کی وجہ سے صغیر ہو جاتی ہے اس میں، اور اس نبض میں جو صلابت
آلہ کی وجہ سے صغیر ہو جاتی ہے علامت فارقہ یہ ہے کہ آخر الذکر میں

ضعف نہیں پایا جاتا اور نہ قصر و انخفاض میں افراط ہوتا ہے بلکہ ایک حد تک شہوق اور طول پایا جاتا ہے اور اول الذکر میں صلابت نہیں پائی جاتی۔ ضعف، قصر اور انخفاض میں افراط پایا جاتا ہے۔

صرف قلت حاجت بھی باعث صغر ہوتی ہے لیکن اس صغر کے ساتھ صلابت نہیں پائی جاتی صغر پیدا کرنے والے اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب ضعف قوت اور اس کے بعد صلابت آلہ اور اس کے بعد قلت حاجت ہے۔ جو اسباب عظم پیدا کرنے میں زیادہ قوی ہیں۔ ان کے اضداد صغر پیدا کرنے میں اتنی ہی قوت رکھتے ہیں شدت قوت سبب فاعل ہونے کی وجہ سے عظم کا سبب قوی تھا اس وجہ سے اس کی ضد یعنی ضعف قوت صغر پیدا کرنے میں سب سے زیادہ قوی ثابت ہوا۔ لینت آلہ عظم پیدا کرنے میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا کیونکہ لینت کی وجہ سے ادنیٰ قوت بھی نبض کو عظیم بنا دیتی تھی اسی وجہ سے صلابت آلہ صغر کا نمایاں سبب ہے۔

اس موقع پر یہ گمان نہ کیا جائے کہ اسباب عظم میں شدت حاجت کو تمام اسباب پر ترجیح دی گئی ہے اور اس موقع پر قوت، اور مطاوعت آلہ کی زیادہ اہمیت بیان کی جا رہی ہے۔ کیونکہ حاجت کو جو اہمیت دی گئی تھی وہ صرف اسی وجہ سے تھی کہ وہ قوت کو اپنے فعل پر آمادہ کرتی

ہے لیکن جہاں تک فعل اور انفعال کا تعلق ہے اس سے حاجت خارج
ہے یہی وجہ ہے کہ اگر اس قوت کو قایم فرض کیا جائے تو ایسی حالت میں
صلابت کی وجہ سے جو صغر پیدا ہوتا ہے وہ اس صغر سے بہت زیادہ ہوتا ہے
جو قلت حاجت کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ کیونکہ قلت حاجت کی صورت
میں قوت کے فعل کو کوئی چیز منع نہیں کرتی زیادہ سے زیادہ یہ امر ہے
کہ کوئی چیز اس کو آمادہ بھی نہیں کرتی۔ لیکن صلابت کی صورت میں قوت
کے فعل کے واسطے ایک امر مانع ہے جو باوجود حاجت کے قوت کے
فعل کو منع کرتا ہے۔

اگر حاجت شدید ہو اور قوت بھی قوی ہو لیکن آلہ صلابت کی وجہ
سے عظم کو نہ قبول کرے تو ایسی صورت میں نبض 'سریع' ہو جاتی ہے اور
عظیم نہ ہونے کی وجہ سے تطفیہ حاجت میں جو تقصیر واقع ہوتی ہے
اس کا تدارک سرعت کے ذریعہ ہو جاتا ہے۔

اگر شدت حاجت صلابت آلہ اور ضعف قوت بھی ہو تو نبض میں
عظم اور سرعت کی تلافی تواتر سے ہوتی ہے یعنی جس مدت میں ایک
نبضہ عظیمہ حاجت کی تلافی کرتا ہے اتنی دیر میں ایک کے بجائے چند
نبضے پے درپے حاجت کو پورا کرتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ سب سے پہلے مرتبہ عظم کا ہے۔ عظم کے بعد سرعت اور سرعت کے

بعد تواتر کا۔ اس کی بعینہٖ مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بھاری بوجھ کے اُٹھانے کا قصد کرے پس اگر اس میں اُٹھانے کی قوت موجود ہے تو وہ اس کو ایک مرتبہ میں اُٹھا کر مقام مقصود تک پہونچا دے گا۔ اور اگر اس میں ایک ہی مرتبہ لیجانے کی قوت نہیں ہے تو وہ اس کو دو مرتبہ میں لے جائیگا۔ لیکن رفتار میں عجلت کرے گا مگر جب اتنی بھی طاقت نہ ہو تو چند مرتبہ میں لے جائیگا اور ضعف کی وجہ سے رفتار اگرچہ سست ہوگی لیکن درمیان میں آرام نہ کرے گا بلکہ متواتر لیجانے کی کوشش کریگا اگر بہت زیادہ ضعف ہو تو البتہ تواتر بھی باقی نہیں رہے گا۔

اگر حاجت حد اعتدال سے متجاوز، قوت قوی اور آلہ مطاوع ہو تو ایسی صورت میں محض عظم حاجت کو پورا کرنے کے واسطے کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ سرعت بھی اعانت کرتی ہے۔ اگر حاجت بہت زیادہ شدید، قوت قوی اور آلہ مطاوع ہو تو عظم اور سرعت کے ساتھ حاجت کو پورا کرنے کے واسطے تواتر بھی شریک کار بن جاتا ہے لیکن جس وقت حاجت کم ہونا شروع ہوتی ہے تو پہلے تواتر غایب ہوتا ہے پھر سرعت، اس کے بعد عظم میں کمی واقع ہوتی ہے۔

اسباب ماسکہ کے باعث نبض میں عظم وصغر، سرعت وبطؤ تواتر وتفاوت کے اعتبار سے جو تغیرات واقع ہوتے ہیں اُن کا

حصر علامہ آملی نے ۲۷ قسموں میں کیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ قوت کی تین صورتیں ہیں۔ قوی، ضعیف، متوسط اس کے ساتھ آلہ کی تینوں صورتوں، زائد، ناقص، متوسط کے ساتھ ضرب دیا جائے تو ۲۷ قسمیں ہوتی ہیں جن کی تفصیل کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔

نبض طویل کا سبب۔ اس کا سبب بعض اسباب عظم ہیں مثلاً جس وقت قوت قوی اور حاجت شدید ہو لیکن آلہ کی صلابت اور ماحول کے لحم و شحم وغیرہ سے امتلاء، عریض اور شاہق ہونے سے مانع ہو تو ایسی صورت میں نبض بجائے عظیم ہونے کے طویل ہو جاتی ہے یہ طول کا سبب حقیقی ہے لیکن بعض وقت نبض میں "مجازی طول" پایا جاتا ہے جس کا تعلق حرکت شریان سے نہیں ہوتا ایسے طول کا سبب ماحول کے اجسام کا ہزال ہے جس کی وجہ سے شریان اپنی طبعی طول سے زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔

نبض عریض کا سبب۔ اس کے دو سبب ہیں۔ پہلا سبب جوف شریان میں رطوبت کی کمی جس کی وجہ سے شریان کا بالائی حصہ زیریں حصہ پر منبسط ہو جاتا ہے۔

"علامہ قرشی" اس پہلے سبب سے راضی نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ زمانۂ حیات میں طبقۂ شریان اتنا ضعیف نہیں ہو سکتا۔

کہ شریان کی بالائی دیوار زیرین دیوار سے منطبق ہو کر عریض ہو جائے
"علامہ آملی" نے زمانۂ حیات میں اس چیز کو جائز قرار دیا ہے اور
یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شریان کے دونوں حصّوں کے درمیانی بعد کی
زیادتی اور کمی روح اور دم کی زیادتی اور کمی کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔
"نبض عریض" کا دوسرا سبب شریان کی بہت زیادہ لینت
ہے۔ رطوبات آلہ کی وجہ سے جب شریان کی دیواریں بہت زیادہ
نرم ہو جاتی ہیں تو انطباقی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے
نبض عریض ہو جاتی ہے۔

نبض شاہق کا سبب - جس وقت شریان دونوں جانب
طول میں اجسام لحمی وغیرہ کے ماتحت چھپی ہو اور دونوں جانب عرض لحم وغیرہ سے
منضغط ہو تو ایسی صورت میں اسباب عظم کا وجود نبض کو شاہق بنا دیتا ہے۔
نبض کے اقطار ثلٰثہ کی کمی اور بیشی کبھی اس طرح بھی واقع
ہوتی ہے کہ ایک قطر کی زیادتی دوسرے قطر کی کمی کا سبب بنتی
ہے یا ایک قطر کی کمی دوسرے قطر کی زیادتی کا باعث ہوتی ہے۔
مثلاً کلائی کو اگر اوندھا کیا جائے تو شریان جہت طول میں سکڑ جاتی
ہے جس کی وجہ سے جہت عرض میں زیادتی ہو جاتی ہے اسی طرح
تشنج کی حالت میں شریان جہت طول میں کھنچ جاتی ہے جس کی وجہ

سے جہت عرض میں کمی واقع ہوتی ہے۔

نبض منخفض کا سبب۔ نفسانی عوارض مثلاً خوف یا غم کے باعث جب روح یا دم اندرونی جانب چلا جاتا ہے تو نبض منخفض ہوجاتی ہے میری رائے میں ایسی صورت میں نبض اقطار ثلثہ میں کم ہوجائے گی جس کو اطبار کی اصطلاح میں نبض صغیر کہا جائیگا نہ کہ منخفض۔

نبض سریع کا سبب۔ نبض سریع کبھی تو تلافی عظم کی غرض سے ہوتی ہے اور کبھی عظم کے ذریعہ حاجت نہ پوری ہونے کی وجہ سے عظم کے ساتھ سرعت کی بھی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اوّل الذکر کا سبب شدت قوت، اعتدال حاجت ہے لیکن عظم کے واسطے کوئی امر مانع مثلاً صلابت وغیرہ کا وجود ضروری ہے۔ آخر الذکر کا سبب قوت وشدت حاجت ہے۔

نبض بطی کا سبب۔ سابق الذکر دونوں سببوں کا ضد ہے۔

نبض متواتر کا سبب۔ جس وقت تواتر عظم اور سرعت کے ساتھ پایا جائے تو اس کا سبب شدت حاجت ہوتا ہے لیکن جس وقت صغر اور بطوء کے ساتھ پایا جائے تو اس کا سبب ضعف قوت کو سمجھنا چاہیئے۔

نبض متفاوت کا سبب۔ اگر تفاوت عظم اور سرعت کے

ساتھ پایا جائے تو اس کا سبب سابق الذکر اسباب کا ضد ہے لیکن اگر صغر اور بطوء کے ساتھ پایا جائے تو انتہائی ضعف قوت کی دلیل ہے اور یہ تفاوت اکثر مہلک ہوا کرتا ہے۔

اسباب مغیّرہ کے اثرات

نبض ضعیف کے اسباب۔ علامہ آملی نے ضعیف نبض کی دو صورتیں بیان کی ہیں "ضعف قوت" اور "صلابت آلہ" ان کی رائے میں صلابت آلہ کی وجہ سے قوت ایسی تحریک پر قادر نہیں ہوتی ہے کہ نباض کی انگلیوں کی کافی مقاومت کرسکے اگرچہ فی نفسہ قوت میں کسی قسم کا ضعف نہیں ہوتا۔

میری رائے میں علامہ کی یہ رائے حد تحقیق سے گری ہوئی ہے کیونکہ نبض قوی اور صلب میں جو اشتباہ واقع ہوتا ہے اس کا فرق خود علامہ نے جنس صلب اور لین میں بیان کردیا ہے جسکو ہم نے بھی اس کتاب میں جنس صلب اور لین کے موقع پر نقل کردیا ہے لیکن اس موقع پر خدا جانے کیوں سہو فرماگئے۔

ضعف نبض کے اسباب۔ آٹھ ہیں۔ ہم، رنج وغم، بیداری

استفراغ - ذبول - خلط ردی - ریاضت - اخلاط کا ہیجان اور اعضائے حسّاسہ اور قلب سے اس کا اتصال - ہر قسم کے محلات غم اور ہم میں فرق یہ ہے کہ آئندہ حوادث کے متعلق رنج، ہم کہلاتا ہے اور غم گذشتہ کے متعلق غم کہلاتا ہے۔

صلابت نبض کے اسباب ۔ اس کے چند اسباب ہیں جرم شریان کا یبس، کسی وجہ سے اس کا تمدّد، شدت برد، جسکی وجہ سے جرم شریان کے رطوبات منجمد ہو کر سخت ہو جاتے ہیں۔

جہاد بحرانی اس موقع پر یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ اطباء نے یوم البحران کی نبض موجی بیان کی ہے اور نبض موجی لیّن ہوتی ہے اور اس موقع پر صلابت پر زور دیا جاتا ہے - یہ شبہہ اس امر پر غور کرنے سے زائل ہو جاتا ہے کہ نبض موجی صرف اُس بحران میں پائی جاتی ہے جو بذریعہ پسینہ واقع ہوتا ہے - لیکن جو بحران بذریعہ قے، اسہال و رُعاف وغیرہ واقع ہوتا ہے اُس سے تمام اعضا انہی جہات کی جانب کھنچ جاتے ہیں جس کی وجہ سے نبض میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے

لینت نبض کے اسباب ۔ کثرت تغذیہ کی وجہ سے ترطیب، مرض رطب، امتلاء، استسقاء لحمی، لیثرغس، حمام۔

عام اطباء میں یہ امر مشہور ہے کہ مطلقاً استسقاء کی نبض لیّن اور

موجی ہوتی ہے لیکن محققین نے اس میں استسقاء لحمی کی تخصیص کی ہے زقی اور طبلی کی نبض میں تمدد شریان کی وجہ سے صلابت تسلیم کرتے کرتے ہیں۔ علاوہ بریں استسقاء زقی میں رطوبت جرم عضو میں نافذ نہ ہونے کی وجہ سے لینت کا نمایاں اثر پیدا نہیں کرتی۔

نبض مختلف کا سبب - اختلاف نبض کے ساتھ اگر قوت بھی پائی جائے تو اس کا سبب غذا یا خلط کا ثقل ہوتا ہے کیونکہ طبیعت نبض کی جانب سے غافل ہو کر ہضم طعام اور انضاج خلط کی جانب معروف ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے نبض کی حاجت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ حاجت کے بڑھ جانے کی وجہ سے پھر طبیعت نبض کی جانب یکدم متوجہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اگر اختلاف کے ساتھ ضعف پایا جائے تو اس کا سبب طبیعت اور کسی مرض کا مجاہدہ ہوتا ہے کیونکہ طبیعت مجاہدۂ مرض میں مصروف ہونے کی وجہ سے نبض کو مستوی نہیں رکھ سکتی۔ کبھی اختلاف کا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ عروق خون سے ممتلی ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً جس وقت خون لزج اور روح کو گھونٹنے والا ہو۔ یہ اختلاف فصد کے بعد فوراً زائل ہو جاتا ہے۔ صفراء چونکہ لطیف اور قلیل المقدار ہے اور اسی طرح بلغم اور سودا بھی رگوں میں بہت ہی قلیل مقدار

میں پائے جاتے ہیں اسوجہ سے یہ اخلاط ثلثہ اس امتلاء کے باعث نہیں ہوتے سب سے زیادہ قلیل مدت میں جو چیز اختلاف پیدا کرتی ہے وہ معدہ کا امتلاء ہے امتلاء معدہ کی حالت میں طبیعت ہمہ تن غذا کی جانب مصروف ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے نبض ضعیف ہو جاتی ہے پھر درمیان میں کبھی کبھی نبض کیجانب متوجہ ہوتی ہے تو نبض قوی ہو جاتی ہے جس کے باعث نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ انحدار غذا کے بعد یہ اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ اگر معدہ میں بجائے غذا کے کوئی خلط ردی پائی جاتی ہو تو اس وقت تک نبض میں اختلاف پایا جائیگا جب تک معدہ سے یہ خلط دفع نہ ہووے۔ بعض وقت معدہ کی اذیت قلب میں خفقان پیدا کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے نبض بھی خفقانی ہو جاتی ہے۔ نبض خفقانی سے مراد وہ نبض ہے جو ضعیف، صغیر، متواتر مختلف اور ایک جہت میں مائل ہو۔

نبض نشاری کا سبب ۔ نبض نشاری کے دو اسباب ہوتے ہیں۔ پہلا سبب جرم شریان میں جو مادہ نفوذ کرتا ہے اس کا باعتبار عفونت، نضج، فجاجت مختلف ہونا۔ اس مادہ کے اختلاف کی وجہ سے اجزاء شریان لینت اور صلابت میں مختلف ہو جاتے ہیں جس جزء میں مادہ نضیج یا کامل العفونت موجود ہوتا ہے وہ جزء لین ہوتا ہے۔ جس جزء میں مادہ فج یا قلیل العفونت پایا جاتا ہے اس جزء

میں صلابت ہوتی ہے۔ اسی صلابت اور لینت کے اختلاف کی وجہ سے اجزاءِ نبض کی حرکت عظم وصغر، تقدم وتاخر کے اعتبار سے مختلف ہو جاتی ہے۔

دوسرا سبب۔ اعضاء عصبانیہ کی برودت ہے ایسی صورت میں نبض منشاری ہونے کے متعلق اطباء کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ آملی کا یہ بیان ہے کہ شرائین کے واسطے دو غشائیں محیط ہوتی ہیں اور ان اغشیہ کی ساخت الیاف عصبی اور الیاف رباطی سے ہوتی ہے جب کسی عصبی عضو میں ورم ہوتا ہے تو اس غشاء کے عصبی ریشوں میں تمدد پیدا ہوتا ہے اور رباطی ریشے بحالہ باقی رہتے ہیں جس کی وجہ سے شریان کے وہ اجزاء جو عصبی ریشوں کے ماتحت واقع ہوتے ہیں ان کا انبساط ماحول کے تمدد کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے اور وہ اجزاء جو رباطی ریشوں کے ماتحت واقع ہوتے ہیں اُن کے انبساط میں یہ دشواری نہیں لاحق ہوتی اس اختلاف کی وجہ سے شریان کے اجزاء صلابت عظم وصغر تقدم وتاخر میں مختلف ہو جاتے ہیں اور یہی معنی نبض منشاری کے ہیں۔

مصنف حواشی عراقیہ نے شیخ کے اس بیان کی تردید کی ہے فاضل مصنف نے اس موقع پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ ذات الجنب میں نبض کی منشاریت کا وہ سبب نہیں ہے جس کو شیخ الرئیس نے بیان کیا ہے بلکہ حقیقتاً اس کا سبب شدت حاجت کی وجہ سے بعض اجزاء

کا ارتفاع اور شدت الم کی وجہ سے بعض اجزاء کا انخفاض ہے۔ یہ ارتفاع اور انخفاض سب سے پہلے اس شریان میں پیدا ہوتا ہے جو عضو متورم کے اندر موجود ہوتی ہے پھر یہ سلسلہ اسی شریان میں محدود نہیں رہتا بلکہ بدن کی تمام شرائین میں پھیل جاتا ہے۔

"علامہ آملی" نے اس تردید کو ظاہر البطلان قرار دیا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ ہڈیوں کے سوا تمام اعضاء کے ورم میں نبض منشاری ہو جائے کیونکہ کوئی عضو بھی ایسا نہیں ہے جس میں شریان نہ پائی جاتی ہو۔

"ابوسہل مسیحی" نے بھی شیخ کے دلائل کو باور نہیں کیا بلکہ پہلے سبب پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ اوعیہ مواد عفنہ اور اوعیۂ روح میں مغایرت ہے۔ شریان اوعیۂ روح ہے۔ اور روح میں عفونت نہیں پیدا ہوتی اور دوسرے سبب کو بھی غیر ممکن قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایک جزء کا صلب ہو جانا اور اس کے قریبی جزء کا لین رہنا قرین قیاس نہیں ہے، تیسرے سبب کو بھی اس طرح باطل کیا ہے کہ حرکت نبضیہ کا محل اور موضوع شریان ہے جو ورم سے بالکل خالی ہے۔ جو عضو محل ورم ہے وہ عضو عصبانی ہے جس کو حرکت شریان میں کوئی دخل نہیں۔

"ابوسہل مسیحی" نے شیخ کے ذکر کردہ اسباب کی تردید کرتے ہوئے

نبض کبیر سے "جالینوس" کا قول نقل کیا ہے جس کو نشاریت نبض کی سببیت میں کافی سمجھا ہے وہ قول یہ ہے کہ ورم عضو لحمی میں ہو یا عصبی میں دونوں صورتوں میں وہ نبض میں نشاریت پیدا کرتا ہے اور یہ نشاریت محض تمدد ورم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ تمدد کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اعضاء لحمی اور عصبی دونوں کو عصبی ریشوں کی وجہ سے شریان کیساتھ مشارکت حاصل ہے ایسی حالت میں جبکہ اعضائے مذکورہ میں ورم پیدا ہوتا ہے تو ان اعضاء کی جھلیوں میں تمدد واقع ہوتا ہے لیکن یہ تمدد یکساں نہیں ہوتا بلکہ غشائے لینہ میں تمدد کی صلاحیت ہے اور اجزاء صلبہ میں نسبتاً تمدد کی استعداد کم ہے لہذا یہ دونوں تمدد کم وبیش شریان میں بھی مختلف قسم کا ارتفاع اور انخفاض پیدا کرتے ہیں شریان کے جن اجزاء پر غشائے لینہ کا اثر پہونچتا ہے ان میں انخفاض اور جن اجزاء پر غشاء کے اجزاء صلبہ کا اثر پہونچتا ہے ان میں نسبتاً ارتفاع پیدا ہوجاتا ہے اور یہی معنی نشاریت نبض کے ہیں۔

علامہ آملی نے اس تردید کو ذرا بھی وقعت نہیں دی اور بایں الفاظ باطل کردیا کہ شریان کو محض اوعیۂ روح قرار دینا حقیقت سے انکار کا مترادف ہے شرائین میں خون کثرت سے پایا جاتا ہے اور یہ خون صفراء، سودا، بلغم کی آمیزش سے بھی خالی نہیں ہے لہذا ان

مواد کی عفونت، نفخ و فجاجت شرائین میں تسلیم کی جاسکتی ہے اور ان تینوں صفات کے اختلاف کی بناء پر نبض میں اختلافِ نشاریت بھی متحقق ہوسکتا ہے و نیز شریان کے ایک جز کا لین اور اس کے قریبی جزء کا صلب ہونا ممکن الوقوع ہے اس کے ممکن ہونے پر ابوسہل نے استبعاد کے سوائے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ رہا جالینوس کا قول تو اس میں شیخ کے بیان کی کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی۔

ابوسہل مسیحی کے کلام پر علامہ آملی کی یہ تنقید اور تردید عجیب و غریب ہے ابوسہل مسیحی نے صرف یہی غلطی نہیں کی کہ شریان کو صرف اوعیہ روح قرار دیا بلکہ سب سے زبردست غلطی یہ کی کہ اس نے لفظ اوعیہ کا نام لیا کیونکہ شیخ نے نشاریت نبض کے سلسلہ میں اُس مادہ کا اعتبار ہی نہیں کیا ہے جو وعاء "جوف" میں ہوتا ہے بلکہ شیخ نے صاف الفاظ میں بیان کیا ہے کہ اُس کی مراد مادہ سے وہ مادہ ہے جو جرم شریان میں نفوذ کر جاتا ہے لیکن اس امر کی جانب علامہ نے توجہ نہیں فرمائی بلکہ اس غلطی میں خود مبتلا ہو کر شریان کے اندر اخلاط اربعہ کا ثبوت دینے لگے حالانکہ اس ثبوت کو نشاریت نبض سے کچھ تعلق نہیں ہے علامہ فرماتے ہیں کہ دو قریبی اجزاء کا لینت اور صلابت

میں مختلف ہونا مستبعد ہونے کے باوجود ممکن ہے میری رائے میں اگر اس مادہ کی عفونت اور نجاجت کی وجہ سے صلابت اور لینت میں اختلاف ہوتا ہے جو جوف وعاو شریان میں موجود ہے تو یہ امر یقیناً غیر ممکن ہے کیونکہ داخل عروق اخلاط ساکن نہیں ہیں بلکہ حرکت کرتے رہتے ہیں اور اگر اس سے مراد وہ مادہ ہے جو جرم شریان میں نفوذ کر جاتا ہے تو البتہ یہ چیز ممکن الوقوع ہے لیکن علامہ اس آخر الذکر حقیقت سے غافل ہیں۔

علامہ آملی نے جالینوس کے قول کے متعلق فرمایا ہے کہ اس میں شیخ کے کلام سے کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ علامہ کے اس قول میں تنافی کی کوئی حد باقی نہیں رہتی کیونکہ جالینوس کے قول میں یہ امر صراحتہً مذکور ہے کہ عضو لحمی اور عصبی دونوں میں ورم نشاریت نبض کا باعث ہوتا ہے۔ شیخ کے کلام میں اعضاء عصبانی کی تخصیص ہے۔"

نبض ذو القرعتین کا سبب۔ اس کا سبب قوت، شدت حاجت اور صلابت آلہ ہے۔ شدت حاجت کی وجہ سے قوت جتنا انبساط شریان میں پیدا کرنا چاہتی ہے وہ انبساط صلابت آلہ کی وجہ سے ایک تحریک میں مکمل نہیں ہوتا بلکہ قوت کی یہ دونوں

تحریکات ایک ہی انبساط کو پورا کرتی ہیں ان کی بعینہٖ مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی چیز کے قطع کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ چیز اس کے ایک ضربہ سے منقطع نہیں ہوتی اور وہ شخص فوراً ہی دوسرا ضربہ اس غرض کی تکمیل کے واسطے لگاتا ہے۔

جالینوس نے نبض کبیر میں ذوالقرعتین کے تین اسباب تحریر کئے ہیں "پہلا سبب" قوت کا قوی، حاجت کا شدید اور آلہ کا صلب ہونا ہے۔ "دوسرا سبب" قوت کا ضعیف ہونا ہے جس کی وجہ سے یکدم انبساط شریان پر قوت قادر نہیں ہوتی ہے بلکہ درمیان میں راحت کی غرض سے وقفہ پیدا ہو جاتا ہے۔

"تیسرا سبب" قوت کا کسی دوسرے امر میں یکدم مشغول ہو جانا جس کی وجہ سے انبساط کے درمیان وقفہ عارض ہو جاتا ہے مثلاً خوف وغیرہ۔

نبض ذنب الفار کا سبب۔ ذنب الفار کا سبب ضعف قوت ہے جس کی وجہ سے نبض کبھی قوت کی جدوجہد سے استراحت کی جانب مائل ہوتی ہے اور کبھی استراحت سے جدوجہد کی جانب آمادہ ہوتی ہے۔ وہ نبض جو ضعف اور استراحت پر ثابت اور قائم رہے سب سے زیادہ ردی ہے کیونکہ تمام اوقات میں ضعف پر قائم رہنا بہت

زیادہ ردائت کی دلیل ہے۔ لیکن اگر ضعف کے ساتھ کسی وقت قوت کا بھی مظاہرہ ہو تو یہ صورت بہتر اور کسی قدر قوت پر دلالت کرنے والی ہو گی اسی وجہ سے نبض ذنب الفار اتنی زیادہ ردی نہیں ہے کیونکہ اُس میں باوجود ضعف قوت کے قوت کی جدوجہد کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

نبض ذنب الفار میں سب سے زیادہ ردی منقضی ہے پھر ثابت پھر راجع یہ موقع قانون شیخ میں شارحین اور مترجمین کے واسطے ایک معرکہ بنا ہوا ہے جس کا باعث شیخ کی عبارت کا ابہام ہے۔ سیاق وسباق نے مسئلہ کو اور بھی تاریکی میں ڈال دیا ہے۔ شیخ ذی نبض ذنب الفار کا سبب ضعف قوۃ قرار دیا ہے اور اس کے بعد ہی یہ تحریر کیا ہے کہ نبض ثابت سب سے زیادہ ردی ہے۔ آخر میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ "ذنب الفار" کی تینوں قسموں میں سب سے زیادہ ردی منقضی ہے پھر ثابت، پھر راجع،

علامہ گیلانی نے صرف اس توجیہ پر اکتفا کیا ہے کہ سابق الذکر لفظ ثابت سے مراد ذنب الفار ہی کی قسم ہے اور بہ نسبت قسم راجع کے وہ ضعف پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے اگرچہ منقضی اس سے بھی زیادہ ضعف قوت پر دلالت کرتی ہے لیکن وہ ضعف حد سقوط ہے۔۔

علامہ گیلانی۔ کی یہ توجیہ جس حد تک تشفی بخش ہے ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔

علامہ آملی نے اس عقدے کو اس طرح حل کیا ہے کہ سابق الذکر لفظ ثابت سے ذنب الفار کی قسم نہیں بلکہ جو صرف ضعف و قوت پر قائم اور ثابت رہنا مراد ہے جس میں "فاری" کی طرح کسی وقت بھی قوت کا مظاہرہ نہ ہو اور آخر الذکر لفظ ثابت سے نبض ذنب الفار کی قسم مراد ہے۔

میری رائے میں یہ عقدہ لاینحل اب بھی تشنہ ہے کیونکہ ذنب الفار کی تینوں قسمیں جس کا ذکر اقسام نبض مختلف میں ہو چکا ہے۔ اس سے دونوں بزرگوں کے کلام کی تائید نہیں ہوتی اس لئے کہ نبض ذنب الفار مبداء سے منتہی پر پہونچنے کے بعد تین صورتیں اختیار کرتی ہے یا اسی منتہی پر قایم اور ثابت رہتی ہے یا مبدار کی جانب رجوع کرتی ہے۔ رجوع کرنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں یا تو مبدار تک رجعت ہوتی ہے یا درمیان میں انقطاع ہو جاتا ہے۔ یا مبدار سے زیادہ تجاوز کر جاتی ہے اور اسی قسم کو منقضی کہا جاتا ہے۔ ثابت، راجع منقضی ہر ایک کی ان میں سے دو صورتیں ہیں کیونکہ مبدار یا عظیم

فرض کیا جائیگا یا صغیر اسی طرح منتہی بھی مبدا ر کا ضد قرار پائے گا۔
اگر مبداء عظیم ہو تو منتہی صغیر ہو گا اگر مبداء صغیر ہے تو منتہی عظیم ہو گا
لہذا ثابت کی دو صورتیں ہوئیں یا عظم پر ثابت ہو گی یا صغر پر۔
اول الذکر صورت میں یعنی اگر قیام اور ثبات عظم پر ہو تو کوئی وجہ
نہیں کہ اس کو سب سے زیادہ ضعف پر دلالت کرنے والا تسلیم
کیا جائے اسی طرح قسم منقضی میں اگر انقضار مبداء عظم کیجانب
ہو تو اس قسم کے واسطے ارداء الاقسام ہونیکا حکم کہانتک صحیح ہو گا
اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ سابق الذکر نبض ثابت
سے مراد ہر وہ نبض ہے جو ضعف پر قایم رہے اور ذنب الفار کی
طرح اس میں قوت کا مظاہرہ نہ ہو اور آخر الذکر ثابت سے
مراد ذنب الفار کی وہ خاص صورت ہے جس میں نبض صغر
یا بطوء وغیرہ کی جانب حرکت کر کے قایم ہو جائے اسی طرح
منقضی میں بھی مراد ذنب الفار کی وہ صورت ہے جس میں
نبض انتہائی ضعف پر پہونچ کر قریب سقوط ہو جائے۔

نبض ذو الفترہ کا سبب۔ ذو الفترہ کے دو سبب ہیں پہلا
سبب قوت کا اعیاء اور تکان جس کی وجہ سے قوت استراحت
کرتی ہے اور ان لمحوں میں بجائے حرکت کے سکون لاحق ہو جاتا

ہے۔ دوسرا سبب کسی ناگہانی امر کا درپیش ہونا اور نفس طبیعت کا اس کی جانب یکدم متوجہ ہو جانا ہے۔ ان لمحوں میں بھی طبیعت حرکت دینے سے گریز کرتی ہے اور نبض میں سکون ہو جاتا ہے

نبض واقع فی الوسط کا سبب۔ اس کا سبب حرارت شدیدہ ہے جس کی وجہ سے زمانۂ سکون میں حرکت کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے اور زمانہ سکون میں غیر متوقع حرکت ظہور پذیر ہوتی ہے۔

نبض متشنج کا سبب۔ اس نبض کے واسطے دو اسباب کا اجتماع ضروری ہے قوت کی جانب سے حرکات غیر طبعیہ اور آلہ کی جانب سے رداءت قوام جس وقت یہ دونوں چیزیں جمع ہوتی ہیں اس وقت نبض متشنج ہو جاتی ہے۔ جو اغشیہ شریان پر محیط ہیں ان کے عصبی ریشوں میں سب سے پہلے تشنج واقع ہوتا ہے جس کی وجہ سے شریان کی تمام اجزاء کا بسط یکساں نہیں رہتا۔ بلکہ جہات تشنج کے لحاظ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ عصبی ریشوں کا تشنج قوت کے غیر طبعی کارناموں میں سے ہے اور شریان کے اجزاء کا مختلف ہونا آلہ کے قوام کی رداءت ہے

جالینوس نے بیان کیا ہے کہ نبض متشنج مرض تشنج کی پیشین گوئی کرتی ہے کیونکہ نبض متشنج میں ایک حد تک خود مرض تشنج کی

ابتداءً ہو جاتی ہے لیکن یہ تشنج خفی ہوتا ہے جس کا اثر صرف نبض تک محدود رہتا ہے لیکن اس سے مرض تشنج کی جانب طبیعت کے رجحان کا پورا پتہ چلتا ہے۔ یہی تشنج جس وقت عصبی ریشوں سے تجاوز کرتا ہے اور عصبی شعبوں سے اعضاء ظاہرہ میں ظاہر ہوتا ہے اس وقت مرض تشنج کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

نبض مرتعد کا سبب۔ اس کے سبب کا دارومدار تین چیزوں کے اجتماع پر ہے۔ "قوت کا قوی ہونا، شدت حاجت، صلابت آلہ"۔ شدت حاجت قوت کو انبساط کثیر کی جانب برانگیختہ کرتی ہے۔ اور آلہ صلابت کی وجہ سے نافرمانی کرتا ہے ان دونوں چیزوں کے نتیجہ میں غیر طبعی جنبش پیدا ہو جاتی ہے جس کو ارتعاد اور ارتعاش سے تعبیر کیا جاتا ہے

اس موقع پر یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ اسباب کے لحاظ سے نبض مرتعد اور ذوالقرعتین میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا جس کا جواب بھی مشرحین کی جانب سے حسب ذیل طریقہ پر دیا جاتا ہے۔

علامہ آملی اور گیلانی نے اس طرح جواب دیا ہے کہ ذوالقرعتین میں شریان طول میں تشابہ رہتی ہے صرف مرکز اور محیط کی درمیانی مسافت میں وقفہ واقع ہوتا ہے اور مرتعد میں شریان اپنے طول میں مختلف ہوتی ہے اور طول ہی میں وقفات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی

معلوم ہوا کہ قوت آخر الذکر میں از دیاد ضعف یا صلابت آلہ کی وجہ سے زیادہ عاجز ہوتی ہے اور اس جواب کے بعد ہی اس قضیہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ نبض مرتعد کا سبب کبھی صرف ضعف قوت بھی ہوتا ہے اگرچہ صلب نہ ہو اور ضعف کی وجہ سے تشابہ حرکت پر قدرت نہیں ہوتی جیسا کہ مرض رعشہ میں قوت اپنے ضعف کی وجہ سے حرکت کاملہ نہیں دے سکتی۔

میری رائے میں جواب کو مستحکم کرنے میں اگرچہ ضعف قوت کا بھی اضافہ کیا گیا لیکن شبہ کا حل ہنوز تشنہ ہے کیونکہ شبہ کی بنیاد دونوں نبضو کے اسباب کا اشتراک تھا جواب میں اس کا ذکر بھی نہیں بلکہ ذوالقرعتین اور مرتعد کے دوسرے صفات فارقہ پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے جس کا اصل شبہ سے کچھ تعلق نہیں اگر اصل شبہ باقی ہے اور اشتراک اسباب ثابت ہے تو صفات فارقہ کے تحقیق کی صورت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ وہ کون سے اسباب فارقہ ہیں جن کی بناء پر صفات فارقہ پیدا ہوں گے اسباب مشترکہ سے تو صفات مشترکہ ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔

میری رائے ناقص میں دونوں کے اسباب میں فرق ہے جس کی جانب شیخ کے الفاظ اچھی طرح رہنمائی کرتے ہیں۔ ذوالقرعتین میں شیخ نے حاجت اور قوت دونوں کے ساتھ لفظ شدت کا اضافہ کیا ہے اور نبض مرتعد میں قوت کو صرف لفظ قوی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرعتین اور مرتعد کے اسباب میں قوت کے لحاظ سے فرق ہے ذوالقرعتین میں قوت اتنی شدید ہونا چاہیے کہ باوجود صلابت آلہ کے انبساطِ مقصود پیدا کر سکے۔ یہ انبساط مقصود اگرچہ قصد اول پر پورا نہیں ہوتا بلکہ وقفہ کے بعد اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ مرتعد میں قوت اتنی قوی نہیں ہوتی کہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو سکے - بلکہ اس کی کوشش کی ناکامی لرزش کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

نبض موجی کا سبب - اس کا سبب ضعف قوت ہی جو اس امر پر قادر نہیں ہوتا کہ اجزاء شریان کو یکدم حرکت دے سکے بلکہ یکے بعد دیگرے ایک ایک جزء کو حرکت دیتا ہے۔ کبھی قوت زیادہ ضعیف نہیں ہوتی لیکن شریان کی لینت نبض کو موجی بنا دیتی ہے کیونکہ لین چیز کی یہ صفت ہے کہ اس کے ایک جزء کی حرکت دوسرے اجزاء تک نہیں پہونچتی بلکہ درمیان سے منقطع ہو جاتی ہے جیسا کہ صلابت کی یہ صفت ہے کہ ایک جزء کی حرکت بقیہ اجزاء کو متحرک بنا دیتی۔ مثلاً نرم تاگے کے ایک سرے کو اگر آپ حرکت دیں تو دوسرے سرے میں حرکت پیدا نہیں ہوتی لیکن اگر ایک سخت چیز مثلاً لکڑی کے ایک سرے میں آپ حرکت پیدا کریں تو دوسرا سرا بھی شریک حرکت ہو جاتا ہے۔

نبض دودی اور نملی کا سبب۔ ان دونوں کا سبب شدت ضعف ہے جس کی وجہ سے یہ نبض سب سے زیادہ لطی اور متواتر اور تمام اجزا نبض مختلف ہوتے ہیں اس کا اصلی سبب قوت کا عجز ہے جس کی وجہ سے شریان کے ایک ایک جزو پر آہستہ آہستہ اس کا غیر مکمل عمل ہوتا ہے۔

نبض ردی الوزن کا سبب۔ اگر زمانۂ سکون میں نقصان واقع ہو تو اس کا سبب حاجت کی زیادتی ہے اور اگر زمانہ حرکت میں کمی واقع ہو تو اس کا سبب زیادتی ضعف یا فقدانِ حاجت ہے۔

جالینوس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر حرکت انبساطی زیادہ ہو تو یہ مزاج حار ساذج کی دلیل ہے اور اگر حرکت انقباضی میں غیر معمولی زیادتی واقع ہو تو یہ امتلاء اور کثرت بخارات دخانی کی علامت کے علاوہ اس امر کی بھی دلیل ہے کہ ترویح کی جانب حاجت بہت کم ہے اس موقع پر یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ زمانۂ حرکت کے نقص کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) مسافت حرکت کا قصر (۲) سرعت حرکت مثلاً ایک شخص اپنے دفتر میں ایک گھنٹہ میں پہونچا کرتا تھا لیکن اب نصف گھنٹہ میں پہونچتا ہے تو زمانۂ رفتار کی کمی دو صورتوں سے ہو سکتی ہے یا تو دفتر تک کی مسافت اب قصیر ہو گئی یعنی

دفتر کسی قریبی مکان میں منتقل ہو گیا یا دفتر تو اپنی جگہ ہے لیکن یہ شخص پیشتر کے لحاظ سے اب دوگنی رفتار سے مسافت کو طے کرتا ہے۔

اول الذکر صورت یعنی مسافت کی کمی کی وجہ سے زمانۂ حرکت کا قصیر ہو جانا روائت وزن میں داخل ہے لیکن سرعت کی وجہ سے زمانۂ حرکت کا قصیر ہونا روائت وزن میں داخل نہیں ہے کیوں کہ یہ قوت کی دلیل ہے۔

نبض ممتلی خالی، حار بارد، شاہق اور منخفض۔ نبض ممتلی کا سبب شریان کا امتلاء ہے یہ امتلاء کثرت روح کی وجہ سے ہو یا کثرت دم کی وجہ سے۔

امتلاء روحی اور دموی میں چند وجوہ سے فرق کیا جاتا ہے۔

(۱) امتلاء روحی میں شریان ہلکی چلتی ہے (۲) امتلاء روحی میں شریان ہوا سے بھری ہوئی اور مشک کی طرح منتفخ ہوتی ہے اور امتلاء دموی میں پانی سے بھری ہوئی مشک جیسی معلوم ہوتی ہے (۳) امتلاء روحی میں نبض عظیم چلتی ہے اور دموی میں منضغط (۴) امتلاء دموی میں ترطیب دم کی وجہ سے شریان لین ہوتی ہے اور امتلاء روحی میں ایسا نہیں ہوتا۔

جو امتلاء حد سے متجاوز ہو وہ ہمیشہ صلابت کا باعث ہوتا ہے خواہ امتلاء جسم رطب سیالی سے کیوں نہ ہو۔

شریان اور تمام بدن کا امتلاء لازم اور ملزوم نہیں۔ اجتماع بھی ممکن ہے اور افتراق بھی کثیر الوقوع ہے یعنی شریان ممتلی ہو اور عام بدن ممتلی نہ ہو۔ عام بدن ممتلی ہو اور شریان ممتلی نہ ہو۔ یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

اسی سے "نبض خالی" کا سبب بھی معلوم ہو جاتا ہے یعنی شریان میں خون اور روح کا حد اعتدال سے کم ہو جانا۔

"نبض حار بارد" کے سبب کا بھی اسی سے انکشاف ہو جاتا ہے کہ روح اور دم کی شدت سخونت نبض کو حار اور قلت سخونت نبض کو بارد بنا دیتی ہے۔

"نبض شاہق" کا سبب۔ جس وقت اسباب عظم جمع ہو جائیں اور جہت طول اور عرض میں کوئی امر مانع ہو۔

"نبض منخفض" کا سبب۔ جس وقت اسباب صغر جمع ہوں ضیق اور قصر سے کوئی امر مانع ہو مثلاً لینت آلہ وغیرہ۔

نبض کے اسباب مغیّرہ

اس عنوان کے ماتحت اسباب مغیرہ لازمہ طبعیہ وغیر طبعیہ اور اسباب مغیرہ علی الاطلاق دونوں بیان کئے جائیں گے۔

نبض اصناف ۔ انسان کا جنسی اختلاف بھی نبض کے اسباب مغیرہ لازمہ طبعیہ میں سے ہے۔ مردوں کی نبض شدت قوت اور شدت حاجت کی وجہ سے بہ نسبت عورتوں کی نبض کے زیادہ عظیم اور قوی ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض عورتیں انفرادی حیثیت سے بعض مردوں کے لحاظ سے قوت وحرارت میں بڑھی ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی نبض ایسے مردوں کے لحاظ سے زیادہ قوی اور عظیم ہوتی ہے لیکن یہ انفرادی خصوصیات ہیں یا مقایسہ کی غلطی ہے۔ مثلاً ایک ایسی عورت جس کا مزاج صفراوی ہو گرم ملک کی رہنے والی ہو حار غذائیں استعمال کرتی ہو، محنت اور مشقت میں مشغول رہتی ہو ایسے مرد سے مقایسہ کیا جائے جس کا مزاج بلغمی ہو، سرد ملک کا رہنے والا ہو، سرد غذائیں کثرت سے استعمال کرتا ہو، محنت و مشقت سے گریزاں ہو تو یقیناً اس عورت کی نبض اس مرد سے زیادہ قوی اور عظیم ہوگی لیکن اگر مقایسہ کی غلطی اور انفرادی خصوصیات سے قطع نظر کیا جائے تو صنفی حیثیت سے مردوں کی نبض عورتوں سے زیادہ قوی اور عظیم ہوتی ہے جس کے پانچ وجوہ ہیں۔

(۱) صنف ذکور کا مزاج بہ نسبت اناث کے زیادہ گرم ہے۔

(۲) صنف ذکور کثیر الحرکت ہے جس کی وجہ سے فضلات رطوبی تحلیل ہوتے رہتے ہیں۔

(۳) ذکوری ساخت زیادہ متخلخل ہے جس کی وجہ سے فضلات کا اجتماع نہیں ہونے پاتا کہ اعضاء کو اپنے مکمل افعال سے منع کرے

(۴) صنف ذکور کے عروق زیادہ وسیع ہیں جس کی وجہ سے عظم نبض پر اعانت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) صنف ذکور میں شریان کا ماحول اتنا ضاغط نہیں ہوتا جتنا کہ اُناث میں۔

صنف ذکور میں عظم اور قوت کے ساتھ بطور و تفاوت کی بھی شدت ہوتی ہے کیونکہ ان کی حاجت عظم سے خاطر خواہ پوری ہوجاتی ہے لہذا سرعت اور تواتر کی ضرورت نہیں پڑتی بخلاف صنف اناث کے کہ ان کی حاجت پوری کرنے کے واسطے سرعت اور تواتر کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ قوت شدید نہ ہونے کی وجہ سے عظم ضرورت کے مطابق نہیں ہوسکتا لہذا اس کی تلافی سرعت اور تواتر سے ہوتی ہے۔

نبض انسان ۔ انسان کا اختلاف بھی اسباب غیرہ لازمہ میں سے ہے چنانچہ انسان کا تغیر نبض میں تغیر کا باعث ہوتا ہے۔

نبض صبیان ۔ صبیان (بچوں) کی نبض رطوبت مزاجی کی

وجہ سے زیادہ ضعیف اور لین اور شدت حاجت اور قوت کے غیر مکمل ہونے کی وجہ سے زیادہ سریع اور متواتر ہوتی ہے صبیان کی نبض اگرچہ بہ نسبت شبّان (جوانوں) کے صغیر ہوتی ہے لیکن خود ان کے اجسام کے لحاظ سے اس کے عظم میں کچھ شک نہیں کیونکہ عظم کے اسبابِ ثلاثہ قوت، شدت حاجت، مطاوعت آلہ تینوں چیزیں یہاں پائی جاتی ہیں۔ صبیان کی قوت اگرچہ بہ نسبت شبان کے ضعیف ہے تاہم خود ان کے چھوٹے چھوٹے اعضاء کے لحاظ سے کافی ہے۔ رہا یہ سوال کہ جب صبیان کی نبض عظیم ہے تو سرعت اور تواتر کی کیا ضرورت ہے؟ اس سوال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ بچوں میں ہضم کی کثرت کی وجہ سے بخاراتِ دخانی کثیر ہو جاتے ہیں اور حرارت عزیزی زیادہ قوی ہونے کی وجہ سے ترویح کی زیادہ محتاج ہے اس لئے باوجود عظم، سرعت اور تواتر کی بھی ضرورت باقی رہتی ہے۔

علامہ آملی نے تحریر کیا ہے کہ یہ رائے شیخ کی ہے لیکن جالینوس کے نزدیک صبیان کی نبض عظیم ہے نہ صغیر بلکہ معتدل ہے۔

میرے نزدیک شیخ کی بعینہ وہی رائے ہے جس کا انتساب

آملی نے جالینوس کی جانب کیا ہے کیونکہ شیخ کی بھی یہی رائے ہے کہ صبیان کی نبض نہ تو شبان کی طرح عظیم ہوتی ہے اور نہ شیخ فانی کی طرح صغیر بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل ہوتی ہے جس کو لفظ عظم سے اس وجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ شبان کی نبض کو اعظم کہا جاتا ہے۔

نبض شُبّان - شبان کی نبض اعظم، بطی، متفاوت ہوتی ہے اور وسط شباب میں اگرچہ نبض زیادہ قوی ہو جاتی ہے لیکن صلابت کی وجہ سے عظم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ قدرے نقصان واقع ہوتا ہے۔

زمانۂ شباب میں کمال قوت کی وجہ سے عظم خاطر خواہ پیدا ہوتا ہے اور چونکہ زمانۂ صبیان کی طرح نجارات دخانی کی کثرت نہیں رہتی اس لئے سرعت اور تواتر سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔

نبض کہول (ادھیڑ) زمانہ کہولت میں ضعف قوت صلابت آلہ، قلت حاجت، کی وجہ سے نبض صغیر، بطی، متفاوت ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

نبض شیوخ - بڑھاپے کی نبض صفاتِ کہولت میں ترقی کر جاتی ہے یعنی شدت ضعف اور صلابت یا قلتِ حاجت، کی وجہ سے نبض

میں بہت زیادہ صغر، بطوء، تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات بڑھاپے میں رطوبات غریبہ کی کثرت کی وجہ سے نبض میں غیر معمولی لینت پیدا ہو جاتی ہے۔

نبض امزجہ۔ اختلاف مزاج بھی نبض کے واسطے اسباب غیرہ لازمہ میں سے ہے۔ مزاج حار طبعی کی حالت میں نبض قوی اور دونوں حرکتوں (حرکت انقباضی و انبساطی) میں سریع اور عظیم ہوتی ہے۔ یہ شبہہ نہ کرنا چاہیئے کہ حرارت غریزی کی زیادتی قوت میں نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ کیونکہ حرارت غریزی کا حکم دوسری حرارتوں سے بالکل ممتاز ہے۔ بلاشبہہ دوسری حرارتوں کی زیادتی نقصان قوت کا سبب بنتی ہے لیکن حرارت غریزی کی زیادتی قوت کا موجب ہوتی ہے۔

امام رازی نے اس موقع پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کلیہ کہ حرارت غریزی کی زیادتی قوت میں زیادتی کا باعث ہوتی ہے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بحث مزاج میں یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے کہ ہر نوع کے واسطے ایک مخصوص مزاج ہے جو افراط اور تفریط کی دونوں حدوں کے ساتھ محدود ہے۔ کوئی مزاج ان حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ایسی صورت میں حرارتِ غریزی کی

اس درجہ زیادتی جو حد افراط مزاج سے تجاوز نہ کرے زیادتی قوت کا باعث ہو سکتی ہے۔ لیکن حد افراط سے تجاوز کرنے کے بعد اس میں صلاحیت بھی باقی نہیں رہتی کہ وہ انسان کا مزاج بن سکے، حد افراط کی جانب حرارت عزیزی کے میلان کا سبب قوت ہونا بھی قابل غور ہے۔ کیونکہ بحث مزاج میں یہ مسئلہ بھی طے ہو چکا ہے کہ قوت کی زیادتی کا دارو مدار اعتدالِ مزاج پر ہے۔ افراط اور تفریط دونوں ضعف قوت کا باعث ہوتی ہیں۔ اب اگر حرارت عزیزی کو وسط سے افراط کی جانب متجاوز فرض کیا جائے تو قوت میں بجائے زیادتی کے اضمحلال متصور ہو گا۔

علامہ آملی نے رازی کے اس اعتراض کو ضعیف قرار دیا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس اعتراض کی بنا ر اس امر پر ہے کہ حرارت عزیزی سے مراد حرارت مزاجی لی جائے۔ حالانکہ اس موقع پر حرارت عزیزی سے مراد جوہر حار عزیزی سماوی ہے۔

میری رائے میں علامہ آملی کی بیان کردہ یہ وجہ رازی کے کلام کا ضعف نہیں ثابت کرتی بلکہ بلا دلیل ان کے شوق تردید کی خبر دیتی ہے۔ کیونکہ اس باب میں نفس امزجہ سے بحث ہے لہذا مزاج حار طبعی کے سلسلہ میں حرارت عزیزی سے جوہر حار عزیزی

مراد لینا صرف ایک علمی جرأت ہے جس کے جواز کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اگر مزاج حار غیر طبعی از قسم سوء مزاج ہو تو ایسی حالت میں نبض عظیم ہوتی ہے جب کہ قوت اور آلہ کی جانب سے کسی قسم کی معاوقت نہ ہو۔ لیکن اگر قوت قوی ہو اور آلہ صلب ہو جائے تو نبض صغیر، سریع متواتر ہو جاتی ہے اور اگر آلہ لین ہو اور قوت ضعیف ہو جائے تو ایسی صورت میں نبض صغیر، بطی، متفاوت ہو جاتی ہے۔

مزاج حار غیر طبعی میں حرکت انقباضی بہ نسبت حرکت انبساطی کسی قدر سریع ہو جاتی ہے کیوں کہ غیر طبعی حرارت کی وجہ سے بخارات دخانیہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔

مزاج بارد کی نبض - مزاج بارد طبعی ہو یا سوء مزاج بارد بہر صورت نبض کا میلان صغر، بطو اور تفاوت کی جانب ہوتا ہے جس کا سبب برودت کی وجہ سے ضعف قوت اور قلت حاجت ہوتی ہے۔

اگر برودت کے ساتھ لینت جسم ہو جائے تو نبض عریض ہو جاتی ہے اور تینوں صفات صغر، بطو، تفاوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

نبض میں جس قدر ضعف سوء مزاج بارد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے

اُس قدر سوءِ مزاج حار کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حرارت کو یک گونہ حیات کے ساتھ مناسبت حاصل ہے۔

نبض مزاج رطب۔ رطوبت کی صورت میں نبض موجی اور لین ہو جاتی ہے۔

نبض مزاج یابس۔ یبوست کی حالت میں نبض میں ضیق اور صلابت پیدا ہو جاتی ہے جس کا سبب قلت رطوبت کی وجہ سے اجزاء شریان کا اجتماع اور تکاثف ہے۔ زیادتی یبوست نبض متشنج اور مرتعش کا باعث بنتی ہے۔

ندرت۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنے اندر دو مختلف مزاج رکھتا ہے مثلاً اس کا دایاں حصہ حار اور بایاں حصہ بارد ہوتا ہے ایسی صورت میں دونوں ہاتھوں کی نبضیں بھی بمقتضائے حرارت و برودت مختلف ہو جاتی ہیں یعنی جانب حار کی حار اور بارد کی بارد ہوتی ہے۔

نبض فصول

نبض کے اسباب مغیرہ میں سے موسم کے تغیرات بھی ہیں۔ ہر موسم کے لحاظ سے نبض میں ایک خاص تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تغیرات اصطلاحی

فصول کے لحاظ سے واقع ہوتا ہے جن کو اطباء نے غلبۂ کیفیات کی لحاظ سے تقسیم کیا ہے۔ منجمین کی تقسیم جو باعتبار بروج ہے اُس پر ان تغیرات کا دار ومدار نہیں ہے۔

موسم ربیع کی نبض۔ اطباء کے نزدیک موسم ربیع وہ زمانہ ہے جسمیں نہ تو اتنی سردی محسوس ہو جسکے دفع کرنیکا اہتمام کیا جائے اور نہ اتنی گرمی کہ اُس کے رفع کرنے کی کوشش کی جائے بلکہ گرمی اور سردی کے لحاظ سے یہ ایک معتدل زمانہ ہوتا ہے۔

اس موسم میں نبض ہر جنس میں معتدل ہوتی ہے لیکن قوت میں اعتدال مزاج کیوجہ سے قوی ہو جاتی ہے کیونکہ قوت کا دار ومدار اعتدال پر ہے۔

فاضل جالینوس نے نبض کبیر میں بیان کیا ہے کہ وسطِ ربیع میں نبض صرف اقوی ہی نہیں بلکہ اعظم بھی ہو جاتی ہے۔

علامہ قرشی نے بھی اس امر پر زور دیا ہے کہ موسم ربیع میں نبض کو عظیم اور قوی ہونا چاہیے کیونکہ موسم ربیع میں عظم کے تینوں اسباب مجتمع ہو جاتے ہیں۔ اعتدال ہوا کی وجہ سے قوت قوی ہو جاتی ہے حرارت لطیفہ کی وجہ سے رطوبت میں سیلان ہوتا ہے جس کی وجہ سے شریان میں لینت اور قوت مطاوعت کافی ہو جاتی ہے، حاجت بھی بحالہ باقی رہتی ہے ایسی صورت میں نبض کے عظیم نہ ہونے کی کوئی

وجہ نہیں۔

ابوسہیل مسیحی نے اس موقع پر یہ تحریر کیا ہے کہ ہر موسم کا اوّل اور آخر اپنے سابق اور لاحق موسم کے مماثل ہوتا ہے صرف اس کے وسط کیواسطے مخصوص احکامات ثابت ہوتے ہیں جو ہر موسم سے جدا اور ممتاز ہوتے ہیں اس قاعدے کے مطابق ابتداء سے آخر تک ربیع میں اعتدال، عظم اور قوت کا نبض میں ازدیاد صحیح نہیں ہے۔

علامہ آملی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فصول کے اول اور آخر کا سابق اور لاحق فصول کے ساتھ مماثل ہونا اُس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ فصول بروج کے اعتبار سے تقسیم کئے جائیں لیکن اگر وہ فصول مراد لئے جائیں جن کی تقسیم اطباء نے حرارت و برودت کے لحاظ سے کی ہے تو ایسی صورت میں ہر موسم کا اوّل سے آخر تک ایک ہی قسم کے احکامات میں مشترک ہونا ثابت ہوگا رہا یہ دعویٰ کہ موسمِ ربیع میں نبض کو اعظم ہونا چاہیئے اس کے متعلق صرف یہ امر قابل غور ہے کہ موسم ربیع کا ذاتی تقاضا نبض کو عظیم بنانے کا نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا ذاتی تقاضا صرف قوت کو زاید کردینے میں محدود ہے۔ قوت کی زیادتی سے بالعرض اور بالواسطہ نبض میں عظم بھی پیدا ہوجاتا ہے۔

رائے ناقص میں علامہ آملی کا یہ قول عجیب ہی نہیں بلکہ بے

معنی بھی ہے کیونکہ اس عالم میں نبض کے عظیم ہونے کی علت سوائے قوت اور کوئی نہیں لہذا اعظم نبض کسی کے ذاتی تقاضہ سے متحقق نہیں ہو سکتا جب تک کہ قوت کو واسطہ قرار نہ دیا جائے علاوہ بریں ازدیاد قوت کو موسم ربیع کا ذاتی تقاضا قرار دینا بھی عجیب ہے۔ کیونکہ موسم ربیع کا ذاتی تقاضا صرف اعتدال ہوا ہے اور ازدیاد قوت بواسطہ اعتدال ہوا حاصل ہوتا ہے لہذا ازدیاد قوت بھی بالذات نہیں رہا۔

گرمیوں کی نبض۔ گرمیوں میں نبض شدت حاجت۔ کی وجہ سے سریع، متواتر اور اضمحلال قوت کی وجہ سے صغیر، ضعیف ہوتی ہے۔ تر ممالک میں ضعف قوت کی وجہ سے زیادہ صغر نہیں پیدا ہوتا کیونکہ رطوبت شریان میں ایک گونہ عظم باقی رکھتی ہے لیکن خشک ممالک میں یبس اور ضعف قوت کی وجہ سے نبض صغیر ہو جاتی ہے۔

جاڑوں کی نبض۔ جاڑوں کے موسم میں ہوا پر برودت و رطوبت غالب ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بطور و تفاوت نبض قضائے حاجت کے واسطے کافی ہوتے ہیں، سرعت و تواتر کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ جاڑوں کی نبض میں کسی قدر ضعف اور صغر بھی پایا جاتا ہے کیونکہ برودت کی شان ہے اضمحلال قوت

ہے اور اضمحلال قوت کا لازمی نتیجہ ضعف قوت ہے۔ اس موقع پر بعض اطبار نے یہ اعتراض کیا ہے کہ موسم سرما میں قوت کا اضمحلال قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس موسم میں خارجی برودت کی وجہ سے مسامات اور تحلل کے راستے عموماً مسدود ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے باطن بدن میں حرارت زیادہ مقدار میں مجتمع ہوجاتی ہے اسی وجہ سے اس موسم میں ہضم وغیرہ زیادہ جید ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ ازدیاد قوت اور شدت حاجت ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں جاڑوں کی نبض کا بطی متفاوت، ضعیف، صغیر ہونا صحیح نہیں ہے۔

اس اعتراض کا اس طرح جواب دیا گیا ہے کہ موسم سرما میں اگر ایک جانب جودت ہضم کی وجہ سے شدت حاجت بڑھ جاتی ہے تو دوسری جانب ہوا کی برودت میں اتنا اضافہ ہوجاتا ہے جو حاجت کی تلافی کے واسطے کافی ہوتا ہے اسی وجہ سے سرعت و تواتر کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی لیکن صغر اور ضعف قوت یہ دونوں چیزیں صرف اُنھیں افراد میں متحقق ہوتی ہیں جن میں وسعت مسامات، رخاوت لحم اور جلد کی وجہ سے برودت اندرونی جانب نفوذ کرجاتی ہے۔ رہے وہ افراد جن میں برودت کا اثر ظاہری سطح تک محدود رہتا ہے اُن کی نبض صغر اور ضعف سے محفوظ رہتی ہے۔

(نوٹ) صغر کے اسباب میں سے جہاں ضعف قوت ایک سبب ہے وہاں صلابت آلہ اور قلت حاجت بھی اسباب صغر میں شمار کئے گئے ہیں۔ موسم گرما میں جس قدر ہوا ترویح کے لئے درکار ہوتی ہے موسم سرما میں برودت ہوا کی وجہ سے اُس سے قلیل مقدار ہی کافی ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں جلدی تکاثف بھی شریان کی انبساط کے واسطے کسی قدر مانع ہوتا ہے لہذا اگر ضعف قوت نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی موسم سرما میں یک گونہ صغر ضرور متحقق ہوتا ہے۔

موسم خریف کی نبض۔ موسم خریف میں دن کی گرمی اور رات کی سردی نبض کو مختلف اور ضعیف بنا دیتی ہے۔ جب دن میں گرمی ہوتی ہے تو نبض کا میلان سرعت اور تواتر کی جانب اور جب رات میں سردی ہوتی ہے تو بطوء اور تفاوت کی جانب ہوتا ہے۔ رات و دن کی گرمی اور سردی کے پے در پے مقابلہ کی وجہ سے طبیعت میں ضعف اور اضمحلال واقع ہوتا ہے۔

فاضل جالینوس اور صاحب کامل الصناعہ دونوں کا مسلک یہ ہے کہ وسط خریف کی نبض بھی وسط ربیع کی طرح تمام اجناس میں معتدل اور قوت اور عظم میں زائد ہوتی ہے۔

میری رائے میں واقعات اور حقائق ان دونوں بزرگوں

کی رائے کے موافق نہیں ہیں۔

نبض پر ملکی آب وہوا کا اثر

نبض کے اسباب مغیرہ میں سے بلاد اور ممالک کی آب وہوا بھی ہے موسموں کی طرح بلاد اور ممالک بھی چار حصوں پر منقسم کئے گئے ہیں۔

بلاد معتدلہ میں نبض ہر جنس میں معتدل ہوتی ہے، گرم ممالک کی نبض سریع، متواتر، صغیر اور خشک ممالک کی مختلف، ضعیف اسی طرح سرد اور تر ممالک کا موسم سرما کی نبض پر قیاس کیا جائے۔

نبض پر ماکول ومشروب کا اثر

نبض کے اسباب مغیرہ میں سے چھٹا سبب ماکول ومشروب ہے ماکول ومشروب کا نبض پر اثر دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ (۱) مقدار کے لحاظ سے (۲) کیفیت کے لحاظ سے۔ ماکول یا مشروب حرارت یا برودت میں سے جس کیفیت کی جانب مائل ہوتا ہے اُسی لحاظ سے نبض میں تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ ماکول ومشروب کی مقدار اگر معتدل ہوتی ہے تو قوت وحرارت کی زیادتی کی وجہ سے

نبض عظیم، سرعت اور تواتر میں زاید ہو جاتی ہے اور یہ تغیر ایک مدت
تک نبض میں باقی رہتا ہے جب تک کہ ضرورت خلائی کی وجہ سے ضعف
لاحق نہ ہو، اگر ماکول و مشروب کی مقدار معتدل نہ ہو بلکہ اعتدال سے
بہت زیادہ ہو تو ایسی حالت میں نبض مختلف غیر منتظم ہو جاتی ہے کیونکہ
قوت ثقل طعام کی وجہ سے نبض میں استوار اور نظام قایم رکھنے سے عاجز
ہوتی ہے اور ہر قسم کا ثقل نبض میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے کیونکہ طبیعت اور
قوت کبھی تو دفع ثقل اور اس کے ہضم و انضاج کی جانب متوجہ ہوتی
ہے اور کبھی اس سے عاجز آ کر مقاومت سے گریز کرتی ہے لہذا نبض
میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور جب اس ثقل کی کثرت ہوتی ہے
تو قوت بہت زیادہ مضطرب ہو کر حفظ نظام سے بھی عاجز آ جاتی ہے۔

حکیم ارجیجانس کا قول ہے کہ کثیر المقدار ماکول یا مشروب کا
نبض پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کی سرعت بہ نسبت تواتر کے شدید
ہو جاتی ہے کیونکہ قوت فی نفسہ اب تک قوی ہے اگرچہ ثقل کے
ماتحت منضغط ہو رہی ہے لیکن شیخ اور جالینوس دونوں کی
یہی رائے ہے کہ صورت مذکورہ میں نبض مختلف غیر منتظم ہوتی ہے
اور واقعات بھی ان دونوں حکماء کے قول کی تائید کرتے ہیں یہ تغیر
نبض میں اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک یہ ثقل دفع نہ

ہوجائے اگر مقدار حد اعتدال سے بہت زیادہ متجاوز نہ ہو تو اس صورت میں ثقل بھی بہت زیادہ نہیں ہوگا ایسی حالت میں نبض میں اختلاف منتظم پیدا ہوتا ہے اگر ماکول و مشروب قلیل المقدار ہو تو نبض میں کسی قدر عظم و سرعت میں کمی ہوجاتی ہے اور یہ تغیر نبض میں قلیل مدت تک باقی رہتا ہے کیونکہ قلیل المقدار ماکول یا مشروب قلیل مدت میں منہضم ہوجاتا ہے کثرت مقدار یا قلت مقدار کی وجہ سے جس وقت قوت میں ضعف پیدا ہوجاتا ہے تو دونوں صورتوں میں نبض صغیر و متفاوت ہوجاتی ہے۔ تقلیل مقدار کی صورت میں صغر و تفاوت کا پیدا ہونا ظاہر ہے لیکن تکثیر مقدار کی صورت میں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قوت، کثرت مقدار کے ثقل اور انضغاط کی وجہ سے انبساط تمام پر قادر نہیں ہوتی و نیز حرارت غریزیہ بھی مختنق ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے عظم کی حاجت بھی باقی نہیں رہتی اور نبض صغیر و متفاوت ہوجاتی ہے۔

تقلیل مقدار کی صورت میں جہاں عدم تغذیہ کی وجہ سے ضعف پیدا ہوتا ہے وہاں جفاف شریان کی وجہ سے انبساط تام بھی مشکل ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ صغر ہے اور فقدان تغذیہ کی وجہ سے حرارت اور حاجت میں بھی نقصان واقع ہوتا ہے جس کا ضروری نتیجہ

تفاوت ہے۔ تقلیلِ غذا کی وجہ سے جو ضعف لاحق ہوتا ہے وہ اُس وقت
نمایاں ہوگا جبکہ تقلیلِ مقدار کی مداومت کی جائے۔ جس وقت قوت، ہضم
اور تغذیہ پر قادر ہو جاتی ہے تو نبض پھر معتدل ہو جاتی ہے۔ خواہ دفع ثقل
کے بعد قدرت حاصل ہو یا معتدل مقدار حاصل کرنے سے یہ قوت پیدا ہوئی ہو۔

(نوٹ)۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ غذا تناول کرتے ہی فوراً
جسم میں قوت برانگیختہ ہو جاتی ہے، ہضم اور تولید روح ہونے بھی نہیں
پاتی کہ قوت کا احساس شروع ہو جاتا ہے یہ قوت حقیقت میں اس غذا
کے ہضم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس سے قبل کی غذا کا کچھ حصہ اعضاء کے
پاس موجود ہوتا ہے جس میں تصرف کرنے سے قوت بحال ہوتی ہے لیکن
جس وقت یہ دوسری غذا مہیا ہو جاتی ہے تو سابق غذا کے ہضم میں طبیعت
اور قوت عجلت کرتی ہے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ اس غذائی انضغاط
کی وجہ سے دورانِ خون میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے
احساس قوت ہونے لگتا ہے۔

نبض پر شراب کا اثر

علامہ آملی نے اس مقام پر شراب سے انگور کا خالص عصیر مراد لیا ہے
جس پر چھ ماہ گذر گئے ہوں اگرچہ کثرت شراب سے بھی نبض میں کثرت طعام

کی طرح اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ اختلاف اس درجہ غیر معتد بہ ہوتا ہے جو کسی دوسری چیز سے کبھی نہیں ہو سکتا اور یہ محض اس وجہ سے کہ شراب میں تخلخل جوہر، لطافت، رقت اور خفت کے ایسے صفات پائے جاتے ہیں۔ جو کسی دوسری چیز میں متحقق نہیں ہیں اسی وجہ سے بقراط کا یہ مقولہ ہے "کہ معدہ کو شراب سے بھر لینا بہت آسان ہے بہ نسبت غذا کے۔ کیونکہ شراب کو اس کی لطافت کے ساتھ ہی طبیعت بہت محبوب رکھتی ہے اور آسانی سے قبول کر لیتی ہے"

نبض پر سرد شراب کا اثر

شراب اگر برف میں سرد کر کے پی جائے تو ابتداءً اس کا وہی اثر ہوتا ہے جو تمام اشیائے باردہ کا ہوا کرتا ہے (یعنی صغر، بطوء تفاوت) کیونکہ شراب سریع النفوذ ہے جس کی وجہ سے وہ اسی سرد حالت میں جسم میں نفوذ کر جاتی ہے اور اپنی برودت کے اثرات کو نمایاں کرتی ہے اسی وجہ سے حفظان صحت کے اصول میں بہت زیادہ سرد شراب کے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے۔ جسم میں نفوذ کرنے کے بعد جب اس کی برودت زائل ہو جاتی ہے اور اس کی طبعی کیفیت "سخونت" واپس آتی ہے تو جسم میں بھی سخونت کے اثرات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

نبض پر گرم شراب کا اثر

گرم شراب سے کثرت تغذیہ، تفریح، تقویت اور انعاش قوت کے افعال نمایاں ہوتے ہیں۔ اس کی عرضی حرارت بہت دیر تک باقی نہیں رہتی، اسی وجہ سے اس کا کوئی خاص ضرر بھی نہیں ہوتا۔ بخلاف بارد شراب کے وہ بعض وقت اتنا شدید نقصان پہونچاتی ہے کہ قوت اور حرارت عزیزی کو بالکل بجھا دیتی ہے۔

شراب کی کمیت اور کیفیت کے علاوہ اس کی صورت نوعیہ کے واسطے بھی کچھ خصوصیات ہیں جو کسی دوسری غذا میں نہیں پائے جاتے۔ شراب حار ہو یا بارد۔ مقدار میں قلیل ہو یا کثیر۔ استعمال کرنیوالا بچہ ہو یا بڈھا یا جوان مرد ہو یا عورت بہر حال اس کی ذاتی خصوصیت اپنے اثرات یعنی جوہر روح میں زیادتی، قوت میں انعاش، قلب میں فرحت وانبساط ضرور نمایاں کرتی ہے۔

حرارت وبرودت کے لحاظ سے اتنی تفریق ضرور ہے کہ بعض امزجہ کے لحاظ سے شراب بارد اور بعض کے لحاظ سے شراب حار مفید ہوتی ہے۔

نوٹ:۔ حقیقت میں شراب بالطبع حار ہے۔ اس کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جس کو حقیقی معنوں میں بالطبع بارد کہا جائے۔ شراب کو

بارد کہنے کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔

(۱) یا تو برودت سے بالفعل برودت مراد لی جائے۔ مثلاً موسمی ہوا یا برف کے ذریعہ سے بالفعل بارد کر لی جائے۔

(۲) یا یہ معنی بیان کئے جائیں کہ اس میں کثیر مقدار پانی کی ممزوج کر لی جائے۔

(۳) یا اس سے مراد شراب حدیث ہو جس میں بہ نسبت شراب عتیق کے حرارت کم پائی جاتی ہے۔

شراب بذاتہ مقوی و منعش ہے۔ اگر کیفیت مزاجیہ کے لحاظ سے حرارت و برودت کی بھی تفریق کی جائے تو اس کا اثر بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور اگر کیفیت کا لحاظ نہ کیا جائے تو کسی قدر اس کی اثرات و افعال میں نقصان رہتا ہے۔ تولید روح کی وجہ سے نبض میں قوت، سخونت کی وجہ سے حاجت میں زیادتی اور تغذیہ کی وجہ سے آلہ میں ترطیب حاصل ہونے کی بنا پر نبض عظیم اور کسی قدر سریع ہو جاتی ہے لیکن اگر پانی زیادہ ملا کر استعمال کیجائے تو نبض میں صرف قوت و عظم پیدا ہوتا ہے سرعت نہیں ہوتی۔

نبض پر پانی کا اثر

پانی نبض میں صرف اسی وجہ سے قوت پیدا کرتا ہے کہ وہ غذا کی نفوذ

کرانے میں معین ہوتا ہے ورنہ ذاتی طور پر اُس کا فعل تبرید ہے۔ غذا کے ساتھ بقدر ضرورت پانی پینے سے نبض میں قوت و عظم نمایاں ہوتا ہے لیکن پانی کی کثرت نبض میں صغر اور بطو کا باعث ہوتی ہے۔

نوم و یقظہ کا نبض پر اثر

نوم کے ابتدائی، درمیانی اور آخری زمانہ، و نیز نوم بحالت ہضم نوم قبل ہضم اور نوم بعد ہضم کے لحاظ سے نبض میں مختلف قسم کے تغیرات عارض ہوتے ہیں۔

اول نوم کی نبض صغیر ضعیف، بہت زیادہ بطی اور متفاوت ہوتی ہے۔ صغر کی وجہ تو یہ ہے کہ حرارت غریزی باطن کی جانب منقبض اور غائر ہوتی ہے۔ انبساط اور ظہور کی جانب میلان نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ہمہ تن تحریک طبیعت کی وجہ سے ہضم غذا اور انضاج فضول کی غرض سے باطن کی جانب متوجہ ہوتی ہے اسی وجہ سے ظاہری قوی مضمحل ہو جاتے ہیں اور نبض پر ضعف طاری ہو جاتا ہے۔ بطور و تفاوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یقظہ کی حالت میں جو حرکات شدت حاجت پیدا کر رہے تھے اب اس حالت میں مفقود ہیں۔

بعض اطبار نے بطور و تفاوت سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اُن کا

خیال ہے کہ حرارت کی مقدار حالت نوم میں حقن حرارت ونیز کثرت ہضم کی وجہ سے زیادہ ہو جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ سرعت او تواتر ہے نہ کہ بطور تفاوت۔

شیخ الرئیس نے اس وہم کو زائل کرنے کی غرض سے ایک بہتر طریقہ اختیار کیا ہے۔ شیخ الصناعہ رقمطراز ہے کہ حقن اور اجتماع کی وجہ سے نوم کی حالت میں اگرچہ باطنی سخونت زاید ہو جاتی ہے لیکن وہ سخونت اور حدت حالت نوم میں مفقود ہوتی ہے جو حالت یقظہ میں حرکت کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہے۔ حقن اور اجتماع سے پیدا کی ہوئی حرارت میں جو تیزی ہوتی ہے وہ بدرجہا اس تیزی سے کم ہے جو حرکات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ حرارت حقن اور اجتماع سے زیادہ تیز ہوتی ہے یا حرکت سے، اس مشاہدہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک ریاضت سے تھکنے والے انسان کے تنفس کا پانی میں غوطہ لگانے والے انسان کے تنفس کے ساتھ مقابلہ کیا جائے غوطہ لگانے والے انسان کی شدت حاجت بدرجہا کم اور ریاضت کرتے والے انسان کی بہت زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ریاضت کرنے والے انسان کا تنفس بہت زیادہ عظیم ہو جاتا ہے۔ یہی حالت نوم اور یقظہ کی ہے۔ نوم ایک قسم کی غوطہ زنی ہے اور

یقظہ ایک ریاضت ہے۔ یقظہ میں صرف بدنی حرکات ہی کی وجہ سے
نخونت نہیں پیدا ہوتی بلکہ مختلف افعال صادر کرنے کی غرض سے روح
میں بھی بہ نسبت نوم کے حرکت زیادہ رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ یقظہ میں
نخونت، نبض میں سرعت اور تواتر کا موجب ہوتی ہے اور نوم میں سکون
روح کی وجہ سے یہ نخونت مفقود ہوتی ہے۔ محمد ابن زکریا رازی
اس مسئلہ میں ایک عجیب رائے رکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بطوں
وتفاوت حالت نوم میں درحقیقت نہیں پایا جاتا بلکہ صرف ان دونو
چیزوں کا خلاف واقعہ توہم ہوتا ہے۔ بطوء وتفاوت تو اس وجہ سے
نہیں پایا جاتا کہ نبض اور تنفس دونوں اپنی رفتار میں ایک خاص
مناسبت کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ ہر ایک کا تغیر دوسرے میں تغیر
کا باعث ہوتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حالت نوم میں تنفس بطوء
وتفاوت کے صفات سے خالی ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ نبض
میں یہ دونوں صفتیں متحقق ہوں لیکن جس وجہ سے نبض پر ان دونوں
کا شبہہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حالت نوم میں کثرت ہضم اور دفع فضلات
کی وجہ سے حرکت انقباضی کی زیادہ ضرورت لاحق ہوتی ہے جس کی
وجہ سے شریان نقطۂ انضمام تک انقباضی حرکت کرتی ہے پھر اسی
نقطہ سے انبساط شروع ہوتا ہے لیکن یہ انبساط انتہائے نقطۂ ارتفاع

تک پہونچنے سے پہلے انقباض کی جانب راجع ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں حرکت انبساطی کے احساس کا زمانہ بھی بہت ہی قلیل رہ جاتا ہے اول انبساط محسوس ہی نہیں ہوتا۔ رہا آخر انبساط جس کا احساس ہوتا ہے وہ بھی ناقص رہ جاتا ہے۔ کیونکہ نبض انتہائی نقطۂ ارتفاع تک نہیں پہونچتی لہذا دو انبساطی حرکتوں کے درمیان زمانہ زیادہ ہو جاتا ہے جس سے بطوء اور تفاوت کا شبہہ پیدا ہوتا ہے اور یہ توہم ہوتا ہے کہ زمانۂ سکون طویل ہو گیا۔ حالانکہ درحقیقت حرکت انقباضی کا زمانہ اور مسافت زاید ہو جاتی ہے۔ جس کی دفع بخارات کے واسطے شدید ضرورت ہوتی ہے۔

بعض معترضین نے نبض اور تنفس کی ہم آہنگی کو تسلیم نہیں کیا اور اس امر کو جایز قرار دیا ہے کہ تنفس کے درمیانی زمانۂ سکون میں دس نبضے اور اس سے زیادہ یا کم متحقق ہو سکتے ہیں۔

فاضل جالینوس کا اس مسئلہ کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ حالت نوم میں حرکت انبساطی بطی اور حرکت انقباضی سریع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حالت نوم میں کثرت ہضم کی وجہ سے بخارات دخانیہ کا صعود ہوتا ہے جس کے دفع کے واسطے حرکت انقباضی کی سرعت ضروری ہے لیکن جو لوگ حرکت انقباضی کے ادراک سے عاجز اور قاصر ہیں وہ نائم کی نبض کے

متعلق مطلقاً بطوء کا حکم لگا دیتے ہیں حالانکہ صرف حرکت انبساطی بطی ہوتی ہے اور حرکت انقباضی سریع۔

میری رائے میں محمد بن زکریا کا قول تو ہم بطوء کے ثبوت سے خالی ہے کیوں کہ اُس کے قول سے دو انبساطی حرکتوں کا درمیانی زمانہ طویل ہونے سے صرف تفاوت کا شبہہ ہو سکتا ہے لیکن حرکت انبساطی کی مدت کے قصیر ہونے سے بطوء ثابت نہیں ہوتا بلکہ سرعت کا شبہہ ہو سکتا ہے۔

بعض معترضین کا اعتراض بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ حالت صحت میں نبض اور تنفس کا ایک خاص نظام مقرر ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک خاص تناسب بھی پایا جاتا ہے مثلاً فی منٹ ایک جوان آدمی میں تنفس کی حرکت ۱۸ اور نبض کی حرکت ۷۲ ہوتی ہے یعنی ان دونوں کے درمیان ۱ اور ۴ کی نسبت ہے۔

فاضل جالینوس کے قول سے صرف حرکت انقباضی کی سرعت ثابت ہوتی ہے اور بمقابلہ حرکت انبساطی کے بطوء بھی واقع ہوتا ہے لیکن اس کے قول میں تفاوت کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔

میری رائے میں کثرت بخارات کی وجہ سے حرکت انقباضی سریع، سکون بعد الانقباض کے لحاظ سے متفاوت، حرکت انبساطی

بطی اور سکون بعد الانبساط کے اعتبار سے متواتر ہوتی ہے۔ حرکت انقباضی کے ذریعہ دفع بخارات کے بعد قصر سکون کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی بلکہ غیر معمولی سرعت کے بعد طویل استراحت کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سکون کی مدت طویل ہو جاتی ہے پھر حرکت انبساطی قلت سخونت کی وجہ سے بطی رہتی ہے کہ اتنی مدت میں پھر بخارات کا انبوہ ہو جاتا ہے اور حرکت انقباضی کی ضرورت پھر پیدا ہو جاتی ہے اس وجہ سے سکون بعد الانبساط کی مدت قصیر ہو جاتی ہے اور سرعت کے ساتھ حرکتِ انقباضی شروع ہو جاتی ہے۔

یہ حکم تو اُس نبض کے متعلق تھا جو ایسی حالت نوم میں ہو جس میں استمرار طعام ابھی نہ شروع ہوا ہو لیکن جس وقت حالت نوم میں غذا کا استمرار شروع ہو جاتا ہے تو نبض قوی ہو جاتی ہے جس کے اسباب دو ہیں (۱) استمرار غذا کی وجہ سے ازدیاد قوت۔ (۲) حرارت عزیزی کا ظاہر بدن کی جانب رجحان۔ کیونکہ حرارت عزیزی فریضۂ ہضم کر سبکدوش ہو کر خارج کی جانب تدبیر غذا میں مصروف ہوتی ہے۔ قوت کی زیادتی اور شرائین میں غذائی ترطیب نیز تولید دم و روح کی وجہ سے حاجت کی زیادتی، نبض میں عظم قدرے سرعت اور تواتر پیدا کر دیتی ہیں۔

صاحب کامل الصناعۃ کا یہ خیال ہے کہ مذکورۂ بالا صورت میں نبض بہت زیادہ بطی اور متفاوت ہو جاتی ہے۔ علامہ آملی نے اس خیال کی تائید نہیں کی۔ کیونکہ بطور اور تفاوت کے اسباب اس صورت میں مفقود ہیں۔

طویل نوم کی آخری حالت میں نبض ضعیف ہو جاتی ہے جس کے دو سبب ہیں۔ (۱) حرارت عزیزی کا طویل مدت تک مختنق رہنا۔ (۲) قوت کا رطوبات فضلیہ میں منضغط ہونا۔ کیونکہ طویل نوم کی حالت میں ابخرات و رطوبات فضلیہ کا بہت زیادہ تراکم ہو جاتا ہے جو کہ حالت یقظہ میں تحلیل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی ضعف کی وجہ سے نبض صغیر ہو جاتی ہے حفظانِ صحت کے اصول کے ماتحت ہضم غذا کے بعد نائم کو بیدار کر دینا چاہیے تاکہ رطوبات فضلیہ اور ابخرات بذریعہ حالت یقظہ میں حرکات کی وجہ سے بآسانی دفع ہو جائیں۔ اگر نوم خلاء کی حالت میں واقع ہو تو نبض میں صغر، بطور، تفاوت اور ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز جتنی نوم کی مدت بڑھتی جاتی ہے نبض ان صفات میں ترقی کرتی رہتی ہے۔

نوم کے بعد یقظہ اگر طبعی طریقہ پر واقع ہو تو نبض عظم اور سرعت کی جانب تدریجاً مائل ہو جاتی ہے اور قلیل مدت کے بعد طبعی حالت

ہے اور اضمحلال قوت کا لازمی نتیجہ ضعف قوت ہے۔ اس موقع پر بعض اطباء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ موسم سرما میں قوت کا اضمحلال قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس موسم میں خارجی برودت کی وجہ سے مسامات اور تحلل کے راستے عموماً مسدود ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے باطن بدن میں حرارت زیادہ مقدار میں مجتمع ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس موسم میں، ہضم وغیرہ زیادہ جید ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ ازدیاد قوت اور شدت حاجت ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں جاڑوں کی نبض کا بطی متفاوت، ضعیف، صغیر ہونا صحیح نہیں ہے۔

اس اعتراض کا اس طرح جواب دیا گیا ہے کہ موسم سرما میں اگر ایک جانب جودت ہضم کی وجہ سے شدت حاجت بڑھ جاتی ہے تو دوسری جانب ہوا کی برودت میں اتنا اضافہ ہو جاتا ہے جو حاجت کی تلافی کے واسطے کافی ہوتا ہے اسی وجہ سے سرعت و تواتر کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی لیکن صغر اور ضعف قوت یہ دونوں چیزیں صرف اُنھیں افراد میں متحقق ہوتی ہیں جن میں وسعت مسامات، رخاوت لحم اور جلد کی وجہ سے برودت اندرونی جانب نفوذ کر جاتی ہے۔ رہے وہ افراد جن میں برودت کا اثر ظاہری سطح تک محدود رہتا ہے اُن کی نبض صغر اور ضعف سے محفوظ رہتی ہے۔

(نوٹ) صغر کے اسباب میں سے جہاں ضعف قوت ایک سبب ہے وہاں صلابت آلہ اور قلت حاجت بھی اسباب صغر میں شمار کئے گئے ہیں۔ موسم گرما میں جس قدر ہوا ترویح کے لئے درکار ہوتی ہے موسم سرما میں برودت ہوا کی وجہ سے اس سے قلیل مقدار ہی کافی ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں جلدی تکاثف بھی شریان کی انبساط کے واسطے کسی قدر مانع ہوتا ہے لہذا اگر ضعف قوت نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی موسم سرما میں یک گونہ صغر ضرور متحقق ہوتا ہے۔

موسم خریف کی نبض۔ موسم خریف میں دن کی گرمی اور رات کی سردی نبض کو مختلف اور ضعیف بنا دیتی ہے۔ جب دن میں گرمی ہوتی ہے تو نبض کا میلان سرعت اور تواتر کی جانب اور جب رات میں سردی ہوتی ہے تو بطوء اور تفاوت کی جانب ہوتا ہے۔ رات و دن کی گرمی اور سردی کے پے درپے مقابلہ کی وجہ سے طبیعت میں ضعف اور اضمحلال واقع ہوتا ہے۔

فاضل جالینوس اور صاحب کامل الصناعہ دونوں کا مسلک یہ ہے کہ وسط خریف کی نبض بھی وسط ربیع کی طرح تمام اجناس میں معتدل اور قوت اور عظم میں زائد ہوتی ہے۔ ل ن

میری رائے میں واقعات اور حقائق ان دونوں بزرگو

کی رائے کے موافق نہیں ہیں۔

نبض پر ملکی آب و ہوا کا اثر

نبض کے اسباب مغیرہ میں سے بلاد اور ممالک کی آب و ہوا بھی ہے موسموں کی طرح بلاد اور ممالک بھی چار حصوں پر منقسم کئے گئے ہیں۔

بلاد معتدلہ میں نبض ہر جنس میں معتدل ہوتی ہے، گرم ممالک کی نبض سریع، متواتر، صغیر اور خشک ممالک کی مختلف، ضعیف اسی طرح سرد اور تر ممالک کا موسم سرما کی نبض پر قیاس کیا جائے۔

نبض پر ماکول و مشروب کا اثر

نبض کے اسباب مغیرہ میں سے چھٹا سبب ماکول و مشروب ہے ماکول و مشروب کا نبض پر اثر دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ (۱) مقدار کے لحاظ سے (۲) کیفیت کے لحاظ سے۔ ماکول یا مشروب حرارت یا برودت میں سے جس کیفیت کی جانب مائل ہوتا ہے اُسی لحاظ سے نبض میں تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ ماکول و مشروب کی مقدار اگر معتدل ہوتی ہے تو قوت و حرارت کی زیادتی کی وجہ سے

نبض عظم، سرعت اور تواتر میں زاید ہو جاتی ہے اور یہ تغیر ایک مدت تک نبض میں باقی رہتا ہے جب تک کہ ضرورت خلائی کی وجہ سے ضعف لاحق نہ ہو۔ اگر ماکول و مشروب کی مقدار معتدل نہ ہو بلکہ اعتدال سے بہت زیادہ ہو تو ایسی حالت میں نبض مختلف غیر منتظم ہو جاتی ہے کیونکہ قوت ثقل طعام کی وجہ سے نبض میں استوار اور نظام قایم رکھنے سے عاجز ہوتی ہے اور ہر قسم کا ثقل نبض میں اختلاف پیدا کر دیتا ہے کیونکہ طبیعت اور قوت کبھی تو دفع ثقل اور اُس کے ہضم و انضاج کی جانب متوجہ ہوتی ہے اور کبھی اس سے عاجز آکر مقاومت سے گریز کرتی ہے لہذا نبض میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور جب اس ثقل کی کثرت ہوتی ہے تو قوت بہت زیادہ مضطرب ہو کر حفظ نظام سے بھی عاجز آجاتی ہے۔

حکیم ارجیجانس کا قول ہے کہ کثیر المقدار ماکول یا مشروب کا نبض پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کی سرعت بہ نسبت تواتر کے شدید ہو جاتی ہے کیونکہ قوت فی نفسہٖ اب تک قوی ہے اگرچہ ثقل کے ماتحت منضغط ہو رہی ہے لیکن شیخ اور جالینوس دونوں کی یہی رائے ہے کہ صورت مذکورہ میں نبض مختلف غیر منتظم ہوتی ہے اور واقعات بھی ان دونوں حکماء کے قول کی تائید کرتے ہیں یہ تغیر نبض میں اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک یہ ثقل دفع نہ

ہو جائے اگر مقدار حد اعتدال سے بہت زیادہ متجاوز نہ ہو تو اس صورت میں ثقل بھی بہت زیادہ نہیں ہوگا ایسی حالت میں نبض میں اختلاف عظم پیدا ہوتا ہے اگر ماکول و مشروب قلیل المقدار ہو تو نبض میں کسی قدر عظم و سرعت میں کمی ہو جاتی ہے اور یہ تغیر نبض میں قلیل مدت تک باقی رہتا ہے کیونکہ قلیل المقدار ماکول یا مشروب قلیل مدت میں منہضم ہو جاتا ہے کثرت مقدار یا قلت مقدار کی وجہ سے جس وقت قوت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے تو دونوں صورتوں میں نبض صغیر و متفاوت ہو جاتی ہے۔ تقلیل مقدار کی صورت میں صغر و تفاوت کا پیدا ہونا ظاہر ہے لیکن تکثیر مقدار کی صورت میں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قوت، کثرت مقدار کے ثقل اور انضغاط کی وجہ سے انبساط تمام پر قادر نہیں ہوتی و نیز حرارت غریزیہ بھی مختنق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے عظم کی حاجت بھی باقی نہیں رہتی اور نبض صغیر و متفاوت ہو جاتی ہے۔

تقلیل مقدار کی صورت میں جہاں عدم تغذیہ کی وجہ سے ضعف پیدا ہوتا ہے وہاں جفاف شریان کی وجہ سے انبساط تام بھی مشکل ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ صغر ہے اور فقدان تغذیہ کی وجہ سے حرارت اور حاجت میں بھی نقصان واقع ہوتا ہے جس کا ضروری نتیجہ

تفاوت ہے۔ تقلیلِ غذا کی وجہ سے جو ضعف لاحق ہوتا ہے وہ اُس وقت نمایاں ہوگا جبکہ تقلیلِ مقدار کی مداومت کی جائے۔ جس وقت قوت، ہضم اور تغذیہ پر قادر ہوجاتی ہے تو نبض پھر معتدل ہوجاتی ہے۔ خواہ دفع ثقل کے بعد قدرت حاصل ہو یا معتدل مقدار حاصل کرنے سے یہ قوت پیدا ہوئی ہو۔

(نوٹ)۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ غذا تناول کرتے ہی فوراً جسم میں قوت برانگیختہ ہوجاتی ہے، ہضم اور تولیدِ روح ہونے بھی نہیں پاتی کہ قوت کا احساس شروع ہوجاتا ہے یہ قوت حقیقت میں اس غذا کے ہضم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس سے قبل کی غذا کا کچھ حصّہ اعضاء کے پاس موجود ہوتا ہے جس میں تصرف کرنے سے قوت بخل کرتی ہے لیکن جس وقت یہ دوسری غذا مہیا ہوجاتی ہے تو سابق غذا کے ہضم میں طبیعت اور قوت عجلت کرتی ہے یا یہ صورت ہوتی ہے کہ اس غذائی انضغاط کی وجہ سے دورانِ خون میں تیزی پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے احساس قوت ہونے لگتا ہے۔

نبض پر شراب کا اثر

علامہ آملی نے اس مقام پر شراب سے انگور کا خالص عصیر مراد لیا ہے جس پر چھ ماہ گذر گئے ہوں۔ اگرچہ کثرتِ شراب سے بھی نبض میں کثرتِ طعام

کی طرح اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ اختلاف اس درجہ غیر معتد بہ ہوتا ہے جو کسی دوسری چیز سے کبھی نہیں ہو سکتا اور یہ محض اس وجہ سے کہ شراب میں تخلخل جوہر، لطافت، رقت اور خفت کے ایسے صفات پائے جاتے ہیں۔ جو کسی دوسری چیز میں متحقق نہیں ہیں اسی وجہ سے بقراط کا یہ مقولہ ہے "کہ معدہ کو شراب سے بھر لینا بہت آسان ہے بہ نسبت غذا کے۔ کیونکہ شراب کو اس کی لطافت کے ساتھ ہی طبیعت بہت محبوب رکھتی ہے اور آسانی سے قبول کر لیتی ہے"

نبض پر سرد شراب کا اثر

شراب اگر برف میں سرد کر کے پی جائے تو ابتداءً اس کا وہی اثر ہوتا ہے جو تمام اشیائے باردہ کا ہوا کرتا ہے (یعنی صغر، بطوء تفاوت) کیونکہ شراب سریع النفوذ ہے جس کی وجہ سے وہ اسی سرد حالت میں جسم میں نفوذ کر جاتی ہے اور اپنی برودت کے اثرات کو نمایاں کرتی ہے اسی وجہ سے حفظان صحت کے اصول میں بہت زیادہ سرد شراب کے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے۔ جسم میں نفوذ کرنے کے بعد جب اس کی برودت زائل ہو جاتی ہے اور اس کی طبعی کیفیت "سخونت" واپس آتی ہے تو جسم میں بھی سخونت کے اثرات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

نبض پر گرم شراب کا اثر

گرم شراب سے کثرت تغذیہ، تفریح، تقویت اور انعاش قوت کے افعال نمایاں ہوتے ہیں۔ اس کی عرضی حرارت بہت دیر تک باقی نہیں رہتی، اسی وجہ سے اس کا کوئی خاص ضرر بھی نہیں ہوتا۔ بخلاف بارد شراب کے وہ بعض وقت اتنا شدید نقصان پہونچاتی ہے کہ قوت اور حرارت عزیزی کو بالکل بجھا دیتی ہے۔

شراب کی کمیت اور کیفیت کے علاوہ اس کی صورت نوعیہ کے واسطے بھی کچھ خصوصیات ہیں جو کسی دوسری غذا میں نہیں پائے جاتے۔ شراب حار ہو یا بارد۔ مقدار میں قلیل ہو یا کثیر۔ استعمال کرنیوالا بچہ ہو یا بڈھا یا جواں مرد ہو یا عورت بہر حال اس کی ذاتی خصوصیت اپنے اثرات یعنی جوہر روح میں زیادتی، قوت میں انعاش، قلب میں فرحت وانبساط ضرور نمایاں کرتی ہے۔

حرارت وبرودت کے لحاظ سے اتنی تفریق ضرور ہے کہ بعض امزجہ کے لحاظ سے شراب بارد اور بعض کے لحاظ سے شراب حار مفید ہوتی ہے۔

نوٹ:۔ حقیقت میں شراب بالطبع حار ہے۔ اس کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جس کو حقیقی معنوں میں بالطبع بارد کہا جائے۔ شراب کو

بارد ہونے کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔

(۱) یا تو برودت سے بالفعل برودت مراد لی جائے۔ مثلاً موسمی ہوا یا برف کے ذریعہ سے بالفعل بارد کر لی جائے۔

(۲) یا یہ معنی بیان کئے جائیں کہ اس میں کثیر مقدار پانی کی ممزوج کر لی جائے۔

(۳) یا اس سے مراد شراب حدیث ہو جس میں بہ نسبت شراب عتیق کے حرارت کم پائی جاتی ہے۔

شراب بذاتہ مقوی و منعش ہے۔ اگر کیفیت مزاجیہ کے لحاظ سے حرارت و برودت کی بھی تفریق کی جائے تو اس کا اثر بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور اگر کیفیت کا لحاظ نہ کیا جائے تو کسی قدر اس کی اثرات وافعال میں نقصان رہتا ہے۔ تولید روح کی وجہ سے نبض میں قوت، سخونت کی وجہ سے حاجت میں زیادتی اور تغذیہ کی وجہ سے آلہ میں ترطیب حاصل ہونے کی بنا پر نبض عظیم اور کسی قدر سریع ہو جاتی ہے لیکن اگر پانی زیادہ ملا کر استعمال کیجائے تو نبض میں صرف قوت و عظم پیدا ہوتا ہی سرعت نہیں ہوتی۔

نبض پر پانی کا اثر

پانی نبض میں صرف اسی وجہ سے قوت پیدا کرتا ہے کہ وہ غذا کی نفوذ

گرانے میں معین ہوتا ہے ورنہ ذاتی طور پر اُس کا فعل تبرید ہے۔ غذا کے ساتھ بقدر ضرورت پانی پینے سے نبض میں قوت و عظم نمایاں ہوتا ہے لیکن پانی کی کثرت نبض میں صغر اور بطوء کا باعث ہوتی ہے۔

نوم و یقظہ کا نبض پر اثر

نوم کے ابتدائی، درمیانی اور آخری زمانہ، و نیز نوم بحالت ہضم نوم قبل ہضم اور نوم بعد ہضم کے لحاظ سے نبض میں مختلف قسم کے تغیرات عارض ہوتے ہیں۔

اول نوم کی نبض صغیر ضعیف، بہت زیادہ بطی اور متفاوت ہوتی ہے۔ صغر کی وجہ تو یہ ہے کہ حرارت غریزی باطن کی جانب منقبض اور غائر ہوتی ہے۔ انبساط اور ظہور کی جانب میلان نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ہمہ تن تحریک طبیعت کی وجہ سے ہضم غذا اور انضاج فضول کی غرض سے باطن کی جانب متوجہ ہوتی ہے اسی وجہ سے ظاہری قوی مضمحل ہو جاتے ہیں اور نبض پر ضعف طاری ہو جاتا ہے۔ بطوء و تفاوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یقظہ کی حالت میں جو حرکات شدت حاجت پیدا کر رہے تھے اب اس حالت میں مفقود ہیں۔

بعض اطبار نے بطوء و تفاوت سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اُن کا

خیال ہے کہ حرارت کی مقدار حالت نوم میں حقن حرارت و نیز کثرت ہضم کی وجہ سے زیادہ ہو جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ سرعت اور تواتر ہے نہ کہ بطور تفاوت۔

شیخ الرئیس نے اس وہم کو زائل کرنے کی غرض سے ایک بہتر طریقہ اختیار کیا ہے۔ شیخ الصناعہ رقمطراز ہے کہ حقن اور اجتماع کی وجہ سے نوم کی حالت میں اگرچہ باطنی سخونت زاید ہو جاتی ہے لیکن وہ سخونت اور حدت حالت نوم میں مفقود ہوتی ہے جو حالت یقظہ میں حرکت کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہے۔ حقن اور اجتماع سے پیدا کی ہوئی حرارت میں جو تیزی ہوتی ہے وہ بدرجہا اس تیزی سے کم ہے جو حرکات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ حرارت حقن اور اجتماع سے زیادہ تیز ہوتی ہے یا حرکت سے، اس مشاہدہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک ریاضت سے تھکنے والے انسان کے تنفس کا پانی میں غوطہ لگانے والے انسان کے تنفس کے ساتھ مقابلہ کیا جائے غوطہ لگانے والے انسان کی شدت حاجت بدرجہا کم اور ریاضت کرنے والے انسان کی بہت زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ریاضت کرنے والے انسان کا تنفس بہت زیادہ عظیم ہو جاتا ہے۔ یہی حالت نوم اور یقظہ کی ہے۔ نوم ایک قسم کی غوطہ زنی ہے اور

یقظہ ایک ریاضت ہے۔ یقظہ میں صرف بدنی حرکات ہی کی وجہ سے
سخونت نہیں پیدا ہوتی بلکہ مختلف افعال صادر کرنے کی غرض سے روح
میں بھی بہ نسبت نوم کے حرکت زیادہ رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ یقظہ میں
سخونت، نبض میں سرعت اور تواتر کا موجب ہوتی ہے اور نوم میں سکون
روح کی وجہ سے یہ سخونت مفقود ہوتی ہے۔ محمد ابن زکریا رازی
اس مسئلہ میں ایک عجیب رائے رکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بطوء
و تفاوت حالت نوم میں درحقیقت نہیں پایا جاتا بلکہ صرف ان دونوں
چیزوں کا خلاف واقعہ توہم ہوتا ہے۔ بطوء و تفاوت تو اس وجہ سے
نہیں پایا جاتا کہ نبض اور تنفس دونوں اپنی رفتار میں ایک خاص
مناسبت کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ ہر ایک کا تغیر دوسرے میں تغیر
کا باعث ہوتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حالت نوم میں تنفس بطوء
و تفاوت کے صفات سے خالی ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ نبض
میں یہ دونوں صفتیں متحقق ہوں۔ لیکن جس وجہ سے نبض پر ان دونوں
کا شبہہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حالت نوم میں کثرت ہضم اور دفع فضلات
کی وجہ سے حرکت انقباضی کی زیادہ ضرورت لاحق ہوتی ہے جس کی
وجہ سے شریان نقطۂ انضمام تک انقباضی حرکت کرتی ہے پھر اسی
نقطہ سے انبساط شروع ہوتا ہے لیکن یہ انبساط انتہائے نقطۂ ارتفاع

تک پہونچنے سے پہلے انقباض کی جانب راجع ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں حرکت انبساطی کے احساس کا زمانہ بھی بہت ہی قلیل رہ جاتا ہے اول انبساط محسوس ہی نہیں ہوتا۔ رہا آخر انبساط جس کا احساس ہوتا ہے وہ بھی ناقص رہ جاتا ہے۔ کیونکہ نبض انتہائی نقطۂ ارتفاع تک نہیں پہونچتی لہٰذا دو انبساطی حرکتوں کے درمیان زمانہ زیادہ ہو جاتا ہے جس سے بطوء اور تفاوت کا شبہہ پیدا ہوتا ہے اور یہ توہم ہوتا ہے کہ زمانۂ سکون طویل ہو گیا۔ حالانکہ درحقیقت حرکت انقباضی کا زمانہ اور مسافت زاید ہو جاتی ہے۔ جس کی دفع بخارات کے واسطے شدید ضرورت ہوتی ہے۔

بعض معترضین نے نبض اور تنفس کی ہم آہنگی کو تسلیم نہیں کیا اور اس امر کو جایز قرار دیا ہے کہ تنفس کے درمیانی زمانۂ سکون میں دس نبضے اور اس سے زیادہ یا کم متحقق ہو سکتے ہیں۔

فاضل جالینوس کا اس مسئلہ کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ حالت نوم میں حرکت انبساطی بطی اور حرکت انقباضی سریع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حالت نوم میں کثرت ہضم کی وجہ سے بخارات دخانیہ کا صعود ہوتا ہے جس کے دفع کے واسطے حرکت انقباضی کی سرعت ضروری ہے لیکن جو لوگ حرکت انقباضی کے ادراک سے عاجز اور قاصر ہیں وہ نائم کی نبض کے

متعلق مطلقاً بطوء کا حکم لگا دیتے ہیں حالانکہ صرف حرکت انبساطی بطی ہوتی ہے اور حرکت انقباضی سریع۔

میری رائے میں محمد بن زکریا کا ذل تو ہم بطوء کے ثبوت سے خالی ہے کیوں کہ اُس کے قول سے دو انبساطی حرکتوں کا درمیانی زمانہ طویل ہونے سے صرف تفاوت کا شبہہ ہو سکتا ہے لیکن حرکت انبساطی کی مدت کے قصیر ہونے سے بطوء ثابت نہیں ہوتا بلکہ سرعت کا شبہہ ہو سکتا ہے۔

بعض معترضین کا اعتراض بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ حالت صحت میں نبض اور تنفس کا ایک خاص نظام مقرر ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک خاص تناسب بھی پایا جاتا ہے مثلاً فی منٹ ایک جوان آدمی میں تنفس کی حرکت ۱۸ اور نبض کی حرکت ۷۲ ہوتی ہے یعنی ان دونوں کے درمیان ۱ اور ۴ کی نسبت ہے۔

فاضل جالینوس کے قول سے صرف حرکت انقباضی کی سرعت ثابت ہوتی ہے اور بمقابلہ حرکت انبساطی کے بطوء بھی واقع ہوتا ہے لیکن اس کے قول میں تفاوت کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔

میری رائے میں کثرت بخارات کی وجہ سے حرکت انقباضی سریع، سکون بعد الانقباض کے لحاظ سے متفاوت، حرکت انبساطی

بطی اور سکون بعد الانبساط کے اعتبار سے متواتر ہوتی ہے۔ حرکت انقباضی کے ذریعہ دفع نجارات کے بعد قصر سکون کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی بلکہ غیر معمولی سرعت کے بعد طویل استراحت کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سکون کی مدت طویل ہو جاتی ہے پھر حرکت انبساطی قلت سخونت کی وجہ سے بطی رہتی ہے کہ اتنی مدت میں پھر نجارات کا انبوہ ہو جاتا ہے اور حرکت انقباضی کی ضرورت پھر پیدا ہو جاتی ہے اس وجہ سے سکون بعد الانبساط کی مدت قصیر ہو جاتی ہے اور سرعت کے ساتھ حرکتِ انقباضی شروع ہو جاتی ہے۔

یہ حکم تو اُس نبض کے متعلق تھا جو ایسی حالت نوم میں ہو جس میں استمرار طعام ابھی نہ شروع ہوا ہو لیکن جس وقت حالت نوم میں غذا کا استمرار شروع ہو جاتا ہے تو نبض قوی ہو جاتی ہے جس کے اسباب دو ہیں (۱) استمرار غذا کی وجہ سے ازدیاد قوت۔ (۲) حرارت عزیزی کا ظاہر بدن کی جانب رجحان۔ کیونکہ حرارت عزیزی فریضۂ ہضم سے سبکدوش ہو کر خارج کی جانب تدبیر غذا میں مصروف ہوتی ہے۔ قوت کی زیادتی اور شرائین میں غذائی ترطیب نیز تولید دم و روح کی وجہ سے حاجت کی زیادتی، نبض میں عظم قدرے سرعت اور تواتر پیدا کر دیتی ہیں۔

صاحب کامل الصناعۃ کا یہ خیال ہے کہ مذکورۂ بالا صورت میں نبض بہت زیادہ بطی اور متفاوت ہو جاتی ہے۔ علامہ آملی نے اس خیال کی تائید نہیں کی۔ کیونکہ بطور اور تفاوت کے اسباب اس صورت میں مفقود ہیں۔

طویل نوم کی آخری حالت میں نبض ضعیف ہو جاتی ہے جس کے دو سبب ہیں۔ (۱) حرارت عزیزی کا طویل مدت تک مختنق رہنا۔ (۲) قوت کا رطوبات فضلیہ میں منضغط ہونا۔ کیونکہ طویل نوم کی حالت میں ابخرات ورطوبات فضلیہ کا بہت زیادہ تراکم ہو جاتا ہے جو کہ حالت یقظہ میں تحلیل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی ضعف کی وجہ سے نبض صغیر ہو جاتی ہے حفظانِ صحت کے اصول کے ماتحت ہضم غذا کے بعد نائم کو بیدار کر دینا چاہیے تاکہ رطوبات فضلیہ اور ابخرات ردیہ حالت یقظہ میں حرکات کی وجہ سے بآسانی دفع ہو جائیں۔ اگر نوم خلاء کی حالت میں واقع ہو تو نبض میں صغر، بطور، تفاوت اور ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ نیز جتنی نوم کی مدت بڑھتی جاتی ہے نبض ان صفات میں ترقی کرتی رہتی ہے۔

نوم کے بعد یقظہ اگر طبعی طریقہ پر واقع ہو تو نبض عظم اور سرعت کی جانب تدریجاً مائل ہو جاتی ہے اور قلیل مدت کے بعد طبعی حالت

اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن اگر یہ یقظہ غیر طبعی طریقہ پر ہو مثلاً کہ ایک کسی حادثہ کی وجہ سے یقظہ کا وقوع ہو تو یقظہ کے وقت نبض میں فترہ واقع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نبض عظیم، سریع، متواتر، مختلف اور مرتعش ہو جاتی ہے۔ نبض کا یہ تغیر زیادہ مدت تک باقی نہیں رہتا بلکہ قلیل مدت کے بعد نبض حالتِ اعتدال پر آجاتی ہے۔

ریاضت کا نبض پر اثر

ابتدار ریاضت سے حد اعتدال تک نبض عظم کی جانب مائل رہتی ہے کیونکہ روح ودم کی حرکت خارج کی جانب شریان کے شہوق کا باعث ہوتی ہے۔ انعاش حرارت عزیزی۔ تحلیل فضول اور سخونت حرکت کی وجہ سے قوت میں بھی نمایاں ترقی رہتی ہے۔ سخونت حرکت کی وجہ سے حاجت شدید ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے سرعت اور تواتر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ ریاضت اگر طویل مدت تک کی جائے یا مدت اگرچہ قصیر ہو لیکن ریاضت اپنی نوعیت میں شدید ہو تو ایسی صورت میں نبض میں ضعف اور صغر تحلل حرارت اور یبس آلہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن سرعت اور تواتر دونوں اس حالت میں بھی پائے جاتے ہیں جس کا سبب شدت حاجت اور تلافی عظم ہے۔ پھر آخر

میں سرعت میں بھی انتقاص شروع ہوجاتا ہے اور اس کی تلافی کے لئے تواتر میں زیادتی ہونے لگتی ہے۔ اس حالت میں بھی اگر ریاضت برابر جاری رہے تو نبض نملی اور دودی ہوجاتی ہے۔

یہ امر بہت زیادہ قابل غور ہے کیونکہ جس وقت نبض دودی اور نملی صورت اختیار کرے گی تو اُس وقت ایسے انسان کا ریاضت کرنا تو درکنار ضروریات ستہ کے پورا کرنے کے واسطے معمولی حرکات صادر کرنے پر قادر رہنا ہی متعذر ہے۔

غسل و استحمام کا اثر نبض پر

غسل اگر گرم پانی سے کیا جائے تو اول امر میں نبض عظیم ہوجاتی ہے کیونکہ قوت، انعاش حرارت عزیزی۔ تفتیح مسامات اور تحلیل فضلات کی وجہ سے قوی ہوجاتی ہے ونیز حاجت، سخونت مار اور ہوا کی وجہ سے شدید ہوجاتی ہے۔ گرم پانی سے اگر دیر تک غسل کیا جائے تو نبض ضعیف ہوجاتی ہے کیونکہ تحلیل مفرط تقلیل ارواح اور تضعیف قوی کا باعث ہوتی ہے۔ فاضل جالینوس نے نبض کبیر میں لکھا ہے کہ تحلیل مفرط کی صورت میں نبض ضعیف، صغیر، بطی اور متفاوت ہوجاتی ہے۔ جس کی تفصیل شیخ الرئیس نے اس طرح کی ہے کہ ضعف اور

صغر تو ضعف قوت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے لیکن بطور اور تفاوت
کی صورت یہ ہوتی ہے کہ گرم پانی جس وقت باطن بدن میں اپنی
حرارت عرضیہ سے اثر کرتا ہے تو یہ عرضی اثر زیادہ دیر تک قائم نہیں
رہتا بلکہ قلیل مدت کے بعد پانی اصلی کیفیت برودت کی جانب عود کرتا
ہے اور پھر بجائے تسخین کے تبرید کا اثر کرتا ہے۔ جس وقت گرم پانی
اپنی عرضی کیفیت سخونت کے ذریعہ اثر کرتا ہے تو نبض زیادتی حاجت
کی وجہ سے سریع اور متواتر ہو جاتی ہے لیکن جس وقت اپنی اصلی
کیفیت برودت پر عود کر آتا ہے تو اُس وقت نبض بطی اور متفاوت
ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سخونت عرضی کا اثر بھی اگر تحلیل مفرط کی حد
تک پہونچ جائے تو ایسی صورت میں بھی نبض بطی اور متفاوت ہو جاتی
ہے۔

محمد بن زکریا رازی نے کتاب الحاوی میں جالینوس سے
نقل کیا ہے کہ گرم پانی میں استحمام نبض میں سرعت و تواتر کا سبب بنتا
ہے جب تک کہ یہ استحمام حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے مگر جب یہ حد
افراط کو پہونچ جاتا ہے تو نبض صغیر اور ضعیف ہو جاتی ہے جس کا سبب
انحلال قوت ہوتا ہے نیز سخونت مفرطہ حاجت میں غیر معمولی زیادتی
پیدا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے نبض میں انتہائی تواتر پیدا ہو جاتا ہے

اور سرعت میں بھی نقص واقع نہیں ہوتا۔ لیکن جس وقت بہت زیادہ ضعف ہوجاتا ہے تو اُس وقت نبض نملی ہوجاتی ہے۔ پھر حمام کے خارج ہونے کے بعد نبض ضعیف۔ صغیر متفاوت ہوجاتی ہے صغر اور ضعف کا سبب تحلل قوت ہوتا ہے۔ اور تفاوت کا باعث قلت حاجت۔

علامہ آملی نے زکریا رازی کے اس قول کو شیخ کی رائے کے خلاف سمجھا ہے اور اسی بنا پر اس کے قول کو اس طرح حقیر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُس کا قول جالینوس کے اُس کلام کے مطابق نہیں ہے جس کو نبض کبیر میں بیان کیا گیا ہے۔

میری رائے میں زکریا رازی اور شیخ کے کلام میں مخالفت بالکل نہیں ہے۔ صغر اور ضعف تک دونوں کا اتفاق ہے صرف بطوء اور تفاوت میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت کے انکشاف کے بعد وہ بھی زائل ہوجاتا ہے۔ شیخ الرئیس نے بطوء اور تفاوت کا دار و مدار اثر تبرید یا ضعف مفرط کو قرار دیا ہے۔ زکریا رازی کو اس نظریہ سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن حالت استحمام میں عموماً اثر تبرید نہیں ہوتا۔ اصلی کیفیت کی جانب عود اور پھر اثر تبرید حالت استحمام کے بعد ہوتا ہے۔ رہا تحلل قوت تو اس کے متعلق شیخ نے بطوء اور

تفاوت کو ایک خاص درجۂ تحلل کے ساتھ محدود کیا ہے اور وہ درجہ قرب غشی ہے۔ قرب غشی یا انتہائی ضعف کی حالت میں زکریا رازی نے بطوء و تفاوت سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ اس سے کم درجہ کے ضعف میں سرعت و تواتر کو ثابت کیا ہے۔ اور شیخ نے قرب غشی سے کم درجہ کے ضعف میں سرعت و تواتر سے انکار نہیں کیا اور نہ اس درجہ میں بطوء و تفاوت کو ثابت کیا ہے۔

استحمام اگر سرد پانی سے کیا جائے اور اس پانی کی برودت کا اثر باطن بدن تک نفوذ کرتا رہے تو نبض میں صغر، تفاوت اور بطوء پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا سبب ضعف، قلت حاجت اور صلابت آلہ ہے لیکن اگر برودت کا اثر ظاہر بدن تک محدود رہے اور انسداد مسامات کی وجہ سے باطنی حرارت مختقن ہو جائے تو ایسی صورت میں قوت و حرارت عزیزی کا انتعاش ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کسی قدر نبض میں عظم بڑھ جاتا ہے۔ عظم کی زیادتی کا اصل سبب انتعاش قوت ہے۔ ایسے پانی سے غسل کرنے سے (جس میں مختلف ادویہ کا اثر ہو مثلاً پھٹکری وغیرہ) نبض میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے عظم میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ ایسے پانی سے استحمام (جس میں ادویہ مسخنہ کا اثر ہو مثلاً گندھک و نمک) نبض میں سرعت کا باعث ہوا ہے۔

حاملہ کی نبض

حمل بھی نبض کے اسباب طبعیہ مغیرہ میں سے ہے۔ حمل کی حالت میں حاجت مضاعف (دوگنی) ہو جاتی ہے۔ حاملہ کی شرائین دو شخصوں یا دو نفسوں کی ترویح کا کام انجام دیتی ہیں۔ حاملہ کی قوت میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ کسی قدر حمل کے ثقل کیوجہ سے نقصان ہی واقع ہوتا ہے اسی وجہ سے حاملہ کی نبض میں وہ تغیر واقع ہوتا ہے جو قوت متوسطہ اور حاجت شدیدہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قوت متوسطہ کی وجہ سے نبض میں عظم اور شدت حاجت کی وجہ سے سرعت و تواتر پیدا ہو جاتا ہے۔ "ابوسہیل مسیحی" نے بیان کیا ہے کہ حاملہ کی نبض پانچویں مہینہ تک عظیم رہتی ہے۔ جس کا غالباً یہ مطلب ہے کہ پانچ ماہ تک تلافی حاجت کے واسطے سرعت اور تواتر کی ضرورت زیادہ لاحق نہیں ہوتی۔

نبض پر درد کا اثر

درد نبض کے اسباب مغیرہ میں سے ہے لیکن یہ سبب غیر طبعی اور طبیعت کے مضاد ہے۔ درد چونکہ صحت کے واسطے ایک امر منافی ہے اس وجہ سے قوت مدبرہ ہمہ تن اُس کی مقاومت اور مدافعت میں

مصروف ہو جاتی ہے۔ اس مشغولیت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ نبض طبعی حالت پر
باقی نہیں رہتی۔ شدت وجع کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ وجع کسی عضو
رئیس میں ہے اگرچہ شدید نہیں یا طول مدت کی وجہ سے نبض میں تغیرات
ہوتے ہیں۔ درد کی وجہ سے تغیرات اوقات کے اعتبار سے مختلف
ہوتے ہیں ابتدا وجع میں چونکہ قوت میں مدافعت کی غرض سے برانگیختگی
پیدا ہوتی ہے اور اسی متقاومت کی غرض سے حرارت غریزی میں بھی
انتعاش ہوتا ہے اس وجہ سے نبض عظیم سریع متفاوت ہو جاتی ہے۔
تفاوت کی وجہ یہ ہے کہ عظم و سرعت کے ذریعہ سے حاجت پوری ہوتی
رہتی ہے لیکن جس وقت وجع اس حد تک پہونچ جائے کہ قوت میں
ضعف پیدا ہو جائے تو عظم، سرعت اور تفاوت میں تدریجاً نقص
شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ عظم و سرعت بالکل مفقود ہو جاتی
ہے اور اُس کے بجائے سب سے پہلے شدت تواتر پیدا ہوتا ہے
اور اُس کے بعد صغر۔ پھر دودیت اور نملیت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور آخر
میں ہلاکت کے قریب تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔

میری رائے میں عظم و سرعت کے مفقود ہونے کے بعد
سب سے پہلے صغر پیدا ہونا چاہیے کیونکہ عظم کا فقدان مستلزم صغر ہے۔
تواتر کا درجہ صغر کے بعد ہونا چاہیے۔

نبض پر اورام کا اثر

نبض کے اسباب مغیرہ مضادہ میں سے اورام بھی ہیں۔ نبض پر ورم کا اثر ان چند طریقوں سے ہوتا ہے (۱) نوعیت ورم — (۲) اوقات ورم — (۳) مقدار ورم — (۴) مقام ورم — (۵) اعراض۔

نوعیت ورم کی وجہ سے نبض میں تغیر کی مثال ورم حار ہے جو اپنی حرارت کی وجہ سے نبض میں منشاریت، ارتعاد، ارتعاش، سرعت اور تواتر پیدا کر دیتا ہے بشرطیکہ کوئی سبب۔ مرطب مانع نہ ہو۔ ورم حار اگر عضو عصبی میں ہو تو نبض کا منشاری ہونا ظاہر ہے لیکن اگر یہ ورم حار عضو عصبی میں نہیں ہو تو اس کی منشاریت قابل غور ہے۔ کیونکہ نبض منشاری کے تین ہی اسباب بیان کئے جاتے ہیں (۱) عضو عصبی میں ورم کا ہونا — (۲) جرم شریان میں ایسے مادہ کا وجود جو عفونت، فجاجت اور نضج میں مختلف ہو — (۳) اجزاء شریان کا کسی وجہ سے صلابت و لینیت میں مختلف ہونا۔ ایسی صورت میں بہر حال ورم حار کا نبض کو منشاری بنا دینا ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے۔

علامہ گیلانی نے اس کلیہ کی اس طرح توجیہ کی ہے کہ ورم

حار مقام ورم کی شرائین میں نشاریت پیدا کردیتا ہے۔

لیکن ارتعاد وارتعاش کا سبب شریان کا تمدد ہوتا ہے ورم کے تمدد کی وجہ سے شرائین میں تمدد پیدا ہو جاتا ہے اور حرارت ورم کی وجہ سے شرائین میں یبس اور صلابت بھی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انبساط تام میں دشواری لاحق ہوتی ہے اور شدت حاجت برابر کثرت حرکت و سرعت حرکت کا تقاضا کرتی رہتی ہے۔ انہی وجوہ سے نبض میں ارتعاد وارتعاش پیدا ہو جاتا ہے سرعت و تواتر کا باعث شدت حاجت اور ضعف قوت ہوتا ہے۔ یہ تمام تغیرات نبض میں اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ کوئی سبب مرطب مانع نہ ہو لیکن جب کوئی سبب مرطب مانع ہو مثلاً ورم حار کسی عضو رطب میں عارض ہو تو بجائے نشاریت کے نبض میں موجیت پیدا ہو جاتی۔ کیونکہ رطوبت شریان میں لینت پیدا کر دیتی ہے جس کی وجہ سے تمدد و صلابت میں کافی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ بعض اطبا نے سبب مرطب کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جرم شریان کے ماحول میں ایسی رطوبت کا وجود ہو جو نفوذ مادہ سے منع کرے۔ جس وقت جرم شریان کے گرد ایسی رطوبت پائی جاتی ہے تو مختلف القوام مواد جرم شریان میں نفوذ کرنے سے قاصر رہتے ہیں جس کی وجہ سے نبض نشاری نہیں ہوتی۔

اسی طرح ورم لین نبض کو موجی بنا دیتا ہے کیونکہ رطوبت کی وجہ سے شریان میں یکایک بسط تام نہیں ہوتا بلکہ تدریجاً اور بدفعات انجام پاتا ہے۔ ورم میں اگر لینت کے ساتھ ساتھ برودت بھی بہت زیادہ پائی جائے تو نبض بطی یا متفاوت ہو جاتی ہے۔

ورم صلب نبض کو منشاری بنا دیتا ہے۔ ورم میں جس وقت تقیح پیدا ہو جاتا ہے تو نبض موجی اور ثقل مدہ کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہے تقیح کے بعد سرعت و تواتر میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

اوقات ورم کے لحاظ سے نبض میں جو تغیرات ہوتے ہیں وہ یہ ہیں ورم حار تزید کے وقت نبض میں منشاریت سرعت، تواتر، صلابت وغیرہ پیدا کرتا ہے، زمانہ ابتدا کے متعلق جالینوس نے نبض کبیر میں بیان کیا ہے کہ نبض عظیم، سریع، متواتر ہوتی ہے اور زمانہ منتہیٰ میں ضعف قوت کی وجہ سے عظم کم ہو جاتا اور سرعت و تواتر میں زیادتی ہو جاتی ہے پھر آخر منتہی میں زیادتی ضعف کی وجہ سے سرعت بھی باطل ہو جاتی ہے اور نبض میں نملیت پیدا ہو جاتی ہے۔ زمانۂ انحطاط میں بحالت تحلیل وانفجار نبض قوی اور عظیم ہو جاتی ہے اور ارتعادی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ بحالت صلابت و تحجر نبض صغیر و صلب ہو جاتی ہے۔ بمقدار ورم کے لحاظ سے نبض کے اندر بھی تغیرات ہوتے ہیں البتہ ورم کی عظم و صغر

کے اعتبار سے تغیرات مذکورہ میں بھی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔

مقام ورم کے لحاظ سے جو تغیرات نبض میں واقع ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔ مقام ورم اگر کوئی عضلاتی عضو ہے تو نبض میں صلابت منشاریت پیدا ہو جاتی ہے، اور اگر وہ ایسا عضو ہے جس میں شرائین کثرت سے پائی جاتی ہیں تو نبض میں عظم اور اختلاف غیر منتظم پیدا ہو جاتا ہے۔ عظم کا باعث قوت، شدت حاجت، رطوبت عضو اور اختلاف غیر منتظم کا سبب ثقل ورم اور مقام ورم کی شرائین کا کثیر الحرکت ہونا ہے۔ مقام ورم اگر کوئی عضو رطب ہے مثلاً دماغ و ریہ تو نبض موجی ہو جاتی ہے جس کی وجہ غشاء شریان کی ترطیب ہے۔

عوارض کی وجہ سے نبض میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں اُن کی مثال یہ ہے جیسے ورم ریہ میں نبض خناقی ہو جاتی ہے۔ خناق (سانس گھٹنا) ایک عرض ہے جو ورم ریہ کے تابع ہوتا ہے۔ اسی عرض کی وجہ سے نبض بھی متغیر ہو جاتی ہے۔ ورم کبد میں نبض ذبولی ہو جاتی ہے، ذبول ایک عرض ہے جو ورم کبد کے تابع ہوتا ہے۔ اس عرض کی وجہ سے نبض بھی متغیر ہو جاتی ہے۔

ورم کلیہ میں نبض حصری یا حصوی ہو جاتی ہے۔ نبض حصری یعنی ایسی نبض جیسے صاحب حبس بول کی ہوتی ہے۔ عسر بول ایک عرض ہے اور

اسی عرض کی وجہ سے نبض متغیر ہو جاتی ہے۔ نبض حصوی یعنی صاحب حصاۃ کی نبض کے مانند ہو جاتی ہے یعنی جس طرح احتباس بول، وجع اور ثقل پتھری کے عوارض ہیں اور اُن کی وجہ سے نبض متغیر ہو جاتی ہے اُسی طرح ورم کلیہ میں نبض صاحب حصاۃ کی نبض کے مانند ہو جاتی ہے۔ اگر مقام ورم کوئی عضو قوی الحس ہے مثلاً معدہ اور حجاب ہو تو نبض تشنجی اور غشّی ہو جاتی ہے۔ تشنج اور غشی ورم معدہ اور حجاب کے عوارض میں سے ہیں یہ عوارض نبض میں تغیر کا باعث ہوتے ہیں۔

عوارض نفسانیہ کا نبض پر اثر

عوارض نفسانیہ کا اثر بہ نسبت دیگر اعضاء کے قلب پر زیادہ پڑتا ہے کیونکہ حقیقت میں عوارض نفسانی مثلاً غضب خجالت، روح حیوانی کی انفعالات ہیں جو قوی نفسانیہ کے مختلف احساسات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان انفعالات کا اثر نبض پر کافی پڑتا ہے۔ غضب کی حالت میں نبض عظیم، شاہق، سریع، متواتر ہو جاتی ہے۔ عظم کا سبب تحریکِ قوت اور شدت حاجت، شہوق کا باعث روح و دم کا خارج کی جانب میلان اور شریانوں کا لبریز ہو جانا اور سرعت و تواتر کا سبب ہیجان حرارت ہے۔ غضب کی حالت میں نبض مختلف

نہیں ہوتی کیونکہ انفعال ایک ہی نوعیت کا ہوتا ہے البتہ جس وقت
غضب کے ساتھ خوف بھی جمع ہو جائے تو نوعیت انفعال کے
اختلاف کی وجہ سے نبض بھی مختلف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح غضب
کے ساتھ خجالت، منازعت عقل اور غصہ کا روکنا نبض میں اختلاف
کا باعث ہوتا ہے۔ "لذت" نبض میں غضب کی طرح شہوق، سرعت
اور تواتر پیدا نہیں کرتی بلکہ اُس میں صرف عظم، بطور اور تفاوت کافی
ہوتا ہے، اسی طرح سرور کی حالت میں بھی نبض عظیم، لین، بطی
اور متفاوت ہوتی ہے۔ غم کی حالت میں نبض ضعیف، صغیر، بطی اور
متفاوت ہو جاتی ہے، جس کا سبب روح و دم کا باطن کی جانب
میلان اور حرارت کا احتقان ہوتا ہے۔ بطور اور تفاوت کا سبب
قلت حاجت ہے۔ غم کی حالت میں صرف حرکت انبساطی بطی، اور
سکون مرکزی متفاوت ہوتا ہے۔ لیکن حرکت انقباضی سریع اور
سکون محیطی متواتر ہوتا ہے، کیونکہ حقن حرارت کی وجہ سے بخارات
دخانیہ کے اخراج کی زیادہ ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ناگہانی خوف
کی حالت میں نبض سریع، مرتعد، مختلف اور غیر منتظم ہوتی ہے
سرعت کا باعث حاجت کی زیادتی ہوتی ہے، کیونکہ حرارت
و روح یکایک باطن کی جانب مجتمع ہو جاتی ہیں۔ ارتعاد کی وجہ

ہزیمت قوت ہوتی ہے۔ اختلاف و عدم نظام کا باعث قوت کی دفعۃً توجہ ہے جو آفت ناگہانی کی جانب ہوتی ہے۔ خوف تدریجی نبض میں وہی تغیرات پیدا کرتا ہے جو حالت غم میں ہوتے ہیں۔

امور مضادہ کا نبض پر اثر

امر مضاد یا تو کوئی سوء مزاج کی قسم ہوگا، اس کے تغیرات امزجہ کے ماتحت ذکر کئے جا چکے ہیں۔ یا کوئی امر ایسا ہوگا جو قوت میں انضغاط پیدا کرے۔ ایسی صورت میں نبض مختلف ہو جائیگی، انضغاط خفیف کی صورت میں نبض منتظم اور شدید کی صورت میں غیر منتظم اور ردی الوزن ہوگی، یا کوئی امر جو قوت کو تحلیل کرے موجود ہوگا۔ ایسی صورت میں نبض صغیر اور متواتر ہوگی اور زیادتی تحلیل مثلاً عوارض نفسانیہ وغیرہ کی صورت میں بطور اور تفاوت پیدا ہو جائیگا۔

نبض دیکھ کر حال بتانے کا طریقہ

دور حاضر میں متقدمین اطباء کے متعلق نہایت کثرت سے ایسی کہانیاں اور قصے سننے میں آتے ہیں جن کا خصوصیت کے ساتھ تعلق مسئلہ نبض سے ہے، انہی قصوں اور کہانیوں سے متاثر ہو کر عام

لوگوں نے اطبار کی صداقت کا دار و مدار نباضی پر سمجھ رکھا ہے، نباضی کا گرویدہ یہ گروہ اس خاص مسئلہ میں سائینس اور منطقی دلائل کو بھی بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور "یُؤمِنُونَ بِالغَیب" پر عمل پیرا ہو کر طبیب کی حذاقت کا امتحان انہی قصوں اور کہانیوں کی کسوٹی پر کرتا ہے۔ کبھی اس کا متمنی ہوتا ہے کہ بغیر اُس کے حالات پوچھے ہوئے صرف نبض دیکھ کر اُس کے امراض کو بتایا جائے، کبھی اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ جو کچھ غذا ایک ہفتہ، عشرہ یا مہینہ یا سال قبل کھا چکا ہے اُسکو بیان کیا جائے۔ بلکہ یہ لوگ اب تو اس پر بھی اُتر آئے ہیں کہ اُن کی نبض دیکھ کر اُن کے پورے خاندان یا ساتوں پشت کے حالات بذریعہ نبض بیان کئے جائیں، اگر غور سے دیکھا جائے تو جہاں ایک حد تک یہ گروہ قصوروار ہے (کیونکہ طب کی تمام چیزوں میں تو ان کو ان سائنٹیفک ہونے کا شبہ لاحق ہوتا ہے اور یہ کسی چیز کو بغیر دلائل تسلیم کرنا خلاف عقل سمجھتے ہیں لیکن نبض کے مقدس باب میں ان کا رویہ بدل جاتا ہے اور ہر شخص بلاچون وچرا اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے) وہاں دوسری جانب اس کی بڑی ذمہ داری ہم لوگوں پر بھی عاید ہوتی ہے جو اس عقیدہ کے راسخ کرنے کے باعث اور اُس کو تقویت پہونچانے کے ذمہ دار ہیں، ہماری جماعت میں ایسے بزرگ پیدا ہوئے جو اپنی شان طبابت کو برقرار رکھنے کے لئے انہی کہنہ روایات

اور فرسودہ حکایات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس مسئلہ کی تاریخی ابتدا پر اگر غور کیا جائے تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے بانی سلاطین کے درباری تھے، جن میں چند متاخرین اطبا نبض کی شعبدہ بازیاں دکھا کر سلاطین کو مسحور کرتے تھے، اور جو کچھ متقدمین اطبا کے وضع کردہ مسائل نبض سے معلوم ہوتا تھا اُس سے بہت زیادہ دیگر ذرائع سے معلوم کئے ہوئے حالات کا بھی انتساب اسی نبض کی جانب کر دیا کرتے تھے یہی مغالطہ تھا جس کی بنا پر آج صدہا روایات اور ہزاروں قصص نبض کے متعلق مشہور ہیں، اور جن کا اسفار متقدمین میں نام نشان بھی نہیں ملتا

ہم یہ نہیں کہتے کہ نبض کے ذریعہ حالات بالکل معلوم ہی نہیں ہو سکتے مگر سات پشت یا پورے خاندان کے حالات کسی شخص کی نبض کے ذریعہ معلوم کر لینا ضرور مضحکہ خیز ہے، کیونکہ ان چیزوں کا کوئی اصول طب کی معتبر کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ طب کی کتابوں میں اس مسئلہ کے متعلق جو اصول ذکر کئے گئے ہیں اُن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے، ان پر غور کرنے کے بعد آپ خود صحیح نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں۔

یہ اصول جن کو ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں حقیقت میں یہ اطبا کے اُن اسرار صدریہ میں سے ہیں جن کا ظاہر کرنا کفر کے مترادف سمجھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ہر مصنف نے اپنی تالیف و تصنیف میں انکو

قلمبند کرنے سے گریز کیا ہے، جس کی وجہ سے آج یہ اصول اس قدر عنقا صفت ہو گئے کہ اُن کا مروجہ کتابوں میں ملنا غیر ممکن ہے۔ ہم کو مسرت ہے کہ آج ہم نہایت فراخدلی کے ساتھ ان کو پیش کرنے میں دریغ نہیں کر رہے ہیں۔

پہلا طریقہ۔ یہ تو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اگر نبض کو تین انگلیوں سے معائنہ کیا جائے تو ہر ایک انگلی کے نیچے نبض کا جو حصّہ واقع ہوتا ہے وہ ایک جزء کہا جاتا ہے، اس حساب سے تین انگلیوں سے معائنہ کرنے کی صورت میں نبض کے تین اجزاء متصور ہوں گے، پہلا جزء کلائی کیجانب دوسرا جزء اُس سے قریب اور تیسرا جزء دوسرے سے قریب، یعنی یہ تینوں اجزاء بالترتیب کلائی کی جانب سے شروع ہوتے ہیں اور کہنی کی طرف اُن کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اجزاء نبض پر انگلیاں رکھنے کی ترتیب یہ ہے کہ انگوٹھا اور چھنگلیا کو چھوڑ کر تین انگلیاں

نبض کے تین اجزاء

طرف مرفقی			طرف ابہامی
	۳	۲	۱

تینوں اجزائے نبض کی ترتیب:

۱- حصہ ابہامی۔ بنصر کے نیچے

۲- حصہ وسطی۔ وسطیٰ کے نیچے

۳- حصہ مرفقی۔ سبابہ کے نیچے

اس طرح رکھی جائیں کہ آخری یعنی چھنگلیا کے پاس والی انگلی کلائی کی

جانب رہے۔ معائنہ نبض کے وقت اگر تینوں انگلیوں کے نیچے تینوں اجزار کے قرعات یکساں محسوس ہوں تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مرض کسی خاص عضو میں نہیں ہے، یا تو صحت ہے یا کوئی ایسا مرض ہے جو تمام بدن میں عام ہے مثلاً بخار یہ عام بدن کی بیماری ہے اس کیوجہ سے کسی خاص جزء کے قرع میں فرق محسوس نہیں ہوگا، البتہ صرف نبض میں قوت وضعف عظم وصغر، سرعت وبطور کے اعتبار سے فرق پیدا ہوجاتا ہے۔ مثلاً حمی دموی میں نبض سریع، ممتلی اور لین ہوجاتی ہے۔ حمی صفراوی میں سریع، ممتلی، صلب، حمی بلغمی میں بطی ممتلی، لین، حمی سوداوی میں بطی، ممتلی، صلب، حمی دقی میں دقیق، صلب، سریع اور متواتر ہوجاتی ہے۔ لیکن انگلی کے کسی خاص جزء میں اگر کوئی خاص قرعہ محسوس ہو یعنی کسی انگلی پر قرعہ زیادہ محسوس ہو اور کسی پر کم تو یقین کرلینا چاہیئے کہ کسی خاص عضو میں کوئی مرض موجود ہے جس کے دریافت کرنے کا طریقہ حسب ذیل ہے۔

اگر انگشت شہادت کے نیچے غیر معمولی قرعہ محسوس ہو تو سر سے گردن تک کوئی بیماری موجود ہے، اور اگر بیچ کی انگلی کے نیچے غیر معمولی قرعہ محسوس ہو تو گردن سے کمر تک کوئی مرض پایا جاتا ہے اور آخری انگلی کے نیچے غیر معمولی قرعہ کمر سے قدم تک کی بیماریوں کی دلیل ہے۔ ان قرعات سے صرف اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ فلاں حصہ

جسم میں مرض موجود ہے لیکن ان حصص میں سے کس عضو میں بیماری ہے اس کے متعلق دوسرا قاعدہ رہبری کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر انگلی کے نو۹ حصے کئے جاتے ہیں اور ہر ایک حصّہ کسی خاص عضو کی خبر دیتا ہے۔ تقسیم حصص کا طریقہ یہ ہے کہ کلمہ کی اُنگلی کے تین حصّے عرض میں اس طرح کئے جاتے ہیں کہ ایک حصّہ انگوٹھے کی جانب دوسرا حصّہ وسط میں اور تیسرا حصّہ بیچ کی اُنگلی کی جانب پھر ان میں سے ہر ایک حصّہ طول میں تین حصّوں پر تقسیم ہوتا ہے، پہلا حصّہ جو ناخن کے قریب ہے، دوسرا اُس کے بعد اور تیسرا دوسرے کے بعد۔ یہ آخری تینوں حصّے تین ناموں سے موسوم کئے گئے ہیں۔ پہلے حصّہ کو اعلیٰ دوسرے کو عمود اور تیسرے کو ادنیٰ کہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک حصّہ کے نیچے محسوس ہونے والا قرعہ جسم کے خاص خاص اعضاء کے امراض پر دلالت کرتا ہے جس کا نقشہ ذیل میں درج ہے

اُنگلی

۹	۸	۷
۶	۵	۴
۳	۲	۱

طرف ناخن

۱-۴-۷ پہلا حصّہ
۲-۵-۸ دوسرا حصّہ
۳-۶-۹ تیسرا حصّہ

۱-۲-۳ حصّہ اعلیٰ
۴-۵-۶ ، عمود
۷-۸-۹ ، ادنیٰ

کلمہ کی انگلی (سبابہ)

حصّہ	ادنیٰ	عمود	اعلیٰ
پہلا حصّہ	عین وانف	مقدم دماغ	اذن وحاجبین
دوسرا حصّہ	حلق	اوسط دماغ	فم ولسان، اسفل لحیہ
تیسرا حصّہ	صرع وسکتہ	موخر دماغ	فقرات عنق

بیچ والی انگلی (وسطیٰ)

حصّہ	ادنیٰ	عمود	اعلیٰ
پہلا حصّہ	ماساریقا	کبد	طحال
دوسرا حصّہ	فم معدہ	قعر معدہ	شراسیف وفقرات
تیسرا حصّہ	×	عام امراض امعاء	گردہ

چھنگلیا کے پاس والی انگلی (بنصر)

حصّہ	ادنیٰ	عمود	اعلیٰ
پہلا حصّہ	فم رحم	مثانہ	خاص امراض امعاء مثلاً قولنج
دوسرا حصّہ	تناسلی امراض	امراض امعاء خصوصاً قولنج	وجع خاصرہ
تیسرا حصّہ	عرق النساء	بواسیر وامراض مقعد	وجع الورک

بعض اوقات غیر معمولی قرعہ کسی اُنگلی کے نیچے محسوس نہیں ہوتا بلکہ دو انگلیوں کے درمیان مقام اتصال پر قرعہ قویہ کا احساس ہوتا ہے جس کے احکام ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

انگلیاں	ادنیٰ	عمود	اعلیٰ
سبابہ و وسطیٰ کے درمیان	قلب	صدر	ثدیین
وسطیٰ اور بنصر کے درمیان	ناف	"	عظام

مذکورہ بالا طریقہ سے بعض امراض کی تشخیص کیلئے مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ ہو

نمبر شمار	مرض	نبض	
		مقام قرع	جنسیت نبض
۱	ذات الصدر	سبابہ و وسطیٰ کے درمیان اعلیٰ میں	موجی
۲	ذات الجنب	" " " " "	نشاری
۳	سل	" " " اعلیٰ سے ادنیٰ تک	دقیق وصلب
۴	دق درجہ اول	سبابہ و وسطیٰ کے درمیان اعلیٰ میں	"
	" (درجہ دوم)	" " " عمود "	" "
	" (درجہ سوم)	" " " ادنیٰ "	" "

نمبر شمار	مرض	نبض	
		مقام قرع	جنسیت نبض
۵	آتشک	بنصر کے پہلے حصہ کی جز عمودی سے دوسرے حصہ کے جز عمود تک	×
۶	سوزاک	بنصر کے پہلے حصہ عمود سے دوسرے حصہ کے جز عمود میں محسوس ہو	×
۷	جریان	خنصر اور بنصر کے درمیان اعلیٰ سے عمود تک	موجی
۸	امراض رحم	بنصر کے پہلے حصہ کی عمود سے دوسرے حصہ عمود کے تک	ممتلی و صلب
۹	احتباس طمث	" " " " "	صلب
۱۰	حمل	" " " " "	ممتلی، لین، مضاعف
۱۱	رجار	" " " " "	صلب، ممتلی، مضاعف
۱۲	حرقت بول وحبس	بنصر کے پہلے حصہ کے عمود میں	صلب
۱۳	سیلان رحم	" " " " "	لین
۱۴	قبض	" " تیسرے " "	عظیم
۱۵	اسہال	بنصر کے تیسرے حصہ کی عمود میں	موجی
۱۶	بواسیر دموی	" " " " "	صلب و عظیم
۱۷	بواسیر ریحی	" " " "	متنفخ

نوٹ - نمبر ۱ - ان قرعات سے حرارت و برودت کا بھی پتہ مل جاتا ہے - قرع عظیم حرارت پر اور قرع صغیر برودت پر دلالت کرتا ہے۔

نمبر ۲ - مریض کے ۳۰ نبضے معائنہ کئے جائیں، اگر ہر ایک نبضہ سابق نبضہ سے قوی ہوتا جائے تو قوت طبیعت پر دلالت کرتا ہے اور اگر ضعیف ہوتا جائے تو ضعفِ طبیعت کی خبر دیتا ہے - اگر ۱۲ یا ۲۰ نبضات کے بعد فترہ یا غیر معمولی انخفاض نمایاں ہو تو موت کی دلیل ہے۔

نبض سے حالات بتانے کا دوسرا طریقہ - اس طریقہ میں نبض چار انگلیوں سے دیکھی جاتی ہے - اور شہادت کی انگلی انگوٹھے کی جانب خنصر (چھنگلیا) کہنی کی جانب رکھی جاتی ہے۔

اس طریقہ میں ہر ایک انگلی نبض کے اس جزء کو جو ہر ایک انگلی کے نیچے واقع ہوتا ہے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے، پہلے طول میں تین حصے کیے جاتے ہیں یعنی ہر انگلی کا ایک حصہ انگوٹھے کی جانب جس کو اعلیٰ کہتے ہیں، دوسرا وسط میں جس کو اوسط کہتے ہیں - اور تیسرا کہنی کی جانب جس کو ادنیٰ کہا جاتا ہے، پھر جزء اوسط کو عرضاً دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے ایک ایمن اور دوسرا ایسر کہلاتا ہے۔

اس طریقہ کے واضعین کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر انگلی یا اس کے

نیچے واقع ہونے والے جزءِ شریان کو ایک خلط کے ساتھ خصوصیت حاصل ہے، یعنی سبابہ کو خلط صفرار کے ساتھ، وسطیٰ کو خلط بلغم کے ساتھ، خنصر کو ریاح کے ساتھ اور بنصر کو بلغم وسودا کے ساتھ۔

اس دوسرے طریقہ سے معلوم ہونے والے احکام کا نقشہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

انگشت	اعلیٰ	اوسط	یمین
سبابہ یعنی انگشت شہادت	ریاح صفراوی	ریاح صفراوی بدن میں	سوداء
	قبض، ثقل صدر، وجع الکلیہ صداع، تکسر اعضاء التہاب اعضاء	ثقل صدر، التہاب اطراف حرقت بول	دائیں جانب شقیقہ یا عصابہ ظفرہ، نزول الماء دار الفیل
وسطیٰ (بیچ کی انگلی)	بلغم وصفرار	ریاح بلغمی	بلغم نصف بدن میں
	ثقل راس، عطش غب غیر خالص، حرقت بول التہاب جسم	نفخ، سعال، زکام صداع، وجع القطن قلت منی	استرخار دائیں جانب وجع الصدر، وجع الاذن دائیں جانب، سعال، تکسر اعضاء عرق النساء، دار الفیل، وبار

انگشت	اعلیٰ	اوسط	یمین
نبض (خفقانی) انگشت ابہام	ریاح بلغمی	ریاح بلغمی	ریاح
	نفخ، صداع، وجع، القطن، تکسر اعضاء، رعاف، خفقان	وجع القطن، خصوصاً بوقت خواب استرخار حرقتِ بول	استرخار اطراف، وجع العین، جفاف سنخرہ، دار الفیل دائیں جانب
نبض (خفقانی)	بلغم و سودا	ریاح	ریاح بلغمی
	نفخ، صداع، وجع القطن تکسر اعضاء، رعاف،	وجع القطن بوقت خواب صداع، تکسر اعضاء، وجع خوف، حرقت بول، خفقان	عرق بارد، استرخار یمین

انگشت	یسار	ادنیٰ
سبابہ (انگشت شہادت)	سودا ر	ریاح نصف بدن میں
	یمین کے تمام امراض بائیں جانب	صداع، کرب، تکسر اعضاء، تقطیر البول اسہال
[illegible]	بلغم نصف بدن میں	ریاح بلغمی
	یمین کے تمام امراض بائیں جانب	وجع البطن، ضعف ہضم، اسہال معدی

جز نبض	یسار	ادنیٰ
وسطی (ریاحی) جز میں	نصف بدن کا خدر	زلق الامعاء، جریان منی تقطیر بول
نبض چھٹی (پیٹ کی) جز میں	ریاح	ریاح
	یمین کے مذکورہ امراض بائیں جانب	صداع، تکسر اعضاء، نفخ اسہال
نبض (چھٹی)	ریاح بلغمی	ریاح تمام بدن میں
	مذکورہ امراض بائیں جانب ترہل، غشی	تقبض صدر، صداع، تکسر اعضاء، نفخ، اسہال

تیسرا طریقہ۔ جس کو ڈاکٹر گرونر نے انگریزی ترجمہ قانون میں چینی حکماء کی کسی پرانی کتاب سے نقل کیا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس نے نبض کو تین اجزاء پر تقسیم کیا ہے، ایک جزء انگوٹھے کی جانب (جزء رسغی)، دوسرا جزء اُس سے قریب وسط میں (جزء وسطی) اور تیسرا جزء اُس سے قریب کہنی کی جانب (جزء مرفقی) کہلاتا ہے، ان تینوں

اجزاء کے معائنہ کے تین طریقہ بتائے ہیں، ایک سطحی، دوسرا غائر۔ تیسرا معتدل۔

سطحی سے مراد یہ ہے کہ نبض پر انگلی زیادہ دبا کر نہ رکھی جائے اور غایر سے مراد یہ ہے کہ نبض کو زیادہ دبا کر دیکھا جائے، معتدل کا مطلب یہ ہے کہ سطحی اور غایر کے درمیان ہو۔

جزءِ رسغی۔ کا سطحی قرع صدر، اور غائر قرع پھیپھڑے سے سر تک کی بیماریاں بتاتا ہے۔

جزءِ وسطی کا سطحی قرع، معدہ، مری اور غایر قرع طحال کے امراض پر دلالت کرتا ہے۔

جزء مرفقی کا سطحی قرع، کولھے سے ٹخنے تک کی بیماریاں اور غایر قرع قلب سے دماغ تک کے امراض کو بتاتا ہے۔

نوٹ: ــ بائیں جانب سے قلب، امعاء دقاق، کبد، مرارہ کلیہ کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔

دائیں جانب سے ریہ، امعاء غلاظ، طحال، معدہ اور نظام تناسلی کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔

بائیں جانب {
رسغی ــ قلب ، امعاء دقاق
وسطی ــ کبد ، مرارہ
مرفقی ــ (ضغط معتدل) کلیہ، مثانہ،

رسغی ـــ ریہ امعاء غلاظ
وسطی ـــ طحال، معدہ
مرفقی ـــ قلب، اعضاء رئیسہ ثلاثہ

سہولت کے واسطے ڈاکٹر گرونر کے اصول کے مطابق ہم اپنی جانب سے ایک نقشہ ایسا درج کرتے ہیں جس سے نبض کے ہر جزء کے دائیں اور بائیں، سطحی اور غایر کا طریقہ، استدلال مستنبط ہو سکے۔

نبض	جزو رسغی		جزو وسطی		جزو مرفقی	
	سطحی	غایر	سطحی	غایر	سطحی	غایر
بائیں نبض	صدر و قلب	امعاء دقاق	کبد	مرارہ	کولھے سے ٹخنے تک	ضغط معتدل گردہ و مثانہ
دائیں نبض	امعاء غلاظ	ریہ	معدہ	طحال	کولھے سے ٹخنے تک	اعضاء رئیسہ

نبض سے حال تبانیکا ایک اور طریقہ

ماخوذ از آدرش

ناری وگیان مولفہ شری سوامی جی

نبض دیکھنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس میں صرف تین اُنگلیوں سے نبض دیکھی جاتی ہے۔ اور اُس کی حرکت (خواہ انبساطی ہو یا انقباضی) کی سرعت اور بطوء سے استدلال لاتے ہیں۔ ہر ایک اصبع "انگلی" چھ امراض پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ دونوں ہاتھوں کی نبض سے کل چھتیس امراض کا پتہ چلتا ہے البتہ مزاولت اور کثرت استعمال سے تمام امراض پہچانے جا سکتے ہیں جبکہ ہر دو انگلی کے درمیانی حصّہ کے احساس پر قدرت تامہ حاصل ہو جائے۔ اس درمیانی حصّہ کو سنسکرت میں سندھی کہتے ہیں۔

تفصیل اُس کی یہ ہے کہ نبض دیکھنے میں تینوں اُنگلیوں کے نیچے شریان کے مختلف جھٹکے محسوس ہوتے ہیں مثلاً ا، ب، ج، تین انگلیوں سے نبض دیکھئے تو شریان کبھی اوپر کو اٹھتی ہے اور کبھی نیچے دبتی معلوم ہوتی ہے۔ اور اُس کی رفتار کبھی سریع، کبھی بطی اور کبھی معتدل ہوتی ہے۔ اور یہ کیفیت دونوں ہاتھوں کے

نبض کی ہوتی ہے۔ اسی لئے بعض امراض دائیں ہاتھ سے اور بعض بائیں سے دریافت کئے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر ا، ب، ج سے شریان میں شہوق اور سرعت محسوس ہو، لمس حار ہو تو اس سے حمی "بخار" کا وجود معلوم ہوگا اور اگر لمس حار نہ ہو تو بلا تامل یہ حکم لگایا جائیگا کہ مریض آتشک میں مبتلا ہے۔

اور اگر ا کے نیچے ارتفاع ہو اور ب، ج کے نیچے اوپر کو اچھلتی ہو تو اس وقت دو بیماریاں ہوں گی، سوزاک ہوگا یا امعاء میں خرابی ہوگی رہا سوزاک میں یہ معلوم کرنے کا طریقہ کہ سوزاک قدیم ہے یا جدید، پیپ خارج ہو رہی ہے یا عضو تناسل کی ساخت میں پیپ پڑ چکی ہے وہ یہ ہے کہ جب ج کے نیچے کی نبض کی حرکت انقباضی سریع پائیں تو یہ سمجھ لیں کہ آلۂ تناسل سے پیپ جاری ہے اور اگر اُس کی حرکت انبساطی سریع ہو تو یہ سمجھیں کہ آلۂ تناسل کے سرے میں کوئی آبلہ موجود نہیں اور یہ کہ یہ جسم میں سرایت کر چکی ہے۔

اور اگر ایک شخص کے ا، ج انگلیوں کے نیچے کی نبض معتدل ہو اور ب کی نبض سریع اور منخفض تو قبض کی شکایت ہوگی اور اگر شاہق ہو تو بد ہضمی ہوگی اور اگر کسی مریض کے دائیں ہاتھ کی نبض ا کی حرکت انبساطی سریع ہو اور باقی معتدل تو سر میں بیماری ہوگی

اور اگر منخفض ہو تو پھیپھڑے اور دل میں مرض ہو گا۔

دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی ا سر اور دل کے ساتھ اور دوسری یعنی ب امعاء اور اعضائے سفلی کے ساتھ اور تیسری یعنی ج آلات تناسل اور اعضائے سفلی (گھٹنوں تک) سے متعلق ہے۔

اور یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر ا کی حرکت بطی یا ضعیف ہو تو ب کی نبض بھی ضعیف ہو جائیگی کیونکہ ہر ایک انگلی کی حرکت دوسری کی حرکت کے ساتھ خاص علاقہ رکھتی ہے اور جب ا کی حرکت سریع ہو تو ضعف دماغ کی علامت ہو گی۔ اسی طرح جب نبض جلدی جلدی اوپر کو اٹھے اس وقت بھی ضعف دماغ کی نشانی ہو گی اور جب نبض ب کی حرکت انبساطی یا انقباضی سریع ہو تو یہ امراض مخصوصہ کی خاص علامت ہو گی۔ مثلاً اگر ب کی حرکت بطی ہو تو قبض اور اگر سریع ہو تو بدہضمی کی علامت ہو گی۔ اور سریع ہونے کے ساتھ ہی اس میں تموج اور ارتفاع بھی ہو تو پیچش کی دلیل ہو گی۔ اور اگر ج نیچے کی طرف ٹھوکر مارے تو اس صورت میں اس شخص میں دو بیماریاں ہوں گی کمزوری اور سستی، اور اگر شاہق رادیم کی طرف حرکت کرے تو سوزاک کا مرض ہو گا۔ لیکن اگر سریع اور شاہق دونوں ہو تو آتشک کا پتہ چلے گا۔

اب دائیں ہاتھ کے متعلق اس قدر اور ذہن نشین کر لینا چاہیے

کہ اگر نبض ا سریع اور منخفض ہو اور قلت دم کی بھی شکایت ہو تو مریض حمی دقیہ
لینہ میں مبتلا ہوگا اور اگر منخفض اور ضعیف ہو تو قبض اور امعاء کی بیماری ہوگی
اور اگر ج منخفض اور بطی ہو تو اعضائے تناسل کی ستی اور کمزوری کا پتہ
دے گی۔ اب اگر انگلی ا کا سرا نبض پر رکھیں تو معلوم ہوگا کہ مریض ضعف
قلب اور دماغ میں مبتلا ہے اور اسی صورت میں اگر نبض ب سریع
اور شاہق ہو تو مریض کو قبض اور سوء ہضم کی شکایت ہوگی۔ اور اگر اسی
حالت میں نبض ج سرعت کے ساتھ اوپر کو آئے تو مریض آتشک میں
مبتلا ہوگا۔

مختلف امراض کی نبض

قرانیطس۔ نبض صلب، اور قوت کی جانب مائل ہوتی ہے آخر
انقباض اور اول انبساط میں سرعت ہوتی ہے اور موجیت آمیز نشاریت
پائی جاتی ہے، کبھی کبھی عظیم ہو جاتی ہے، تواتر اور اجزاء وضع میں اختلاف
و نیز کبھی ارتعاش پایا جاتا ہے، گاہے تشنجی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو مرض
تشنج کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

صبار ی۔ میں نبض ضعیف، صغیر، صلب ہوتی ہے۔

لیشرغس۔ عظیم۔ متفاوت، بطی، مرتعش، موجی ہوتی ہے لیشرغس کی

نبض ذات الریہ کی نبض کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ لیثر غس میں نبض نسبتہً عرض اور طول میں قصیر اور ضیق ہونے کے علاوہ بطی بھی ہوتی ہے۔ اور تفاوت کے لحاظ سے زیادہ شدید، اختلاف بہت کم پایا جاتا ہے، اور اکثر درمیان میں "واقع فی الوسط" ہوجایا کرتی ہے۔

سبات سہری بلغمی۔ سریع، متواتر، عریض، قصیر، لیثر غس کی نبض سے زیادہ قوی اور قرانیطس کی نبض سے زیادہ ضعیف ہوتی ہے اس حالت میں نبض کے اندر تمدد، تشنج اور تفاوت نہیں پایا جاتا اور نہ غیر منتظم ہوتی ہے۔

سبات بردی ساذج۔ متمدد، صلابت کی جانب مائل اور شدید متفاوت ہوتی ہے۔

سبات خدری۔ ساقط، نملی، ضعیف، متواتر ہوتی ہے، عموماً اس میں تفاوت نہیں پایا جاتا، مگر جب پایا جاتا ہے تو وہ منتظم اور قائم نہیں ہوتا بلکہ نبض بار بار تفاوت سے تواتر کی جانب اور تواتر سے تفاوت کی جانب اعادہ کرتی رہتی ہے۔

سبات بلغمی۔ لین، موجی، عریض ہوتی ہے۔

فرقان۔ سبات اور ضعف قلب کی وجہ سے غشی کی نبض میں

فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں نبض قوی اور تندرست نبضوں سے مشابہ ہوتی اور آخر الذکر میں زیادہ ضعیف اور صلب ہوتی ہے۔

عشق - مختلف، غیر منتظم، ہوتی ہے، اس کی نبض میں ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ معشوق کے تذکرہ یا ملاقات سے نبض میں فوراً ہی تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔

نوٹ - عشق کی حالت میں نبض معائنہ کرنے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ معائنہ کے وقت مختلف نام لئے جائیں، جس نام پر نبض شدت کے ساتھ مختلف ہو جائے اور اس میں انقطاعی کیفیت محسوس ہو اسی کے ساتھ اس مرض عشق کا تعلق ہے۔

تشنج - ابتدا ر تشنج میں نبض صغیر، متفاوت ہوتی ہے جب تشنج پیدا ہو جاتا ہے تو نبض متمدد، حار، سرعت، بطور اور وضع اجزا میں مختلف ہوتی ہے۔

خناق - ابتدا میں متواتر، مختلف بعد ازاں صغیر، متفاوت۔

نوٹ - خناق اگر ذات الریہ کی جانب منتقل ہونے والا ہو تو پہلے نبض موجی اور عظیم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تشنج کی جانب انتقال کے وقت نبض متشنج ہو جاتی ہے غشی کی جانب انتقال کی صورت میں انتقال سے پہلے نبض، ضعیف، صغیر اور متفاوت ہو جاتی ہے۔

ربو - نبض خفقانی ہوتی ہے۔

ذات الجنب - نبض منشاری ہوتی ہے۔

فرقان - ذات الجنب اور سرسام کی نبض میں فرق یہ ہے کہ سرسام میں نبض عظیم، اور تفاوت کی جانب مائل ہوتی اور ذات الجنب میں صغیر اور تواتر کی جانب مائل ہوتی ہے۔

ذات الریہ - موجی، لین اور کبھی منقطع ہو جاتی ہے اور کبھی ذو القرعتین ان دونوں قسموں کا تحقق کبھی انبساط واحد میں اور کبھی انبساط کثیرہ میں ہوتا ہے اور تواتر میں کمی یا بیشی حمی کے لحاظ سے ہوتی رہتی ہے۔ کبھی نبض سرعت بطو میں معتدل اور صغیر بھی ہو جاتی ہے۔

خفقان میں نبض عظم، صغر، سرعت، بطو، تفاوت اور تواتر میں انتہا درجہ کی مختلف پائی جاتی ہے اور بسا اوقات اس کی نبض ریو کی نبض سے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔

خفقان رطب - نبض میں بہت زیادہ لینت، دموی، سرعت عظم راحت کی حالت میں۔ صفراوی - کسی قدر صلابت - سوداوی - زیادہ صلابت - ریحی - قلت اختلاف نبض، دیدان و مزاج حار مفرط سرعت، تواتر، اسباب باردہ - بطو، تفاوت حالت راحت میں سدد عظم، صغر، ضعف اور قوت میں اختلاف - علامات امتلاء کا فقدان ذکاوت حس - قوت عظم۔

غشی - انضغاط نبض، ثبات قوت غشی کے مادی ہونے پر اور

اختلاف شدید، وقوع فترات اور صغر شدید انحلال قوت پر دلالت کرتا ہے۔

نوٹ۔ جو غشی تدریجاً لاحق ہوتی ہے اُس میں سب سے پہلے نبض میں صغر پیدا ہو جاتا ہے۔

سوءِ مزاج حار کبد، سرعت و تواتر، سوءِ مزاج بارد کبد۔ بطوء، سوءِ مزاج یابس۔ صلابت۔

ورم حار کبد۔ موجی۔ عظیم۔ متواتر۔ سریع۔

ماشرا کبدی۔ صلابت، مشابہت منشاری۔ صغر، شدت تواتر اور سرعت۔

استسقاء لحمی۔ موجی، عریض۔ لین۔ استسقاء طبلی۔ طویل۔ کسی قدر قوی۔

یرقان اصفر۔ صغر، کسی قدر ضعف اور صلابت۔

ورم حار رحم۔ ضعیف، صغر متواتر

اختناق الرحم۔ ابتدا میں تمدد، تشنج، متفاوت اور ابتدا کے بعد متواتر، سقوط قوت کی حالت میں غیر منتظم۔

حمی یوم۔ حمیات یوم میں کبھی برودت شدیدہ یا حرارت شمسیہ شدیدہ تعب شدید، جوع، سہر، غم، استفراغ مفرط کی وجہ سے نبض میں

صلابت پیدا ہو جاتی ہے۔ حرکت انبساطی میں سرعت اور حرکت انقباضی میں لبطور یا اعتدال ہوتا ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ حرکت انقباضی میں سرعت پیدا ہو۔ اقلاع حمی کے وقت نبض اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے۔

انتقال حمی یوم ۔ حمی یوم جس وقت حمی دقی کی جانب منتقل ہونے لگتا ہے تو نبض میں حرارت، صغر اور صلابت پیدا ہو جاتی ہے۔ "سونوخس" کی جانب انتقال کے وقت ممتلی اور شدید الحرارت ہو جاتی ہے۔ حمیات عفنہ کی جانب جب انتقال ہوتا ہے تو مختلف، صغیر اور منضغط ہو جاتی ہے۔

حمی یوم غمی ۔ صغیر، ضعیف اور کبھی صلب ہوتی ہے۔

حمی یوم ہمی ۔ صغیر، ضعیف، کسی قدر شہوق۔

حمی یوم فکری ۔ شہوق، انخفاض میں مختلف۔

حمی یوم غضبی ۔ عظیم، ممتلی، شاہق اور متواتر

حمی یوم سہری ۔ ضعیف۔

حمی یوم نومی ۔ ممتلی (امتلار بخاری)

حمی یوم فرحی ۔ متواتر، لیکن غضبی سے کم

حمی یوم فزعی ۔ اس کی نبض غمی کے مانند ہوتی ہے مگر اس میں اختلاف زیادہ شدید ہوتا ہے۔

حمی یوم تعبی ۔ صغیر، ضعیف کبھی صلابت کی جانب مائل۔

حمی یوم غشی ۔ حمی یوم غشی میں نبض مختلف الاحوال ہوتی ہے کبھی تو غلبۂ برد کی وجہ سے سقوط نمایاں ہوتا ہے اور کبھی غلبۂ حرارت کی وجہ سے سرعت ظاہر ہوتی ہے۔ صلابت اور دودیت میں اصحاب ذبول کی نبض سے مشابہ ہوتی ہے۔

حمی یوم جوعیہ ۔ ضعیف، صغیر اور کبھی صلابت کی جانب مائل ہوتی ہے۔

حمی یوم سدّیہ ۔ افراط سدد کے وقت نبض صغیر ہوتی ہے۔

حمی یوم ورمی ۔ عظیم، سریع، متواتر۔

حمی یوم استحصافیہ ۔ (جس کا سبب مار قابض ہو) نبض بہت زیادہ ضعیف، صغیر اور سریع ہوتی ہے۔

حمی عفنی ابتدا ئے نوائب میں ضعیف، منضغط اور زمانۂ تزید میں عظم پر مستمر رہتی ہے۔ حمیات عفنہ میں نبض مختلف، غیر منتظم، غیر متوازن، کبھی عظم و قوت کی جانب مائل اور کبھی صغر و ضعف کی جانب راجح ہوتی ہے صلابت ہمیشہ نہیں پائی جاتی مگر کبھی ورم وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ورم خود صلب ہو یا کسی عضو صلب میں پیدا ہو۔

حمی غب ۔ تمام اقسام حمیات سے زیادہ سریع، حرکت انقباضی و انبساطی دونوں مستوی نہیں ہوتیں اور زمانہ منتہی میں ان دونوں

کے درمیان بہت زیادہ فرق نمایاں ہو جاتا ہے۔ حمی غب میں نسبت دیگر حمیات کے اختلاف کم پایا جاتا ہے۔ کسی قدر صلابت پائی جاتی ہے۔ بلکہ اکثر نبض قوی ہوتی ہے اور اختلاف بالکل نہیں ہوتا۔ سوائے اُس تغیر کے جو کہ نفس حمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ابتدا میں نبض میں انضغاط پھر قوت سرعت اور تواتر لاحق ہوتا ہے۔

حمی دموی۔ عظیم، لین، قوی، سریع، متواتر اور قلیل الاختلاف۔

حمی بلغمی دایرہ۔ ضعیف، منخفض، صغیر، ابتدا میں متفاوت اور انتہا میں متواتر۔ اس کا تواتر و صغر حمی ربع اور غب کے صغر و تواتر سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ سرعت میں حمی ربع کے مانند یا اُس سے کم ہوتی ہے اس کا اختلاف شدید اور غیر منتظم طریقہ پر پایا جاتا ہے خصوصاً کمزور اور بچوں میں۔

انقیالوس۔ بطی، متفاوت۔

حمی غشیہ خلطیہ۔ ابتدا میں صغیر، بطی اور متفاوت، اس کے بعد سریع خصوصاً حرکت انقباضی۔

حمی غشیہ دقیقہ رقیقہ۔ سقوط نبض

حمی رابع دایرہ۔ صلب، وزن شنجخت، مختلف، حالت نوبہ میں مختلف اور حالت فترہ میں متفاوت۔ انبساط غیر مستوی اور انقباض

شدید السرعت ہوتا ہے۔ اصحاب ربع کی نبض میں صغر اور تواتر بہ نسبت بلغمی کے بہت زیادہ نمایاں ہوتا ہے لیکن بطوء میں مثل بلغمی کے ہوتی ہے اور ابتدا ء نوبہ میں بطور اور تفاوت زیادہ ہو جاتا ہے اور اُس کا اختلاف تمام حمیات سے زیادہ ہوتا ہے بعد ازاں عظم، تواتر اور سرعت کی طرف میلان ہو جاتا ہے۔

حمی دق۔ دقیق، صلب متواتر، ضعیف اور حالت واحدہ پر ثابت و قایم اور بعد غذا عظیم، حالت ذبول میں صلابت نبض ضعف، صغر اور تواتر بہت شدید ہو جاتا ہے۔

دق شیخوخت۔ صغیر، بطی، متفاوت، انتہائی ضعف کے وقت متواتر۔

حمی وبائی۔ صغیر، متواتر

حمیات اورام باطنہ۔ ابتدا میں صغیر، انتہا میں سریع الانقباض زمانۂ ابتدا کے بعد عظیم، سریع اور متواتر نیز منشاریت اور موجیت اعضائے عصبی و لحمی کے لحاظ سے۔

شطر الغب۔ بہ نسبت غب کے اس میں عظم، سرعت اور تواتر قلیل ہوتا ہے۔ اور بہ نسبت بلغمی کے زاید ہوتا ہے۔

شطر الغب خالص۔ بعض اطبا نے شطر الغب کو دایرہ

اور لازمہ سے مرکب تسلیم کیا ہے۔ اگر لازمہ بلغمی ہے تو نبض میں صغر و تفاوت شدید پایا جائے گا۔ اور اگر لازمہ صفراویہ ہے تو نبض بہت زیادہ عظیم و سریع ہو گی۔

تصحیح اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۵	کر رہا	کر رہا ہے	۳۲	۴	انقباصی	انقباضی
۵	۱۳	حقیقت کے	حقیقت کی	۳۳	۱	مرتبہ	مرتبہ
		خصوصیات	خصوصیات	۳۳	۲	کے	کی
۹	۲	قایم رہتی ہوئے	قایم رہتی ہوئی	۳۵	۲	نبص	نبض
۱۰	۱۱	ہبنت	بہت	۳۹	۲	مریض کے دونوں	مریض کی دونوں
۱۰	۱۱	اختلاف	اختلافات	۴۲	۱	منخفص	منخفض
۱۰	۱۷	انقباص	انقباض	۴۵	۱۴	قابل اعتبار	ناقابل اعتبار
۱۳	۴	دوسرے جہت	دوسری جہت	۵۰	۱۵	کاتی	کافی
۱۴	۱۷	انخفاص	انخفاض	۷۱	۱۶	پائی جاتے ہیں	پائی جاتی ہیں
۲۴	۱۵	انگلہوں	انگلیوں	۷۳	۵	مقالسہ	مقائسہ
۲۶	۸	وافع	واقع	۷۳	۷	مقالیعہ	مقائسہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۶	نفقطی	نقطی	۱۱۹	۲	کرتے کرتے ہیں	کرتے ہیں
۸۳	۹	عدم	عدد	۱۲۰	۹	خفقان	خفقان
۸۷	۳	بکھاؤ	بکھاد	۱۲۰	۹	حفقانی	خفقانی
۹۵	۱۶	متقاوت	متفاوت	۱۲۲	۱۰	عفنہ	عفنہ
۹۷	۱۰	اقسام کے کثرت	اقسام کی کثرت	۱۲۴	۱	نفج	نفج
۱۰۰	۹	نبضین	نبضیں	۱۲۵	۳	دعا	دعار
۱۰۰	۱۴	دوقرعہ	دوقرعے	۱۳۲	۲	باوجو	باوجود
۱۰۴	۱۴	وقوف	وقفہ	۱۳۴	۱۷	روصورتوں	دوصورتوں
۱۰۸	۱۶	ہیماریاں	بیماریاں	۱۵۴	۳	حفت	خفت
۱۰۹	۴	بغیّر	بغیر	۱۵۶	۱۲	لغذیہ	تغذیہ
۱۱۴	۹	طویل	طول	۱۶۳	۶	منضعط	منفغط
۱۱۵	۱۱	منضعط	منضغط	۱۶۸	۱۷	ہوا ہے	ہوتا ہے
۱۱۷	۱۵	صعف	ضعف	۱۷۱	۴	اپنی میں حرارت	اپنی حرارت
۱۱۸	۲	مجلات	محللات	۱۷۱	۱۱	یلینبت	لینت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۷	۵	ارجہ	امزجہ	۱۹۴	۷	زکھتی ہے	رکھتی ہے
۱۷۸	۱۱	ان سائٹیفک	ان سائنٹیفک				

باہتمام فیض محمد خاں

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں چھپی

(کتبہ محمد شمس الرحمٰن خاں شروانی خوشنویس)